کٹ آؤٹ

طارق اسمٰعیل ساگر

iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تقریظ

جاسوسی اور انٹیلی جنس امور کا شعور اور ''اپ ٹو ڈیٹ نالج'' رکھنے والے طارق اسمٰعیل ساگر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ جنوبی ایشیا میں اردو زبان کا شاید واحد ایسا لکھاری ہے جس نے بلاشبہ جدید انگریزی ادب کے ہم پلہ ناول لکھے ہیں۔

دنیا بھر میں خصوصاً انگریزی فکشن کے جتنے ممتاز اور نمایاں نام دکھائی دیتے ہیں، وہ اسی حوالے سے اپنی انفرادیت برقرار رکھے ہوئے ہیں، جس کا ذکر میں نے کیا۔ طارق اسمٰعیل ساگر کو اس کے بہت سے ناولوں کے حوالے سے بلاشبہ اردو ادب کا فریڈرک فورسائتھ کہا جاسکتا ہے۔ خصوصاً اس نے بھارتی سپریم انٹیلی جنس ایجنسی کی پاکستان میں جاری منفی اور مذموم کارروائیوں کے پس منظر میں جو ناول لکھے، وہ کسی بھی ملک کے ادب کے لئے سرمایہ افتخار ہیں۔ ایسی کتابیں لکھنے کے لئے بے پناہ مطالعہ، مشاہدہ اور متعلقہ امور سے متعلق تکنیکی باریکیوں پر عبور ضروری ہے۔ مجھے اس بات پر قطعاً حیرت نہیں ہوئی کہ ہمارے ادبی حلقوں میں اسے وہ پذیرائی کیوں نہیں مل سکی جو عوامی حلقوں میں حاصل ہے کیونکہ میرے خیال سے ناول کی جس تکنیک کو اردو زبان میں طارق اسمٰعیل نے متعارف کروایا ہے، اس سے ہمارا نام نہاد نقاد آگاہ ہی نہیں اور بد قسمتی سے ہمارے ہاں علم کی پذیرائی کاردارد ہے، لیکن طارق اسمٰعیل ساگر کے لئے کبھی یہ مسئلہ نہیں رہا۔ وہ آج بھی اپنی کمٹمنٹ کے ساتھ اپنے مشن پر کاربند ہے اور ''متعلقہ حلقوں'' میں اس کا بے پناہ احترام کیا جاتا ہے۔

بریگیڈیئر (ر) محمد اسد خان

عرض مصنف

میری یہ کتاب ادارہ سیونتھ سکائی پبلی کیشنز سے شائع ہو رہی ہے۔ جس کے بعد امید ہے کہ آپ کی وہ شکایات جو آپ میری کتابوں کے لئے استعمال ہونے والے کاغذ، جز بندی اور پروف ریڈنگ سے متعلق کیا کرتے ہیں، دور ہو جائیں گی۔ جس طرح یہ قاری کی خواہش ہوتی ہے کہ کتاب معنوی ہی نہیں، صوری طور پر بھی خوبصورت دکھائی دے۔ مصنف بھی یہی چاہتا ہے کہ اس کی تخلیق جب پیکر میں ڈھلے تو اتنی ہی خوبصورت دکھائی دے جیسا کہ اس نے سوچا اور لکھا۔

ہمارے ہاں بد قسمتی سے حکومت کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ قاری اور کتاب کا رشتہ ختم ہو جائے۔ اس کے لئے بہترین ہتھیار کاغذ کی گرانی ہے جسے ہر حکومت نے کلہاڑے کی طرح استعمال کیا ہے۔ دنیا کے جاہل ترین معاشروں میں بھی کتاب کے لئے استعمال ہونے والے کاغذ پر حکومتیں رعایت دیتی ہیں، ہمارے ہاں اُلٹی گنگا بہتی ہے اور زمانے بھر کے ٹیکس کاغذ پر تھوپ کر اُسے مہنگا اور نایاب کر دیا جاتا ہے کہ خدا کی پناہ۔

ان حالات میں جو پبلشرز کتاب خوبصورت انداز میں آپ تک پہنچاتے ہیں، بلاشبہ وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ سیونتھ سکائی پبلی کیشنز بھی ان میں شامل ہے۔ میری تمام پرانی کتابیں اسی ادارے سے ملیں گی اور جلد ہی انشاء اللہ نئی کتابیں بھی۔

آپ سے درخواست ہے کہ میری کتابیں طلب کرتے ہوئے ادارہ سیونتھ سکائی پبلی کیشنز کا نام ضرور دیکھ لیا کریں تا کہ آپ تک معیاری کتاب پہنچے۔

طارق اسمٰعیل ساگر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

بمبئی کے سانتا کروز ہوائی اڈے کی یہ عمارت گو کہ ایئر پورٹ ہی کا حصہ تھی لیکن اسے کبھی سویلین فلائٹس کے لئے استعمال نہیں کیا گیا تھا۔

یوں تو یہاں ہمیشہ ہی خصوصی پروازیں اترا اور چڑھا کرتی تھیں، لیکن آج بطور خاص یہاں فوجی ریڈ الرٹ تھا۔ حیرت کی بات تو یہ تھی کہ مقامی سٹاف جس کا تعلق ملٹری انٹیلی جنس کی فوجی یونٹ سے تھا اور جسے یہاں ایئر ٹریفک کنٹرول کی ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں، اسے بھی آج اچانک ہٹا لیا گیا تھا۔ اب یہاں "را" کی خصوصی ٹیم چارج سنبھالنے آئی تھی۔

یہ معمول کے خلاف تھا۔

لیکن ...... اس خصوصی پریکٹس کے لئے سٹاف کو براہ راست جی ایچ کیو سے احکامات جاری ہوئے تھے اور انہوں نے مطلوبہ فلائٹ کی آمد سے 24 گھنٹے پہلے ہی یہاں کا چارج دہلی سے آنے والی ٹیم کو سونپ دیا تھا۔

اس ٹیم کی کمان سنجے دیوگن کر رہا تھا جس کا تعلق تو "را" سے تھا لیکن جو انٹیلی جنس کمیونٹی میں ہوائی امور سے متعلق خصوصی مہارت کا حامل سمجھا جاتا تھا۔ بمشکل پانچ منٹ میں دیوگن نے مقامی اے ٹی سی (ایئر ٹریفک کنٹرول) کا بندوبست کر لیا تھا۔

ملٹری انٹیلی جنس کی ٹیم کے لئے یہ اچنبھے کی بات ہرگز نہیں تھی کہ اسے پہلے ہی سے یہاں کے کوڈ اور "ڈی کوڈ" سسٹم کا علم تھا۔

سانتا کروز کے اس اہم حصے کی حفاظت کے لئے بھارتی نیول کمانڈوز کو تعینات کیا گیا تھا اور اس تین چار کلومیٹر کے رقبے میں پھیلے علاقے کے نزدیک کوئی سرکاری ایجنسی بھی نہیں پھٹک سکتی تھی۔

حفاظتی اقدامات کا یہ عالم تھا کہ مقامی پولیس چیف کو بھی مکمل لاعلم رکھا گیا تھا۔ اس کے شدید احتجاج پر بھی اسے معاملے کی ہوا نہیں لگنے دی گئی۔ صرف یہ بتانے پر اکتفا کیا گیا کہ اس علاقے کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گرد اگرد تقریباً دس کلومیٹر پر ایک طرح سے مارشل لاء نافذ ہے اور یہاں کسی سرکاری ایجنسی کو بھی گھومنے کی اجازت نہیں ہے۔

جب ہوم منسٹری کی سطح پر یہ معاملہ زیر بحث آیا تو پولیس حکام کو "ٹاپ سیکرٹ" کی مہر کے ساتھ معذرتی خط ارسال کر دیا گیا جس کے بعد سختی سے یہ باب بھی بند ہو گیا اور اب تو گزشتہ سات آٹھ ماہ سے یہ حال تھا کہ بمبئی پولیس نے اسے اپنے لئے "آؤٹ آف باؤنڈ" ایریا سمجھ کر خاموشی اختیار کر لی تھی۔

گزشتہ ایک ماہ سے جب سے اس علاقے کو خصوصی اہمیت حاصل ہوئی تھی، یہاں عملاً ملٹری انٹیلی جنس کا کنٹرول تھا اور یہاں کی تمام ٹریفک بھی ان کے کنٹرول میں تھی۔

لیکن ...... آج خلاف معمول پریکٹس ہوئی تھی اور نہ صرف یہ کہ 24 گھنٹے کے لئے "را" نے یہاں کا چارج سنبھال لیا تھا بلکہ حفاظت پر موجود نیوی کمانڈوز بھی ہٹا لئے گئے تھے اور یہاں دہلی سے "بلیک کیٹس" آ گئے تھے۔

بلیک کیٹس کمانڈوز یوں تو اپنے آپ میں ایک الگ اور خودمختار تنظیم تھی لیکن اس کا ایک بڑا حصہ براہ راست "را" کے کنٹرول میں تھا اور دو تین کمپنیاں تو مستقل "را" کی کمانڈ میں رہتی تھیں۔ یہ بھی ان میں سے ایک کمپنی تھی۔

اس سارے سیٹ اپ کی کمانڈ، جو ہنگامی بنیادوں پر ترتیب دیا گیا تھا، سنجے دیوگن کے ہاتھوں میں تھی۔ اپنے طاقتور اور انتہائی جدید سہولیات والے مختصر سے ٹیلی فون نما سیٹ پر وہ براہ راست دہلی اور دنیا کے کسی بھی ملک میں اپنے لوگوں سے رابطہ کر سکتا تھا۔

دیوگن کی ٹیم نے سہ پہر کے بعد سانتا کروز کے اس وی آئی پی حصے پر مکمل کنٹرول کر لیا تھا اور اپنے طریقے سے اس بات کی مکمل تصدیق کر لی تھی کہ ان کی کوئی متحارب ایجنسی تو ان کی مانیٹرنگ نہیں کر رہی۔

دیوگن کے بریف کیس میں موجود دنیا کے جدید ترین کمپیوٹر پر بیک وقت تمام سہولیات موجود تھیں۔ جس کے ذریعے وہ کسی بھی سسٹم کو چیک کر سکتا تھا۔

اس کے تمام ماتحت اپنی اپنی جگہ الرٹ تھے۔

حفاظت پر معمور بلیک کیٹس کمانڈوز کے ایک کمانڈر کو بھی صرف یہ بتایا گیا تھا کہ رات کے کسی بھی پہر یہاں ایک انتہائی اہم مہمان کی آمد متوقع ہے۔ جس کو سب کی نظروں سے پوشیدہ رکھ کر یہاں سے کسی اور محفوظ مقام تک لے جانا ہے۔

اس مہمان کو لانے والے جہاز کا تعلق کس ملک یا ایئر لائن سے ہے اس کا کسی کو علم نہیں تھا۔

یوں تو یہاں آنے والی اکثر پروازوں کے لئے ایسے ہی خفیہ اور اہم اقدامات کئے جاتے تھے لیکن

آج جیسا خصوصی اہتمام اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔

عین ان لمحات میں جب سنجے دیوگن یہاں کی کمانڈ سنبھال رہا تھا، اسرائیل کے دارالحکومت تل ابیب کے شمال میں شہر سے قریباً چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر موجود ایک ایسے ہی خفیہ "ایئر فیلڈ" پر ایک چھوٹے جہاز کے سسٹم کی چیکنگ کی جا رہی تھی۔

"موساعد" کے زیر استعمال اس "ایئر فیلڈ" پر اسرائیلی کمانڈوز کی ایک کمپنی مستقل تعینات تھی۔

لیکن اس کا تعلق اسرائیل کی مسلح افواج سے نہیں بلکہ "موساعد" سے تھا اور اپنے ہر عمل کے لئے یہاں موجود تمام کمانڈوز اپنے چیف کو جوابدہ تھے۔

دنیا کی طاقتور ترین ایجنسی "موساعد" کی جو عالمی حیثیت تھی، وہی اپنے ملک میں بھی تھی گو کہ اسرائیلی وزیراعظم بن گوریان نے 1951ء میں "موساعد" کو قائم کرتے ہوئے اسے وزارت خارجہ کے ماتحت کیا تھا لیکن اسرائیل کی طرح دنیا کے دیگر ممالک بھی جانتے تھے کہ اس ایجنسی کا ذکر اسرائیلی بجٹ میں نہیں ہوتا۔ اس کے سربراہ تک کے نام کو پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔

"موساعد" اپنے بعض خصوصی اقدامات کے لئے وزیراعظم کو بھی اعتماد میں لینے کا تکلف نہیں کرتی اور ماضی کی تاریخ اس بات کی گواہ تھی کہ اس نے بیشتر ایسے کارنامے انجام دیئے تھے جنہوں نے سی آئی اے اور کے جی بی جیسی ایجنسیوں کے دانت کھٹے کر کے رکھ دیئے تھے۔

حیرت انگیز بات یہ تھی کہ موساعد کا سارا عملہ صرف بارہ سو ملازمین پر مشتمل ہے۔ جس میں صفائی کا عملہ بھی شامل ہے۔ دنیا بھر میں پھیلے انٹیلی جنس کے اس طاقتور نیٹ ورک کو صرف 25 ذہن کنٹرول کرتے تھے۔ یہ 20 تا 25 وہ کیٹسا (Katsa) جن کی انگلیوں کے اشارے پر ساری دنیا کی سیاست ناچ رہی تھی اور وہ جب چاہتے اپنے اشارہ ابرو کی جنبش سے تیسری دنیا کے کسی بھی ملک کی حالت دنوں میں تبدیل کروا سکتے تھے۔

حکمرانوں کی ادل بدل، اپنی مرضی کے معاشی نظام کا نفاذ، عظیم یہودی سلطنت کے قیام کے لئے "موساعد" ضروری خیال کرتی تھی۔ خصوصاً انہیں اپنے ارد گرد اور دنیا کے اس خطے میں کوئی ایسا حکمران قابل قبول نہیں تھا جس کو اسرائیل یا یہودیوں سے پرخاش ہو۔

وہ صرف اپنی ہاں میں ہاں ملانے والوں کو پسند کرتے تھے اور مستقبل بعید میں بھی اسرائیل کے لئے خطرہ بننے والی کسی بھی شخصیت کو معمولی شک کی بنیاد پر ختم کر دینا، ان کی زندگی کا اہم مقصد رہا تھا۔

"موساعد" کے کسی بھی "کیٹسا" کی حیثیت اسرائیلی حکومت کے نزدیک بہت اہم تھی۔

کئی سال کی محنت، جانفشانی، بے پناہ اخراجات اور بے بہا وسائل سے لیس ایک "کیٹسا" تیار کیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جاتا تھا۔ جس سے متعلق یہ تصور کیا جاتا تھا کہ وہ موجودہ دنیا میں اپنے وسائل، تربیت اور بے پناہ جسمانی اور دماغی صلاحیتوں کا حامل یکتائے روزگار ہے۔

آج ایک ایسے ہی ''کیڈسا'' نے تل ابیب کے اس خفیہ ہوائی اڈے سے کسی نامعلوم منزل کی طرف پرواز کرنی تھی۔ یہاں معمول کے مطابق ہی سیکیورٹی کا نظام اتنا فول پروف تھا کہ عام حالات میں بھی چڑیا کے پر مارنے کا تصور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ آج تو بات ہی کچھ اور تھی۔

پریز یعسوب جسے ''موساعد'' کا کیڈسا ہونے کا اعزاز حاصل تھا، آج بھارتی انٹیلی جنس ایجنسی کے ذہین ڈائریکٹر موہن آہلووالیہ کی معیت میں بھارت ایک خاص مشن پر جارہا تھا۔

یہ مشن کیا تھا؟

اس کا علم خدا کے بعد صرف تین ہستیوں کو تھا جن میں ایک خود پریز یعسوب، دوسرا موہن آہلووالیہ اور تیسرا ''موساعد'' کا چیف آئزر کوہن تھا۔

دونوں اسرائیلیوں کو تو اس بات کا علم اور یقین تھا کہ اس مشن کا ان دونوں کے علاوہ ابھی تک اسرائیل کے وزیراعظم کو بھی علم نہیں کیونکہ وہ غیر ملکی دورے پر تھا اور آئزر کوہن اس کی واپسی پر اسے اعتماد میں لے کر اس خفیہ مشن کی اہمیت سے آگاہ کر سکتا تھا۔

یوں تو وہ اس بات کا بھی حق رکھتا تھا کہ عظیم اسرائیل کے مفاد میں اپنے وزیراعظم کو بھی اس خفیہ مشن سے قطعی لاعلم رکھے۔

لیکن......اسے احساس تھا کہ وزیراعظم شمعون اس سے زیادہ کٹر یہودی ہے اور اس نے آئزر کوہن کو ''موساعد'' کا چیف بننے سے پہلے بھی ''فری ہینڈ'' دے رکھا تھا۔

البتہ وہ ''را'' سے متعلق ہمیشہ مشکوک رہا کرتا تھا۔

اس کے پیشرو نے اسے بتایا تھا کہ اگر ''را'' کے پاس ان سے آدھا ذہن بھی ہوتا تو اب تک وہ اپنے مشترکہ مقاصد میں کبھی کے کامیابی حاصل کر چکے ہوتے۔

''را'' کے اعلیٰ افسران بھی اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق ان سے متعلق ہمیشہ محتاط ہی رہتے تھے۔

گو کہ ان کے مفادات مشترکہ تھے لیکن بھارتیوں نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ ''موساعد'' کو ان کے اندرونی نظام تک رسائی نہ حاصل ہو سکے کیونکہ ان کے نزدیک ترین امریکی دوست بھی ان کے ''سی آئی اے'' کے ساتھ محدود تعلقات کے قائل تھے......''موساعد'' ایسی ایجنسی تھی جس سے اپنے بیگانے سب ہی خائف تھے۔ یہ لوگ ان کی دشمنی کی طرح ان کی دوستی سے بھی محتاط ہی رہتے تھے۔

''موساعد'' یہودی تنظیم تھی جس کا پہلا اصول یہی تھا کہ اپنے سمیت کسی پر بھی اعتبار نہیں کیا جا

سکتا۔ اپنے سمیت کسی کو بھی کسی بھی وقت دھوکہ دیا جاسکتا ہے۔

اور......

اپنے اس بہترین اصول پر وہ اپنے قیام کے روز اول ہی سے کاربند تھے۔ انہیں اس بات کی کوئی پرواہ نہیں تھی کہ ان کے دشمن یا ان کے دوست ان سے متعلق کیا رائے قائم کرتے ہیں۔

ان کا سیدھا سادا اصول تھا کہ اپنا اُلو سیدھا کرو باقی سب جائیں جہنم میں......!!

''موساعد'' کے اس ایئر فیلڈ پر آئزر کوہن خود موجود تھا۔ وہ پریز یعسوب کے ساتھ ہی یہاں تک آیا تھا جبکہ موہن آہلووالیہ کو دوسرے راستے اور دوسری گاڑی سے یہاں تک پہنچایا گیا تھا۔ تینوں اس وقت اس خفیہ مقام پر ترتیب دیئے گئے موبائل سٹیشن کے ایک ساؤنڈ پروف کمرے میں موجود تھے۔

''لک مسٹر آہلووالیہ......اس مرتبہ کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔''

اس نے پہلے موہن اور پھر یعسوب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''نو سر......سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تمام انتظامات براہ راست میرے ہاتھ میں ہیں اور میں کوئی خطرہ مول نہیں لیتا۔''

موہن آہلووالیہ نے بڑے اعتماد سے کہا۔

اس کی کوشش تھی کہ جتنی جلدی ممکن ہو کوہن سے نجات حاصل کرے کیونکہ جتنی دیر وہ اس کے ساتھ رہتا، اس کا بلڈ پریشر نارمل رہنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا تھا۔

اسرائیل کی اہمیت مسلمہ تھی۔

اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ ''موساعد'' کا شمار دنیا کی خطرناک ترین ایجنسیوں میں ہوتا تھا لیکن......یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح تھی کہ بھارت اپنے خطے میں ایک نئی سپر پاور کی حیثیت رکھتا تھا اور ''را'' بھی غیر معمولی ایجنسی تھی۔ کم از کم اپنے خطے میں اس کی اہمیت مسلمہ تھی اور شک وشبہ سے بالاتر تھی۔

گو کہ ''موساعد'' کی مدد سے انہوں نے اپنے ہمسایہ ممالک خصوصاً پاکستان کے خلاف بڑے بڑے آپریشن لانچ کئے اور معرکے سر کئے تھے۔

لیکن......

یہ یک طرفہ ٹریفک نہیں تھی!!

اس کے عوض وہ ''موساعد'' کو وہ کچھ دے رہے تھے جس کی عام حالت میں اسے توقع نہیں تھی کیونکہ پاکستان ''را'' اور ''موساعد'' دونوں کا ٹارگٹ تھا۔

اگر ''را'' کو پاکستان کے ایٹمی پروگرام پر تشویش رہتی تھی تو ''موساعد'' کے لئے بھی کہوٹہ پلانٹ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک جان لیوا روگ بن چکا تھا۔

اپنی حیثیت میں انہوں نے یہاں جتنے بھی آپریشن لانچ کئے تھے وہ سب ناکامی سے دوچار ہوئے تھے۔تب ہی تو انہوں نے ''را'' سے تعاون کی درخواست کی تھی۔

اتنی عقل تو موہن آہلووالیہ میں بھی تھی کہ وہ ''موساعد'' کی اس کمزوری کو سمجھ سکتا۔انہیں اپنے ذرائع سے ''موساعد'' کی پاکستان میں ناکامیوں کا علم رہتا تھا۔

حال ہی میں ''موساعد'' نے ایک غیر ملکی خبر رساں ایجنسی کی خوبصورت رپورٹر کے روپ میں اپنی جس ایجنٹ کو پاکستان میں دھکیلا تھا،اس نے اس حد تک تو کامیابی ضرور حاصل کر لی تھی کہ ہوس اور احساس کمتری کے مارے کچھ نام نہاد سیاست دانوں کی خواب گاہ تک رسائی حاصل کر کے ان سے بہت سی ایسی باتیں اگلوالی تھیں جو عام حالت میں شاید کبھی باہر نہ آسکتیں۔

لیکن......جیسے ہی اس حرافہ نے اپنے پر مزید پھیلانے کی کوشش کی اور ایک فوجی آفیسر تک رسائی حاصل کی اگلے ہی لمحے وہ پاکستانی کاؤنٹر انٹیلی جنس کی عقابی نگاہوں میں آگئی......

''موساعد'' کی یہ کامیابی ضرور تھی کہ جیسے ہی اسے علم ہوا کہ ان کی ایجنٹ پاکستان میں زیر نگرانی (Under Observation) ہے،انہوں نے کمال ہوشیاری سے اسے اڑا لیا۔

بھارت کے پاکستان میں موجود ہائی کمیشن صرف ''را'' کے اڈے ہی نہیں بلکہ جنوبی ایشیا میں ''را'' کے بہترین مانیٹرنگ سیل بھی تھے اور وہ اپنے علاوہ پاکستان میں سرگرم عمل اور غیر ملکی ایجنسیوں کی نہ صرف نقل وحمل پر نظر رکھنے کی کوشش کرتے تھے بلکہ اس کوشش میں بھی لگے رہتے تھے کہ پاکستان میں ان ایجنسیوں کے مفادات اور ٹارگٹ کا بھی انہیں علم ہوتا رہے۔

اس طرح ان کا اپنا کام خاصا آسان ہو جاتا تھا۔

موہن آہلووالیہ کے تل ابیب آنے سے پہلے اس کے ڈی جی (ڈائریکٹر جنرل) نے اچھی طرح بریف کر دیا تھا کہ ''موساعد'' نے پاکستان میں زبردست جھٹکا کھانے کے بعد کافی عرصے کے بعد ان سے رجوع کیا ہے اس لئے خواہ مخواہ ان کی کسی بلیک میلنگ کے سامنے جھکنے کی ضرورت نہیں۔

موہن آہلووالیہ نے کوشش تو یہی کی تھی کہ دوران مذاکرات کسی بھی مرحلے پر کسی کمزوری کا مظاہرہ نہ کرے۔

اس مرتبہ اس کے بدلے ہوئے رویے کا نوٹس ''موساعد'' نے لیا تھا لیکن وہ اسے آہلووالیہ کی سادہ لوحی سے زیادہ کچھ اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں تھے،کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مڈل ایسٹ کے تمام مسلمان ممالک میں ان کا سارا گورکھ دھندہ ''موساعد'' کے بل بوتے پر ہی چل رہا ہے۔اگر ''موساعد'' ان سے

ہاتھ کھینچ لے تو یہاں بھارتی کوئی آپریشن اگلے پچاس سال میں بھی لانچ نہیں کر سکتے۔

ان کا احساس برتری جوں کا توں برقرار تھا۔

آہلووالیہ کا جی تو یہی چاہتا تھا کہ ابھی سارے گورکھ دھندے پر لعنت بھیج کر اپنے دیس واپس جائے اور ''را'' کی مدد سے جاری ''موساعد'' کے تمام آپریشن روک دے۔

لیکن......

وہ بدقسمتی سے ایسا صرف سوچ ہی سکتا تھا،اس پر عمل ممکن نہیں تھا۔

❁❁

تھوڑی ہی دیر بعد وہاں موجود طیارے میں دونوں سوار ہو گئے۔

اس طیارے کا عملہ ایک پائلٹ اور دو معاونین پر مشتمل تھا اور اس کے صرف دو مسافر تھے۔

''را'' کا ڈپٹی ڈائریکٹر آہلووالیہ

اور......

''موساعد'' کا کیٹیا پریز یعسوب......

دن بھر کی بھاگ دوڑ نے آہلووالیہ کو تھکا دیا تھا۔سارا دن ''موساعد'' کے ذمہ داروں سے مغز ماری کرتے گزرا تھا۔یہ لوگ بال کی کھال اتار لیا کرتے تھے۔انہوں نے آہلووالیہ سے ایسے ایسے سوالات کئے تھے کہ وہ خود چکرا کر رہ گیا تھا۔

اس سے ہر ممکن تحفظات حاصل کر لیے تھے۔

آہلووالیہ کے لئے حیران کن بلکہ کافی حد تک پریشان کن بات یہ تھی کہ ان لوگوں کی معلومات پاکستان سے متعلق ''را'' کے ڈپٹی ڈائریکٹر سے کسی طرح بھی کم نہیں تھیں۔خصوصاً پاکستان کی ایٹمی تنصیبات سے متعلق جو کچھ بھی آہلووالیہ انہیں بتایا،وہ اس سے آگے کی بات آہلووالیہ کو بتا کر پریشان کر دیتے......

اب اسے شاید چالیس گھنٹے بعد قدرے سہولت میسر آئی تھی۔اس نے اپنی ٹانگیں آگے کی سمت پھیلا کر سیٹ کی پشت کو پیچھے دھکیلا اور آنکھیں بند کر لیں......طیارہ فضا میں بلند ہونے کے بمشکل پندرہ بیس منٹ بعد آہلووالیہ گہری نیند سو رہا تھا۔اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھا یعسوب بڑی عجیب سی نظروں سے اس کی بدلتی ہوئی کیفیات کا جائزہ لے رہا تھا۔

لیکن......

کیا مجال جو اس نے اپنے منہ سے ایک لفظ بھی نکالا ہو۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسے آہلووالیہ پر قدرے رحم بھی آ رہا تھا جو نیند سے لڑنے کی ناکام کوششوں میں مصروف اور کبھی کبھی اچانک ہڑبڑا کر یعسوب کی طرف دیکھ لیتا تھا کہ کہیں وہ اسے دیکھ تو نہیں رہا......

اس کی خواہش تھی اسے نیند آ جائے اور ایسا ہی ہوا...... جب معاونین میں سے ایک اس کے قریب ریفریشمنٹ کی ٹرالی دھکیلتے ہوئے لایا تو ''را'' کا ڈپٹی ڈائریکٹر گہری نیند کے مزے لے رہا تھا۔

مودب معاون نے یعسوب کی سیٹ کے سامنے پھیلی ٹرے پر اس کے حسب منشا مشروب رکھا اور گردن گھما کر سوتے ہوئے آہلووالیہ پر نظر ڈال کر دوبارہ یعسوب کی طرف اجازت طلب سے دیکھا۔

''رہنے دو......''

یعسوب نے اس سے کہا اور معاون نے مودب ہو کر سر جھکائے ہوئے اپنی راہ لی۔

آہلووالیہ کی آنکھ کھلی تو جہاز بحیرہ ہند پر اڑ رہا تھا......

آنکھیں ملتے ہوئے اس نے کھڑکی میں سے دیکھا تو یوں لگا جیسے وہ ہوائی جہاز کے بجائے سمندری جہاز میں سفر کر رہا ہو۔

حیرت انگیز حد تک سطح سمندر کے قریب ان کا جہاز پرواز کر رہا تھا۔ آہلووالیہ نے دو تین مرتبہ آنکھیں جھپکا کر یہ یقین کرنا چاہا کہ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ لیکن یہ خواب نہیں سچائی تھی......

اسرائیلی فضائیہ کا انتہائی تربیت یافتہ کیپٹن وکٹر جسے ''موساعد'' ہمیشہ ایسے خطرناک مشن کے لئے منتخب کیا کرتی تھی، آج بھی مہارت کا کمال دکھا رہا تھا۔

اس نے اپنے طیارے کو اتنی کم بلندی پر رکھا ہوا تھا کہ اس علاقے میں موجود حساس ترین ریڈار بھی اس کی نقل وحرکت نوٹ نہیں کر سکتا تھا۔

اتنی کم بلندی پر اس رفتار سے جہاز کو اڑانا اس کا کمال تھا۔ آہلووالیہ نے اپنی آنکھیں سامنے کی طرف جما دیں۔ اچانک ہی اسے اپنے سر پر لگے مائیک سے پائلٹ کی آواز سنائی دی۔

''سر! اگر آپ برا نہ منائیں تو اپنی کھڑکی کے شٹر بند کر دیں ہم بہت حساس علاقے سے گزر رہے ہیں۔ اگلے بیس منٹ تک کچھ بھی ممکن ہے......''

آہلووالیہ سمجھ گیا کہ جہاز سکیورٹی کے انتہائی جدید آلات سے لیس ہے اور اس کی ہر سیٹ پر موجود مسافر کی ہر حرکت پائلٹ کی نظروں میں آ سکتی ہے۔ اس نے فوراً اپنی کھڑکی کے پلاسٹک شٹر بند کر دیئے۔

آہلووالیہ جانتا تھا کہ اب وہ پاکستان کی سمندری حدود سے کچھ فاصلے پر گزر رہے ہیں اور پاکستان کے بحری عقابوں سے متعلق اسے کوئی غلط فہمی نہیں تھی۔ ابھی چند روز پہلے ہی جب انہوں نے پاکستان کے ایک ساحلی علاقے میں تخریب کاری مواد پہنچانا چاہا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ جو محفوظ ترین

طریقہ اپنی دانست میں انہوں نے اپنایا تھا وہ بھی پاکستان ''میری ٹائم ایجنسی'' کی نظروں میں آ جائے گا۔

پاکستانی ماہی گیروں کی ایک کشتی کے ذریعے بظاہر وہ لوگ بڑی کامیابی سے اپنی منزل کی طرف رواں تھے جب ایک دیدبان ان کے سروں پر نیچی پرواز کرتا ہوا گزرا اور پندرہ بیس منٹ بعد جب وہ مطمئن ہو کر پاکستانی ساحل کی طرف بڑھ رہے تھے، عین ان لمحات میں اچانک دو برق رفتار گن بوٹس نے جو شاید کسی سمندری چٹان کے پیچھے پہلے ہی چھپی ہوئی تھیں، انہیں جکڑ لیا......

پانچ دہشت گردوں اور ''را'' کے ایک انسٹرکٹر سمیت کشتی پکڑی گئی۔ کیا مجال جو اس واقعہ کی کانوں کان خبر ہی کسی کو سوائے ''را'' یا پھر پاکستانی ایجنسیوں کے ہو پائی۔

یہ بڑی کھیپ تھی جو اگر متعلقہ ہاتھوں میں پہنچ جاتی تو بہت تباہی لاتی لیکن پاکستانی بحریہ کے مضبوط حفاظتی نظام میں کوئی خلاء بظاہر وہ ابھی تک تلاش نہیں کر پائے تھے۔

آہلووالیہ اپنی سیٹ پر قدرے سمٹ کر بیٹھ گیا......

یعسوب ابھی تک اس کی طرف کن اکھیوں سے دیکھ کر دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔

اس جہاز میں ایک ایسا خودکار نظام موجود تھا، جس کی مدد سے جہاز تباہ ہونے کی صورت میں بھی اس کے سوار پائلٹ سمیت محفوظ رہ سکتے تھے۔

آہلووالیہ جس سیٹ پر بیٹھا تھا وہ ایک محفوظ فضائی کیبن تھا جسے کسی بھی خطرے کی صورت میں پائلٹ ایک بٹن دبا کر جہاز سے الگ کر دیتا اور وہ بحفاظت زمین پر اتر جاتے۔

❁❁

آہلووالیہ انہی خیالات میں گم تھا جب اس کی سیٹ کے ایک کونے میں لگے مائیک میں زندگی پیدا ہوئی۔

''کیری آن سر'' (Carry On Sir)

پائلٹ اس سے مخاطب تھا۔

وہ سمجھ گیا کہ پائلٹ کیا چاہتا ہے۔

دوسرے ہی لمحے اس نے سامنے نصب فون اٹھا لیا۔ اب اس کا رابطہ جہاز کے مین کنٹرول ریڈیو سسٹم سے ہو چکا تھا۔

دوسری طرف بھارت کا سکیورٹی سسٹم آن لائن تھا۔ شاید کسی ساحلی ریڈار یا پھر یہاں ایکٹو سیٹلائٹ سسٹم نے جہاز کو نوٹ کر لیا تھا اور ان سے شناخت طلب کی جا رہی تھی۔

''اپنی شناخت کرواؤ''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک ہی پیغام مسلسل تکرار سے دھرایا جا رہا تھا۔

''یہ سپیشل فلائٹ ایکس این زیرو ہے۔''

آہلووالیہ نے اطمینان سے کوڈ دھرایا۔

دوسری طرف چند ثانیے کے لئے خاموشی چھا گئی۔شاید دوسری طرف سے ''کوڈ'' چیک کیا جا رہا تھا۔''سر!اپنی شناخت کروائیں......''

دوبارہ کوڈ مانگا گیا۔

جواب میں آہلووالیہ نے ایک اور کوڈ دھرایا اور ''راجر آؤٹ'' کہہ کر ریسیور اپنی جگہ جما دیا۔

اس کے ساتھ ہی اس کا سلسلہ بھارتی ریڈار سسٹم سے منقطع ہو گیا۔ابھی انہیں بمشکل تین منٹ ہی گزرے تھے جب تین بھارتی جنگی طیاروں کی ایک فارمیشن ان کی طرف بڑھتی دکھائی دی۔

اس کے ساتھ ہی کیپٹن وکٹر نے اپنی بلندی بڑھانی شروع کر دی۔اب وہ قدرے سہولت سے جہاز اڑا رہا تھا۔

اسے آغاز پر ہی سختی سے ہدایت کر دی گئی تھی کہ پاکستان کی سمندری حدود کے نزدیک بھی نہ پھٹکے اور نہ ہی یہاں کوئی ایڈونچر کرنے کی کوشش کرے۔

اور......

وکٹر نے بڑی ہمت سے خلاف فطرت اس حکم کی پابندی کی تھی کیونکہ وہ اپنی جبلت میں تشدد تھا۔

ایسے کسی حکم کی پابندی اس کے لئے مشکل تھی لیکن یہاں معاملہ چونکہ پاکستان کا تھا، جس سے اس کا واسطہ ابھی تک نہیں پڑا تھا۔

بھارتی طیاروں کی فارمیشن ان کے سامنے پھٹ گئی۔ایک طیارہ آگے اور دونوں اس کے عقب میں آ گئے تھے۔جن کی راہنمائی میں وہ اب اس اڈے تک پہنچ گیا تھا جہاں سنجے دیوگن کی کمان میں ان کے استقبال کی تیاریاں مکمل تھیں۔جہاز کے زمین کو چھونے تک بھارتی جنگی طیارے اس پر سایہ فگن رہے۔پھر وہ اپنے مستقر کو واپس لوٹ گئے۔

ایئر کنٹرول ٹاور کی ہدایت کے مطابق جہاز کو ایک محفوظ کونے میں چھپا دیا گیا تھا جہاں وہ مکمل کیمو فلاج تھا۔

جس ٹرک سے سیڑھی جہاز کی طرف جا رہی تھی اسے سنجے دیوگن خود چلاتا ہوا یہاں تک آیا تھا۔

سیڑھیوں سے آہلووالیہ اور یعسوب دونوں اترے۔

یعسوب نے اپنے چہرے کو ایک بڑے رومال سے، جیسا عموماً فلسطینی استعمال کیا کرتے تھے، اس

طرح چھپا رکھا تھا کہ سوائے اس کی آنکھوں کے اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

گو کہ رن وے کے اس حصے کی لائٹس جہاز کے انجن بند ہوتے ہی ''آف'' کر دی گئی تھیں اور اندھیرے میں کچھ فاصلے سے بھی کسی کے خدوخال واضح دکھائی نہیں دے رہے تھے لیکن......

''موساعد'' کے کیسا یعسوب پریز نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا تھا اور ہر ممکن احتیاط اپنی تربیت کے مطابق اختیار کر لی تھی۔

دونوں رات کے اندھیرے میں جہاز کے نزدیک ہی موجود ایک سیاہ شیشوں والی جیپ میں سوار ہوئے اور جیپ فراٹے بھرتی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئی۔

جہاز کے باقی عملے نے نیچے اترنے کا تکلف نہیں کیا تھا اور نہ ہی کسی نے ان سے ایسی درخواست کی تھی۔

جہاز کی ''ری فیولنگ'' سنجے دیوگن کے زیر نگرانی کی گئی اور رات کے آخری پہر کیپٹن وکٹر نے جہاز اڑا لیا......

صبح ہونے تک وہ بحفاظت اپنے ٹھکانے پر پہنچ چکے تھے۔

بمبئی کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر رائل جارڈینین ایئر لائن کی پرواز ''چیک ان'' ہو رہی تھی اور گراؤنڈ سٹاف کی طرف سے دوسری مرتبہ اعلان کیا گیا تھا کہ مسافر جو ابھی تک ''لوڈ'' نہیں ہوئے، فوراً کاؤنٹر پر رپورٹ کریں جب اچانک ہی چوہان بھاگتا ہوا اندر داخل ہوا۔

اس کے ہینڈ بیگج میں ایک چھوٹا سا بیگ اور چیک ان کرنے کے لئے ایک قدرے بھاری بیگ تھا۔

کاؤنٹر پر موجود سکیورٹی کا سارا عملہ بھارتی تھا......ایئر لائن کا صرف ایک آفیسر ان کی نگرانی کر رہا تھا لیکن اس کا تعلق صرف جہاز میں سوار ہونے والے مسافروں تک تھا۔جہاز کے اندر کیا جا رہا ہے، کیا نہیں، یہ اس کا دردِ سر نہیں تھا......!

چوہان نے اپنے دونوں بیگ جیسے ہی سائنر مشین پر رکھے وہاں پہلے سے موجود تین سفید پوش مشین پر کھڑے سکیورٹی عملے سر پر مسلط ہو گئے، شاید سکیورٹی عملے کو پہلے سے ہدایات موصول ہو چکی تھیں......کیونکہ انہوں نے سکرین کی طرف دیکھنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی تھی۔

سکیورٹی انچارج نے اس کے بیگ پر ٹیگ لگایا۔اس پر مخصوص مہر ثبت کی اور ''گڈ لک'' کہہ کر آگے بڑھا دیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چوہان نے پھرتی سے بیگ اٹھالیا اور کاؤنٹر کی طرف لپکا جہاں آخری مسافر چیک ان ہو رہا تھا۔

اس دوران سائٹر مشین پر کھڑے تینوں سفید پوش کاؤنٹر پر پہنچ چکے تھے اور ان میں سے ایک نے ایئر لائن کے واحد آفیسر فلائیٹ انچارج کو باتوں میں الجھالیا تھا۔

''اوہ مائی گاڈ...... لعنت ہے بمبئے کی ٹریفک پر......''

چوہان نے اپنا ٹکٹ کمپیوٹر مشین پر بیٹھی لڑکی کی طرف بڑھا دیا۔ یہ فرسٹ کلاس کاؤنٹر ڈیسک تھا، اس لئے ضرورت سے زیادہ عزت دی جارہی تھی۔ ''اگر کوئی نوسموکنگ سیٹ ہو تو شکریہ......''

اس نے لڑکی کی آنکھوں میں جھانک کی اس کی طرف مسکراہٹ اچھالی۔

''کیوں نہیں سر...... Why Not Sir''

لڑکی نے احترام سے کہا اور بورڈنگ کارڈ اس کی طرف بڑھا دیا جس پر ایک ''چیک ان بیگ'' کا سٹکر بھی لگا تھا۔

لیکن......

لڑکی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی کہ چوہان نے اپنا چھوٹا بیگ وہیں زمین پر رکھ دیا تھا جسے ایک سفید پوش اٹھا کر لے گیا تھا جبکہ ''چیک ان بیگ'' کو آگے بھیجنے کی بجائے ایک دوسرے سفید پوش نے چوہان کے ہاتھ میں تھما دیا تھا۔

چوہان نے اپنا بیگ اٹھایا اور بڑے پر اعتماد طریقے سے چلتا ہوا لاؤنج میں داخل ہوا۔

لاؤنج سے گیٹ پر پہنچنے تک اس کا بیگ تین جگہ مزید چیک ہوا لیکن ہر دفعہ اس کی طرف سے آنکھیں بند کر لی گئیں کیونکہ سکیورٹی کا سارا عملہ بھارتی تھا۔

گیٹ کے باہر فرسٹ کلاس مسافروں کے لئے موجود وی آئی پی کوچ کے ذریعے وہ جہاز تک پہنچا جس کے دروازے پر کھڑے جہاز کے ایک کریو نے سر کے اشارے سے اسے احترام دیا اور چوہان بیگ سمیت سیڑھیاں چڑھ گیا۔

دروازے پر موجود ایئر ہوسٹس نے فرسٹ کلاس کے اس وی آئی پی مسافر کو بڑے احترام سے اس کی سیٹ تک پہنچایا۔ اس کے ساتھ ہی چوہان کا بیگ اس کے سر پر لگے باکس میں رکھا اور اسے ٹھک سے بند کر لیا۔

ایئر ہوسٹس اپنے اس وی آئی پی مہمان کی طرف متوجہ تھی جو بڑے سکون سے اپنی سیٹ پر بیٹھا حفاظتی بیلٹ باندھ رہا تھا۔

شاید وہ جہاز پر سوار ہونے والا آخری مسافر تھا کیونکہ جہاز سے سیڑھی الگ کی جارہی تھی اور اس کا

دروازہ بند ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جہاز سے اگلی منزل کی طرف روانگی کا اعلان کیا گیا اور جہاز رن وے پر دوڑنے لگا۔

رائل جارڈینین ایئر لائن اس ٹرائی سٹار جہاز میں سوار ہونے والے ہر مسافر کے ہینڈ بیگ کو خلاف معمول جہاز کے گیٹ پر موجود ایک درشت چہرے والا اردن کا سکیورٹی آفیسر دوبارہ کھول کر دیکھتا تھا۔

لیکن......

یہ پریکٹس شاید اکانومی کلاس کے مسافروں تک محدود تھی۔ فرسٹ کلاس کے مسافروں سے یہ برتاؤ نہیں کیا جاتا تھا۔

یہی سہولت چوہان کے کام آ گئی......

جہاز کی منزل اردن کا دارالحکومت عمان تھی لیکن اسے بمبئے سے کراچی اور پھر دبئی ہوتے ہوئے عمان پہنچنا تھا۔

کراچی تک کی پرواز میں چوہان کی خدمت مسلسل جاری رہی۔ کراچی کی آمد کے اعلان سے چند منٹ پہلے ہی اس نے اپنا بیگ سر سے اتار کر قدموں میں رکھا اور اس کے اندر ہاتھ ڈال کر وہاں پہلے سے موجود ایک چھوٹے سے بیگ کو باہر نکال لیا۔ یہ بالکل بریف کیس کی طرح کا ایسا بیگ تھا جو عموماً ڈپلومیٹ استعمال کرتے ہیں کیونکہ وہ ڈپلومیٹ پاسپورٹ پر سفر کر رہا تھا اور جہاز کا عملہ بھی اسے اس لئے بہترین پروٹوکول دے رہا تھا۔

بیگ دوبارہ اس نے سر پر موجود بکس میں رکھا اور چھوٹا بیگ اپنے ساتھ ہی خالی سیٹ پر رکھ لیا۔

جہاز کراچی ایئر پورٹ پر پہنچ چکا تھا......

یہاں انہیں دو گھنٹے رکنا تھا......

ان دو گھنٹوں کے لئے مسافروں کو ڈیپارچر لاؤنج میں جانے کی اجازت تھی۔ چوہان نے اپنا چھوٹا سا بیگ اٹھایا اور دوسرے مسافروں کی تقلید میں جو اپنا ہینڈ بیگ لے کر جہاز سے ڈیپارچر لاؤنج میں جا رہے تھے، وہاں پہنچ گیا۔

❁❁

لاؤنج میں دو فلائٹوں کے مسافر پہلے سے موجود تھے اور چند سیٹیں ہی خالی دکھائی دے رہی تھیں۔

یہاں ایک سیٹ پر بیٹھ کر اس نے طائرانہ نظروں سے ارد گرد کا جائزہ لیا اور اپنے ذہن میں پہلے سے موجود تفصیلات کو دہراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

چوہان کا رخ لاؤنج کے ایک کونے میں موجود کافی شاپ کی طرف تھا۔ یہاں سے اس نے کافی کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کپ لیا اور وہیں کھڑے کھڑے پی لیا۔ اب اس کی نظریں بار بار سامنے لگی گھڑی کا جائزہ لے رہی تھیں۔

بالآخر اسے وہ آواز بھی سنائی دی جس کا اب تک وہ منتظر تھا۔ بیک وقت دو فلائٹوں کی آمد کا اعلان کیا جا رہا تھا۔ چند منٹ مزید اس نے ضائع کئے اور جیسے ہی شیشے کی دیوار کے دوسری طرف مسافروں کی آمد شروع ہوئی وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باتھ روم کی طرف چلا گیا۔

باتھ روم سے اس نے لاؤنج میں واپس آنے کی بجائے ایک اور راستہ اپنایا۔ یہ تمام راستے اسے زبانی ازبر کروائے گئے تھے۔ ایئرپورٹ میں آمد اور اخراج کے قریباً سبھی راستے اس کے ہاتھ کی لکیروں کی طرح اس کے دماغ پر نقش تھے۔

اگلے تین منٹ بعد وہ ان مسافروں میں شامل ہو چکا تھا جو 'بیگیج'' کی طرف جا رہے تھے۔

یہ مقامی فلائٹس کے مسافر تھے۔

ہر کوئی جلدی میں دکھائی دے رہا تھا۔ کسی نے اس کی طرف دیکھنے کا تکلف بھی نہیں کیا تھا۔ وہ اطمینان سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ایگزٹ ہال کی طرف جا رہا تھا۔ اپنے بیگ پر لگا سٹکر اتار کر اس نے اپنی جیب میں رکھ لیا تھا اور اب ٹرالیاں کھینچتے مسافروں کے درمیان سے راستہ بناتا ہوا ہال سے باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر بعد ہی وہ ایک ٹیکسی کے ذریعے اس ہوٹل کی طرف جا رہا تھا جہاں اس کے لئے پہلے سے ایک کمرہ آصف خان کے نام پر بک تھا۔

کاؤنٹر پر اس نے صرف اپنا نام بتایا تھا جب کاؤنٹر کلرک کے اشارے پر ایک مؤدب بیرہ اس کی طرف بڑھا اور اس کا بیگ اٹھانا چاہا۔

''ٹھیک ہے چلو......''

اس نے خود ہی اپنا بیگ اٹھا لیا۔

بیرے کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ان کا واسطہ آئے روز ایسے شکی قسم کے بزنس مینوں سے پڑتا رہتا تھا جو اپنا سامان اٹھانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اس نے کمرے کی چابی تھامی اور اس کے آگے آگے چلنے لگا۔

یہ شہر کا مشہور فور سٹار ہوٹل تھا جس کی دوسری منزل پر آصف خان کے لئے کمرہ ایک روز پہلے ہی سے بک ہو چکا تھا۔

ایڈوانس جمع تھا اور بکنگ کروانے والے نے اپنا تعارف ایک بزنس مین کے سیکرٹری کی حیثیت سے کروایا تھا۔

ہوٹل والوں کو جو ہدایات دی گئی تھیں ان سے انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ آصف خان کوئی بڑا

بزنس مین ہے چونکہ وہ پہلی مرتبہ ان کے ہوٹل میں مہمان بن رہا تھا اس لئے اس کی میزبانی میں ہوٹل والوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔

بیرے نے کمرے کا دروازہ کھول کر اسے احتراماً اندر آنے کا اشارہ کیا۔ آصف نے اپنا بیگ ایک طرف رکھا۔ کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر اس کی طرف سو روپے کا ایک نوٹ بطور ٹپ بڑھایا تو ویٹر کے دانت کھلنے لگے۔

''بیس منٹ بعد اچھی سی چائے لے آنا......''

اس نے بے تکلفی سے بیرے سے کہا اور اسے باہر جانے کا سگنل دے دیا۔

بیرے کے جانے کے بعد آصف خان نے دروازہ بند کر لیا اور اپنے کمرے سے ایک مقامی نمبر پر ٹیلی فون کر کے کسی مسٹر ضیائی سے متعلق دریافت کیا۔

اگلے ہی لمحے ضیائی لائن پر تھا۔

''ہیلو مسٹر خان......''

اس نے بے تکلفی سے کہا۔

دونوں نے ایک دوسرے کی خیریت دریافت کی اور ضیائی نے اگلے پندرہ بیس منٹ میں اس کے پاس پہنچنے کا وعدہ کر کے فون بند کر دیا۔

❁❁

خان نے جس نمبر پر مسٹر ضیائی سے بات کی تھی وہ ایک مقامی بزنس آفس تھا اور ضیائی یہاں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھا۔ اس کا اس بزنس آرگنائزیشن سے ایک نوکر ملازم کا تعلق تھا۔

لیکن......

یہاں موجود شاید ہی کسی شخص کو اس بات کا علم تھا کہ فرم کے مالک سیٹھ دارو والا کے نزدیک ضیائی کی حیثیت کیا ہے؟

یہ بات اکثر ملازمین نے نوٹ کی تھی کہ سیٹھ دارو والا اپنے پرسنل منیجر مسٹر ضیائی سے کم از کم ایسا سلوک نہیں کرتا جیسا وہ اپنے دوسرے ملازمین سے کرنے کا عادی تھا۔ دوسرے ملازمین کو تو وہ عام حالات میں انسانوں کا درجہ دینے کے لئے بھی تیار نہیں تھا۔

لیکن......

تین ماہ پہلے ہی جوائن کرنے والے مسٹر ضیائی کو وہ ضرورت سے زیادہ احترام دیتا تھا۔ عام ملازمین کے نزدیک اس کی ایک وجہ مسٹر ضیائی کی قابلیت اور تجربہ تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انہیں بتایا گیا تھا کہ ضیائی نے اس سے پہلے تین چار غیر ملکی فرموں میں بڑے اعلیٰ عہدوں پر کام کیا ہے اور اب بھی سیٹھ داروو الا اسے ایک بڑی تنخواہ کا لالچ دے کر اپنے ساتھ لایا ہے......

ایک بات البتہ سب نے محسوس کی تھی کہ جب سے مسٹر ضیائی نے انہیں جوائن کیا تھا، سیٹھ داروو الا کی ایکسپورٹ اور امپورٹ دونوں میں خاصی تیزی آ گئی تھی اور عموماً سرکاری سطح پر ان کے لئے جو رکاوٹیں کھڑی کی جاتی تھیں، وہ اب ختم ہو رہی تھیں۔ اس کے سرکار دربار میں تعلقات کو سب رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے......

فون موصول ہونے کے چند منٹ بعد ہی ضیائی نے ایک اور نمبر پر فون کر کے مہمان کی آمد کی اطلاع دی اور دوسری طرف سے ہدایات ملنے پر فون رکھ کر وہ گاڑی خود ہی ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل کی طرف چل دیا۔

ضیائی ''سن ہیم ہوٹل'' پہنچا تو لابی میں ایک اور شخصیت اس کی منتظر تھی۔

''ہیلو مسٹر قریشی......''

اس نے بے تکلفی سے وہاں منتظر ڈھلتی عمر کے مسٹر قریشی سے مصافحہ کیا اور اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا ہوٹل کی لفٹ کی طرف چل دیا۔ مسٹر قریشی نے اپنے ہاتھ میں ہو بہو ویسا ہی بیگ پکڑ رکھا تھا جیسا خان کے پاس کمرے میں موجود تھا۔

دروازے پر دستک دے کر دونوں کمرے میں داخل ہوئے اور قدرے جھک کر تعظیم بجالانے کے انداز میں انہوں نے مسٹر خان سے مصافحہ کیا۔

دونوں نے باری باری اپنا تعارف کروایا تھا۔ خان نے دونوں کے چہروں پر بمشکل ایک مرتبہ باری باری نظریں جمائیں اور ایک نظر میں ہی ان کا ایکسرے اپنے ذہن پر نقش کر لیا۔ اب وہ زندگی میں کبھی بھی خان سے ملتے تو وہ انہیں پہچان لیتا۔

کمرے کے فون پر اس نے ہوٹل انتظامیہ کو تین آدمیوں کا لنچ کمرے ہی میں لانے کا آرڈر دیا اور ان کی طرف متوجہ ہوا۔

''مسٹر ضیائی...... میں آپ سے کوئی لگی لپٹی کے بغیر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کی گزشتہ کارگزاری ہرگز مثالی نہیں تھی۔''

اس نے فون رکھنے کے فوراً بعد اپنے سامنے بیٹھے ضیائی سے کہا۔

''میں سمجھا نہیں سر......!''

ضیائی کچھ گھبرا گیا۔

''لک مسٹر ضیائی! آپ اتنے بچے بھی نہیں ہیں کہ مجھے سمجھانا پڑے...... ہماری آپ کی دوستی مشروط ہے۔ آپ کے مطالبات کا ہمیشہ احترام کیا گیا۔ آپ نے جو کچھ کہا آپ کو دیا گیا۔ لیکن رزلٹ کیا ملا؟ گزشتہ تین ماہ میں صرف چھ قتل اور ایک دھماکہ...... آپ کیا ہمیں بے وقوف سمجھتے ہیں...... شاید آپ نہیں جانتے کہ ہمارے پاس آپ کے مقابلے میں دو بہترین آفرز موجود ہیں لیکن پرانی دوستی کے ناطے ہم نے انہیں قبول نہیں کیا......''

خان بول رہا تھا اور ضیائی کو بار بار اپنا خشک حلق تر کرنے کے لئے سامنے بھرے پانی کے گلاس کو منہ سے لگانا پڑتا تھا۔

''آپ مطمئن رہیں جناب! ہم آپ کو اب کوئی موقعہ ہی نہیں دیں گے...... مسٹر قریشی ہمارے بہترین ساتھی ہیں، ان کا ''بائیو ڈیٹا'' آپ کو مل گیا ہوگا...... اس مرتبہ آپ کو بہترین رزلٹ ملے گا......''

ضیائی نے بالآخر ہمت کی۔

''ٹھیک ہے مسٹر ضیائی...... ایک مرتبہ اور سہی...... آپ جانتے ہیں آپ کے پرانے دوستوں کا تبادلہ ہو چکا ہے صرف میں باقی رہ گیا ہوں، لیکن ایجنسی مجھے بھی کہیں اور تبدیل کر سکتی ہے اور نئے لوگ ممکن نہیں کہ ہماری طرح دوستی کا احترام کرتے رہیں۔ اس مرتبہ آپ کو کچھ کر کے دکھانا ہے...... ٹارگٹ میں دے رہا ہوں، ہمیں بہرحال اگلے تین چار روز میں رزلٹ چاہئے...... اگر آپ نے رزلٹ دے دیا تو یہ چیک کیش ہو جائے گا......''

یہ کہتے ہوئے اس نے دس لاکھ روپے کا ایک مقامی بینک کا چیک اس کی طرف بڑھا دیا......!

''تھینک یو سر...... ایسا ہی ہوگا......''

ضیائی نے فوراً چیک اپنی جیب میں محفوظ کر لیا تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی اور ویٹر ان کے لنچ کی ٹرالی کھینچتا اندر آ گیا۔

تینوں نے تجارتی قسم کی گفتگو شروع کر دی......

ویٹر نے میز پر پلیٹیں جمائیں اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

''ٹھیک ہے...... تھینک یو......''

ضیائی نے اسے جانے کا اشارہ کیا۔

ویٹر مؤدب ہو کر باہر چلا گیا......

ضیائی نے خود ہی سب کے لئے لنچ لگایا تھا۔ اس دوران خان نے اپنا بیگ مسٹر قریشی کے سامنے کھول دیا تھا جس میں دنیا کا خطرناک دھماکہ خیز مواد آر ایکس ڈی چھوٹی چھوٹی ٹیوبز کی شکل میں اتنی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مقدار میں موجود تھا جس کے ذریعے آدھا شہر تباہ کیا جا سکے......

قریشی دھماکہ خیز مواد کا ماہر اور اپنے کام میں یکتائے روزگار تھا......وہ بھارتی کیمپوں کا تربیت یافتہ اور بہترین نتائج دینے کے لئے مشہور تھا جس کی خدمات سے مقامی گروپس فائدہ اٹھاتے رہتے تھے۔

خان نے بھارت میں اس کی ساری فائل پڑھ کر ہی اس کا انتخاب کیا تھا اور اب وہ ضیائی کے ساتھ اس کے سامنے موجود تھا۔

❀❀

ضیائی اور قریشی کو کھانے کے دوران ہی خان نے اگلا ٹارگٹ دیا تھا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ کام مکمل ہونے پر انہیں اتنی ہی رقم کا ایک اور چیک بھی دیا جائے گا۔

تھوڑی دیر بعد قریشی وہاں سے چلا گیا۔اس کے ہاتھ میں اب مسٹر خان والا بیگ تھا۔اپنا بیگ وہ مسٹر خان کے لئے وہاں چھوڑ آیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد ہی خان نے بیگ کھولا اور اس میں موجود چیزوں کا جائزہ لینے لگا۔اس بیگ کے ایک خانے میں اس کا ایک مقامی شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور ایسے کاغذات موجود تھے جو اسے آصف خان نامی بزنس مین ثابت کرنے کے لئے کافی تھے۔

پاسپورٹ میں ایک ایئر لائن کا ٹکٹ بھی موجود تھا جس کے ذریعے اسے اگلے روز صبح کی فلائٹ سے کھٹمنڈو جانا تھا......

اس نے یہ سفر کیونکہ ایک پاکستانی شہری کی حیثیت سے کرنا تھا اس لئے ویزے کی پابندی نہیں تھی۔

آصف خان نے صرف ایک نظر میں پاسپورٹ اور شناختی کارڈ پر ڈالنے سے اندازہ کر لیا تھا کہ عام حالات میں کوئی اس جعل سازی کو نہیں پکڑ سکتا۔یوں بھی اسے کسی اہم ملک کا سفر تو اختیار کرنا نہیں تھا۔ایک چھوٹے سے ملک میں جانا تھا جہاں اس کے جانے کا نوٹس لینے کا اختیار ہی کسی کے پاس نہیں تھا۔

اس پاسپورٹ پر پہلے سے چھ مختلف ویزے لگے ہوئے تھے جو ثابت کرنے کے لئے کافی تھے کہ ماضی میں بھی صاحب پاسپورٹ خاصی غیر ملکی سیاحت کر چکے ہیں اور اس کا پیشہ بھی بزنس لکھا تھا۔

مطمئن ہو کر اس نے کاغذات دوبارہ اپنی اپنی جگہ رکھ دیئے اور تھوڑی دیر بعد ضیائی رخصت ہو گیا۔اس کی روانگی کے کچھ دیر بعد ہی آصف خان بھی ایک پرائیویٹ کار کے ذریعے ہوٹل سے باہر آ گیا۔یہ کار اس نے ہوٹل ہی سے حاصل کی تھی اور شام تک اس نے کار ڈرائیور کو شہر کے متعدد تجارتی دفاتر کے چکر لگوا کر ثابت کر دیا تھا کہ وہ کوئی بڑا بزنس مین ہے۔

یہ الگ بات کہ اس نے ان دفاتر کے سوائے ویٹنگ رومز کے اور کہیں [illegible] نہیں کیا تھا۔ہر جگہ دس

دس پندرہ پندرہ منٹ ضائع کرنے کے بعد بالآخر رات ڈھلنے پر وہ ہوٹل واپس آ گیا۔

ڈنر اس نے ہوٹل کے باہر ہی کیا اور اپنے کمرے میں لمبی تان کر سو گیا......کیونکہ اسے اگلے روز صبح نو بجے کی فلائٹ پکڑنی تھی۔

❀❀

رائل جارڈینین ایئر لائن کے جہاز کا عملہ اس خبر سے پریشان ہو گیا تھا کہ اس کا ایک مسافر غائب ہے۔

مسافر کے لئے انہوں نے مزید ایک گھنٹہ انتظار کیا اس کے لئے متعدد اناؤنسمنٹ کی گئیں۔بالآخر انہوں نے پاکستان کے سکیورٹی حکام کو اس حادثے کی خبر دی اور جہاز کے سارے مسافر اتار کر جہاز کا سکیورٹی چیک شروع کر دیا گیا......

سکیورٹی حکام اور جہاز کے عملے کے لئے یہ خبر مزید پریشان کن تھا کہ غائب ہونے والے مسافر نے اپنا ایک بیگ ''چیک ان'' کیا تھا، وہ کہاں غائب ہو گیا؟

یہ بات تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ یہ سب کچھ پاکستانی سکیورٹی حکام کو الجھائے رکھنے کی چال ہے۔

ہر مسافر سے اس کی سامان کی شناخت کروائی گئی......

جہاز میں موجود اردن کی رائل سکیورٹی سروسز کے آفیسر نے تمام مسافروں کا سامان باری باری کھلوا کر اس کا معائنہ کیا۔

جہاز کو متعدد بار چیک کیا گیا......

بالآخر قریباً پانچ گھنٹے مغز ماری کرنے کے بعد وہ لوگ ایک ہی نتیجے پر پہنچے کہ چوہان نامی مسافر جو بمبئے سے سوار ہوا تھا، وہ اپنے سامان سمیت غائب ہو گیا۔البتہ اس کے دستی سامان کا کچھ حصہ ایک بیگ میں محفوظ تھا جس میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جس سے اس کی شناخت ہو سکے......

جہاز کے عملے نے پاکستانی حکام کی درخواست کے باوجود یہ سامان ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور جہاز اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس دوران جہاز کے ہر مسافر نے جی بھر کے عملے کو گالیوں سے نواز دیا تھا......!

دوسرے روز آصف خان کو ہوٹل والوں نے اس کی ہدایت پر صبح چھ بجے جگا دیا اور سات بجے وہ ہوٹل کی گاڑی میں ایئر پورٹ کی طرف چل دیا۔

فلائٹ ان ٹائم تھی......

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے اپنے دستی بیگ کے ساتھ سفر کرنا تھا......

اس کی پوزیشن اور پاسپورٹ پر لگے ویزوں کو دیکھنے کے بعد شک کی گنجائش ہی باقی نہیں رہ جاتی تھی۔

اطمینان سے جہاز کی اکانومی کلاس میں سفر کرتا چوہان کھٹمنڈو پہنچ گیا جہاں ایئرپورٹ کے باہر اس کے مقامی اس کے منتظر تھے۔

مبارکباد اور داد و تحسین سمیٹتا وہ کار میں بیٹھا اور چند گھنٹے بعد بھارت کی سرحد میں داخل ہو گیا۔

اس کی آمد اور روانگی مشن کی او کے رپورٹ سمیت اسلام آباد کے بھارتی ہائی کمیشن میں موجود ''را'' کے ایریا آفیسر تک بڑے محفوظ اور فول پروف طریقے سے پہنچ چکی تھی۔

❁❁❁

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

یعسوب اپنے آرام دہ کمرے کے نرم و گداز بستر پر محو خواب تھا جب اچانک ہی وہ ہڑبڑا کر اٹھ گیا گو کہ ابھی اس کا بیدار ہونا ضروری نہیں تھا۔ لیکن اپنی عادت سے وہ مجبور تھا۔ صبح چھ بجے اس کی آنکھ بہر صورت کھل جاتی تھی۔

بستر سے اٹھ کر وہ پلنگ پر ہی ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ رہا۔

گھڑی کی سوئیاں چھ بجا رہی تھیں۔

چند منٹ وہاں اسی پوزیشن میں بیٹھنے کے بعد اس نے ایک زوردار انگڑائی لی اور اٹھ کر اپنے کمرے کی کھڑکی کھول دی۔

نمی سے لبریز ہوا کا جھونکا اس سے ٹکرایا اور اس کے مشام جان کو معطر کر گیا۔ یہ بمبئی کا پوش علاقہ تھا جہاں سمندر کنارے ایک خوبصورت کالونی میں موجود ''را'' کے سیف ہاؤس میں جو وی آئی پی مہمانوں کے لئے مخصوص تھا، اسے ٹھہرایا گیا تھا۔

کھڑکی سے وہ کچھ فاصلے پر بہتے سمندر کی لہروں کو جوش و خروش سے ساحلوں پر سر پٹختے دیکھتا رہا۔

سمندر اپنے جوبن پر تھا اور لہروں کا شور یہاں بہت واضح سنائی دے رہا تھا۔

کچھ سوچ کر اس نے غسل خانے کا رخ کیا اور تھوڑی دیر بعد وہ ٹریک سوٹ پہن کر کمرے سے باہر جانے کے لئے تیار تھا۔

کمرے کا دروازہ جیسے ہی اس نے کھولا، ایک مستعد سکیورٹی گارڈ اس کے سامنے موجود تھا۔

سر......!

اس نے یعسوب کی شکل دیکھتے ہی بے ساختہ حکم طلب کیا۔

''کچھ نہیں تم جاؤ ...... میں ذرا سیر کے لئے باہر جاؤں گا......''

اس نے گارڈ سے کہا جو حیران پریشان ایک طرف ہٹ گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایسے وی آئی پی صاحب سے اس کا واسطہ پہلی مرتبہ پڑا تھا۔ عموماً اس ''سیف ہاؤس'' میں وہی لوگ آتے تھے جو سیاہ شیشوں والی بند گاڑیوں میں آتے اور یہاں سے بند گاڑیوں میں باہر جاتے تھے۔ اس نے آج تک یہاں کوئی ایسا صاحب نہیں دیکھا تھا جس نے صبح چھ بجے سیر کرنے کا پروگرام بنایا ہو۔ چونکہ یہ نئی بات تھی جس نے اسے قدرے پریشان کر دیا۔ گو کہ سکیورٹی انچارج کا حکم تھا کہ کمرہ نمبر ایک کے صاحب وی آئی پی ہیں اور ان کے ہر حکم کی تعمیل اپنے باس کے حکم کی طرح کرنی ہے۔

لیکن......

اس عمارت کے کسی مکین کو باہر جانے کی اجازت نہیں ہے؟

یہ اہم سوال اسے پریشان کر رہا تھا۔ جیسے ہی یعسوب کمرے سے باہر نکلا، اس نے کاؤنٹر کے کونے پر موجود انٹر کام پر فوراً اپنے سکیورٹی چیف سے رابطہ کیا اور اسے بتایا کہ کمرہ نمبر ایک والے صاحب جوگنگ کرنے جا رہے ہیں۔

سکیورٹی چیف کے لئے بھی یہ اچنبھے کی بات تھی۔ اس نے فوراً آہلووالیہ سے رابطہ کیا جو ابھی گہری نیند سو رہا تھا۔

لیکن...... جس نے اس ''صاحب'' سے متعلق ریڈ الرٹ کیا ہوا تھا، اور سبھی سے کہا تھا کہ اس سے متعلق کسی بھی بات کے لئے ایک لمحے کا توقف نہ کیا جائے۔

آہلووالیہ کو مخصوص نمبر پر بجنے والی گھنٹی نے جگایا اور اس نے قدرے گھبرا کر فون اٹھایا۔ کیونکہ اتنی جلدی اسے فون کی توقع نہیں تھی۔ یہ لائن صرف اسی ''سیف ہاؤس'' سے متعلق معاملات کے لئے مخصوص تھی۔

''سر معافی چاہتا ہوں ''سپیشل گیسٹ'' جاگنگ کے لئے جا رہے ہیں......''

فوراً ہی سکیورٹی چیف نے کہا کیونکہ اسے اپنے سامنے رکھے ٹی وی مانیٹر کی سکرین پر یعسوب دکھائی دینے لگا تھا۔ اگلے دو منٹ بعد وہ مین گیٹ پر پہنچ جاتا...... آہلووالیہ چکرا کر رہ گیا......

ایک تو گزشتہ دو دونوں کی محنتِ شاقہ نے اسے تھکا دیا تھا اب اچانک یہ مصیبت آن پڑی تھی۔

''ٹھیک ہے...... جانے دو...... لڑکوں سے کہو نظر رکھیں...... خبردار اسے معلوم نہ ہونے پائے۔ اسے کسی صورت ناراض ہونے کا موقع نہ ملے......''

آہلووالیہ نے فوراً ہی ہدایات جاری کیں اور فون رکھ کر دوبارہ اوندھے منہ لیٹ گیا۔

یعسوب مین گیٹ تک اندر سے پہنچا تھا جس پر موجود پہرے دار نے اس کی اطاعت میں سر جھکایا اور گیٹ کا چھوٹا دروازہ کھول دیا جس سے یعسوب باہر نکل گیا۔

سیف ہاؤس کے سکیورٹی چیف نے واکی ٹاکی پر عمارت کے باہر موجود ''را'' کے ایجنٹوں میں سے دو کو یعسوب کی نگرانی کی ہدایات جاری کر دی تھیں۔ یہ لوگ چوبیس گھنٹے اس عمارت کے باہر کسی نہ کسی بھیس میں موجود رہتے تھے۔ اس عمارت کے نزدیک دور کی کوئی معمولی سی حرکت بھی ان سے پوشیدہ نہیں تھی۔

عین ممکن ہے کہ اس عمارت کے مکینوں کو اس بات کا علم نہ رہا ہو لیکن یعسوب سے کچھ پوشیدہ نہیں تھا۔

وہ جانتا تھا کہ اس کی نگرانی کی جا رہی ہے۔

لیکن...... اسے اس کی پرواہ نہیں تھی۔

اگر وہ چاہتا تو نگرانی کرنے والوں کو چکمہ دے کر کسی بھی طرف نکل جاتا لیکن اس نے اس کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

وہ تو بڑے اطمینان سے ساحل سے کچھ فاصلے پر موجود لکڑی کے اس بنچ تک پہنچا تھا جس پر ''را'' کا ایک محافظ گیروی رنگ کے کپڑے پہنے سادھو کے روپ میں آلتی پالتی مارے آنکھیں بند کر کے تپسیا کے انداز میں کسی منتر کا جاپ کر رہا تھا۔

دل ہی دل میں مسکراتے یعسوب نے اپنے پاؤں میں پہنے ربڑ کے جوتے اتار کر یہاں رکھے اور بھاگتا ہوا ساحل تک پہنچ گیا۔

اب اس کے پاؤں ساحل کی گیلی ریت میں دھنسنے لگے تھے۔ یعسوب نے یہاں بھاگنا شروع کیا اور ساحل کے ساتھ ساتھ بھاگتا چلا گیا۔ دور نزدیک کوئی ذی ہوش دکھائی نہیں دے رہا تھا اور سمندری چٹانوں کے سلسلے میں ایک جگہ خود کو چھپائے ہوئے ''را'' کا محافظ دوربین کے ذریعے اس پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

لیکن......

یعسوب ساحلِ سمندر پر بھاگتا ہوا اتنا دور نکل گیا تھا کہ اب اسے یعسوب پر نظریں جمائے رکھنا کار دارد تھا۔

اس صورتحال سے اس نے عمارت میں موجود سکیورٹی چیف کو باخبر رکھا تھا۔ جس نے اپنے طور پر ایک ہی ہدایت بار بار دی تھی کہ کسی بھی طرح مہمان کو ناراض ہونے کا موقع نہ ملے۔

عموماً ان سیف ہاؤسز میں آنے والے مہمانوں کی خاطر مدارت کے لئے انہیں شراب و شباب کا اہتمام کرنا ہوتا تھا۔

لیکن...... عجیب بات تھی کہ یعسوب کی طرف سے ایسی کوئی فرمائش نہیں کی گئی تھی......

یہ سب کچھ خلافِ توقع تھا......

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سیف ہاؤس انچارج کی طرف سے اس کی آمد سے پہلے ہی یہاں اس کے لئے سب کچھ جمع کر دیا گیا تھا اور اس کے کمرے میں بطور خاص دو لڑکیوں کو باری باری بھیجا بھی تھا۔ لیکن ...... یہ شخص تو گویا پتھر کا تھا۔

کیا مجال جو اس نے آنکھ اٹھا کر بھی ان میں سے کسی ایک کو دیکھا ہو۔

اس کی دوسری حرکت بھی خلاف توقع تھی۔ یہاں آنے والے مہمان صبح سیر کرنے کے بجائے کچھ اور کیا کرتے تھے جبکہ یعسوب جاگنگ کررہا تھا۔

❁❁

سیف ہاؤس انچارج نے ابھی تک یعسوب کی صرف ایک ہی جھلک دیکھی تھی کیونکہ یہاں کے مہمانوں کی شناخت کو سکیورٹی سٹاف سے بھی پوشیدہ رکھا جاتا تھا۔ اس لئے وہ بھی یہاں آنے والوں کی شخصیت صرف انداز سے ہی جان سکتے تھے۔

یعسوب سے متعلق ہر شخص کو یقین تھا کہ یہ کوئی بہاری ناگرک ہے......

کسی کے وہم وگمان میں یہ بات نہیں تھی کہ یعسوب ''موساعد'' کا کیٹسا ہے۔ اس کا قد کاٹھ، گفتگو اور جتنے شدھ لہجے میں اس نے اردو میں بات کی تھی، اس سے کوئی بھی اسے پاکستانی یا بھارتی کے علاوہ کچھ اور سمجھنے کے لئے تیار نہیں تھا۔

عین ان لمحات میں جب یہاں کے ذمہ دار یعسوب پریز کی نیشنلٹی کا اندازہ لگانے میں کوشاں تھے۔ یہاں سے دو فرلانگ کی دوری پر یعسوب سمندر کی لہروں کے ساتھ ساتھ گیلی ریت پر بھاگتا اپنے ماضی میں گم تھا۔

اسے بیس سال پہلے کا اپنا لڑکپن یاد آ رہا تھا جب وہ بمبئے کے ایک علاقے میں بڑی بلڈنگ کے فلیٹ میں رہائش پذیر تھے۔

اس بلڈنگ میں اس کے علاوہ تین اور یہودیوں کے فلیٹ تھے اور یہ لوگ صدیوں سے یہاں کے مکین تھے۔ اس کا دادا جو اسرائیل جانے کے کچھ عرصہ بعد ہی مر گیا تھا، انہیں بتایا کرتا تھا کہ تین سو سال سے وہ یہاں رہتے آ رہے ہیں، ان کے آباؤاجداد کی قبریں یہاں موجود ہیں۔

لیکن......

ایک دن اچانک اس کے دادا نے بھارت کو خیر باد کہنے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ اسرائیل کو ان کی ضرورت تھی اور دنیا بھر میں موجود یہودی اسرائیل کا رخ کر رہے تھے...... جس بلڈنگ میں ان کا فلیٹ تھا، وہاں دو پارسیوں کے علاوہ باقی تمام مسلمانوں کے گھر تھے، صرف نچلی منزل پر ایک ہندو گھرانہ رہتا تھا۔

یعسوب نے اپنی ابتدائی تعلیم یہیں حاصل کی تھی اور مسلمانوں سے اپنی دوستی کی وجہ سے اس کی خاصی عادتیں ان سے ملنے لگی تھیں۔ اگر وہ مزید پانچ چھ سال تک ان میں گزار لیتا تو یعسوب کے دادا کو یہ خطرہ لاحق رہنے لگا تھا کہ کہیں ان کا پوتا مسلمان نہ ہو جائے۔ کیونکہ وہ اپنے دن کا زیادہ حصہ مسلمان ہمسایوں کے گھر میں ہی بسر کیا کرتا تھا۔

اگر شام ڈھلنے کے بعد اس کی خاندانی روایات کے خلاف اسے گھر سے باہر رہنے کی آزادی مل جاتی تو شاید وہ رات کا زیادہ حصہ بھی وہیں گزارتا......

لیکن......!

اس کے دادا نے یعسوب اور اس کی بہن کو سختی سے ہدایت کر رکھی تھی کہ شام کے بعد وہ کبھی گھر سے قدم باہر نہ نکالیں۔

ان کا باپ یعسوب کی پیدائش کے تین سال بعد ہی مر گیا تھا لیکن اس کی ماں نے پھر کہیں شادی نہیں کی حالانکہ اسے یہودی خاوند آسانی سے بمبئے ہی میں مل سکتا تھا۔ تب اس کے دادا کو ایک ہی دھن لگی تھی کہ جتنی جلدی ممکن ہو وہ لوگ اسرائیل میں آباد ہو جائیں کیونکہ وہی ان کا اصلی وطن تھا اور دنیا کے ہر یہودی کا فرض تھا کہ وہ اپنے وطن کے لئے ہر ممکن خدمات انجام دے۔

یعسوب کا جی تو یہی چاہتا تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو وہ اڑ کر وہاں پہنچ جائے جہاں آریہ نگر میں موجود اس پرانی عمارت کی دوسری منزل پر اس کا بچپن کا ساتھی اسلم عباس رہتا تھا۔ خدا جانے اب وہ کہاں ہوگا؟

حیرت کی بات تھی کہ اس نے ''موساعد'' کا ''کیٹسا'' ہونے کے باوجود ابھی تک اسلم کو نہیں بھلایا تھا۔ اسلم کی والدہ، اس کی بہن عارفہ اور...... بہت سے نام اس کے ذہن میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔

جب کبھی وہ اپنے ماضی کے حوالے سے سوچتا تو اپنے دہرے معیارِ زندگی پر لعنت بھیجنے کو جی چاہتا کہ وہ کتنا منافق ہے۔

بظاہر بڑا کٹر یہودی، مسلمانوں کا ازلی اور ابدی دشمن اور اصل میں اندر سے پورا نہیں تو آدھا مسلمان۔

اس نے دل ہی دل میں اسلم سے ملاقات کے عزم کو دہرایا اور اپنی رفتار بڑھا دی۔ قریباً آدھ گھنٹہ سمندر کنارے بھاگنے اور سخت قسم کی ورزش کرنے کے بعد وہ اس جگہ واپس پہنچا جہاں ایک سادھو کے پاس اپنے جوتے چھوڑ گیا تھا، تو سادھو جوتوں سمیت غائب تھا۔

اردگرد لوگ بھاگ دوڑ میں مصروف تھے، شاید یہ سب یہاں مستقل سیر کے لئے آنے والے شہری تھے، جو وہاں ایک اجنبی کو دیکھ کر حیران بھی ہو رہے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یعسوب دل ہی دل میں مسکرا کر رہ گیا۔

اس طرح "را" نے شاید اس پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ اس کی نگرانی نہیں کی جارہی کیونکہ یعسوب اندازہ لگا چکا تھا کہ سادھو کے روپ میں دراصل وہ "را" کا ایجنٹ ہی تھا جو اس کی نگرانی کے لئے یہاں موجود تھا۔

اب سادھو کے جوتوں سمیت غائب ہونے کا مطلب یہ تھا کہ وہ کوئی ایجنٹ نہیں بلکہ پاکھنڈی قسم کا سادھو تھا جو موقع ملتے ہی اس کے جوتے لے کر چمپت ہوگیا۔ ننگے پاؤں وہ چلتا ہوا سیف ہاؤس تک پہنچ گیا......

اسے ننگے پاؤں تو سب نے دیکھا۔

لیکن......

نجانے اس کی آنکھوں میں کیا بجلیاں بھری تھیں کہ یہاں کسی کی نظر اس کے چہرے پر ٹکتی ہی نہیں تھی اور نہ ہی کوئی آنکھ ملا کر اس سے بات کرنے کی ہمت پاتا تھا......

سکیورٹی چیف نے بھی خاموشی اختیار کرلی تھی۔

یعسوب نے کمرے میں پہنچ کر باتھ لیا اور تھوڑی دیر بعد جب وہ کپڑے پہن کر تیار ہوچکا تھا، تو ناشتے کی میز پر آہلووالیہ اور چوہان اس کے منتظر تھے۔

❁❁

"مسٹر چوہان......اور آپ مسٹر یعسوب۔"

آہلووالیہ نے دونوں کا تعارف ایک دوسرے سے کروایا۔

یعسوب نے اپنا ہاتھ چوہان کی طرف دور ہی سے بڑھا دیا لیکن چوہان نے خاصی گرم جوشی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"مسٹر یعسوب! میرے ساتھی مسٹر چوہان کا آنا جانا اکثر لگا رہتا ہے۔ ابھی دو روز پہلے بھی یہ کراچی کا چکر لگا کر آئے ہیں...... مستقبل میں آپ کو مسٹر چوہان کے ساتھ مل کر کام کرنا ہے۔ کام کا طریق کار آپ مل کے طے کرلیں...... میں اپنی دانست میں ایجنسی کا سب سے زرخیز دماغ آپ کے حوالے کر رہا ہوں...... آپ کو مستقبل میں جس قسم کے وسائل درکار ہوں گے، وہ مسٹر چوہان مہیا کریں گے۔ میں آج کے بعد شاید لمبے عرصے تک آپ سے نہ مل سکوں...... اب آپ سے مسٹر چوہان کا رابطہ رہے گا...... بھارت میں آپ کا قیام یہیں ہوگا یا جہاں بھی آپ پسند کریں...... میرے خیال سے آپ دونوں صاحبان ناشتہ کریں اور مجھے اجازت دیں کیونکہ مجھے کافی دیر کے بعد اپنے بچوں کے ساتھ ناشتہ کرنے کا موقع مل رہا ہے......Any Way Best of All۔ اب آپ سے ملاقات روانگی پر ہوگی۔"

آہلووالیہ شاید بہت جلدی میں تھا کیونکہ اس نے بغیر تمہید باندھے یعسوب سے چوہان کا تعارف کروادیا تھا۔

"ٹھیک ہے سر! امید ہے کہ مسٹر چوہان سے میری کمپنی بہت اچھی رہے گی...... میں فی الحال دو تین دن یہیں رک کر ذرا تازہ دم ہوں گا۔ مسٹر چوہان سے گپ شپ رہے گی جس کے بعد ادھر کے حالات بھی دیکھ لیں گے......"

اس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"گڈ ڈے......"

آہلووالیہ نے کھڑے کھڑے اس کی بات سنی اور دروازہ بند کر کے باہر نکل گیا۔

❁❁

تھوڑی دیر بعد دونوں کے سامنے دو خوبصورت ویٹرس بڑا پر تکلف ناشتہ چن رہی تھیں۔ شاید آہلووالیہ نے "موساعد" سے بطور خاص یعسوب کی پسندیدہ ڈش دریافت کرلی تھی یا پھر اسے اس کا اندازہ تھا۔ اگر ایسی بات تھی تو اس نے کمال کی قوت متخیلہ پائی تھی۔ کیونکہ یہاں ہر وہ شے موجود تھی جو یعسوب صبح ناشتے پر دیکھنا پسند کرتا تھا۔

وہ صبح پیٹ بھر کر ناشتہ کرنے کے بعد پھر رات کو ڈنر کھانے کا عادی تھا......!

اپنے سامنے رکھے گوشت کے ٹکڑے پر اس نے طائرانہ نظر دوڑائی اور یوں ہی چوہان کی طرف دیکھا۔

"کوشر ہے۔" (یہودی ذبح کیا ہوا گوشت)

چوہان کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا حالانکہ اس نے یہ سوال نہیں پوچھا تھا۔

"شکریہ......"

یعسوب نے بھاپ سے پکے گوشت کا ٹکڑا اٹھاتے ہوئے کہا۔

"آپ میرے مزاج شناس دکھائی دیتے ہیں......ہم یہودی لوگ کتنے ہی ایڈوانس ہو جائیں، مسلمانوں کی طرح اندر سے دھارمک ہی رہتے ہیں......معلوم نہیں یہ ہماری کمزوری ہے یا بہادری......اچھی بات ہے یا بری بات، بہرحال ایسا ہے ضرور......میری درخواست ہے کہ مجھے جھٹکے کا گوشت نہ کھلایا جائے۔"

اس نے چوہان کی طرف دیکھے بغیر اپنی بات مکمل کی۔

"ایسا ہی ہوگا......!"

چوہان کے بجائے وہاں موجود ویٹرس نے جو خود "را" کی تربیت یافتہ آفیسر تھی، بڑی مستعدی اور احترام سے گردن جھکائی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چوہان نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی تھی۔ اسے یعقوب کی یہ بات عجیب سی لگی تھی کہ وہ مسلمانوں سے مشابہت بنا رہا تھا۔

دونوں خاموشی سے باتیں کرتے رہے۔ اس دوران دو تین مرتبہ چوہان نے کچھ اور خاص قسم کے جملے کہے، وہ اپنے معزز مہمان کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتا تھا کہ اسے یعقوب کی کوئی بات یا عادت بری لگی ہے۔

اسے حکم ملا تھا کہ یعقوب کی ہر عادت اور بات کا احترام کرنا ہے خواہ وہ اس کے مزاج اور مرضی سے کتنی ہی خلاف کیوں نہ ہو......!

چوہان اس کھیل کا پرانا کھلاڑی تھا۔ کسی بھی مشکل ترین مرحلے پر وہ آگ کے سمندر میں کود جانے سے ذرا نہیں چوکتا تھا۔ اس سے پہلے ہی دوسری ایجنسیوں کے لوگوں سے مل کر کچھ "جائنٹ وینچر" کر چکے تھے۔ لیکن "موساد" کے اس ایجنٹ کو اس کی دانست میں ضرورت سے زیادہ اہمیت دی جا رہی تھی۔ جس کی وجہ اسے تو سمجھ نہیں آئی تھی۔

لیکن......

ایک بات وہ ضرور جانتا تھا کہ یہ سب کچھ یونہی نہیں ہو رہا!

اپنے بڑوں سے متعلق وہ کسی خوش فہمی یا غلط فہمی کا شکار کبھی نہیں رہا تھا اور جانتا تھا کہ یہاں ضرورت اور مطلب کے بغیر تو اپنے والدین کو اہمیت نہیں دی جاتی...... اگر اس شخص کو اتنا پروٹوکول دیا جا رہا تھا تو ضرور وہ لوگ اس سے بڑی توقعات باندھے ہوں گے۔

"میرے خیال سے اب کچھ گپ شپ کر لی جائے۔"

چوہان نے ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد کہا۔

"اوہ! کیوں نہیں......"

یعقوب شاید کچھ سوچ رہا تھا۔

چوہان اندازہ نہ کر سکا کہ ابھی تک اس کا ذہن اپنے ماضی میں اٹکا ہوا ہے۔

"تشریف لائیں۔"

چوہان نے کھڑے ہو کر ایک طرف آنے کا اشارہ کیا۔

دونوں تھوڑی دیر بعد ایک بغلی کمرے میں موجود تھے جہاں کی دیواریں نقشوں سے بھری تھیں اور یہ سب پاکستان کے نقشے تھے۔

❁❁❁

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

چوہان نے ایک چھوٹی سی چھڑی کی مدد سے پاکستان کے مختلف شہروں پر جہاں پہلے ہی سے نشان لگے ہوئے تھے، اشاروں کے ذریعے خاصی لمبی بریفنگ دی تھی۔ اسے یعقوب نے اپنی حرکت سے اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ ان شہروں اور پاکستان سے متعلق اس سے زیادہ معلومات رکھتا ہے کیونکہ اس کی تربیت ہی اسلامی ممالک میں تباہی پھیلانے کے لئے کی گئی تھی۔ جب چوہان اسے پاکستان سے متعلق اپنے گھناؤنے عزائم سے آگاہ کر رہا تھا، یعقوب کا وجدان اسے یہاں سے اسرائیل واپس لے گیا۔

وہ لوگ بمبئے سے بحری جہازوں کے ذریعے کس طرح یروشلم تک پہنچے تھے!

اسے صرف اتنا یاد تھا کہ اس کا دادا انہیں ایک بحری جہاز سے قبرص لے کر آیا تھا۔ عارفہ اور اسلم نے روتے ہوئے ان سے علیحدگی اختیار کی تھی۔ دادا کے ناراض ہونے کے باوجود یعقوب اس روز رات دیر گئے تک ان کے گھر رہا۔ قسمیں کھا کھا کر اسلم اور عارفہ کو یقین دلایا تھا کہ وہ موقع ملتے ہی ان سے ضرور ملنے آئے گا، انہیں کبھی نہیں بھلا سکے گا۔

"بھلا کوئی اپنا بچپن بھی بھلا سکتا ہے۔"

اس نے منہ بسورتی عارفہ سے کہا۔

صبح دم جب وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر بندرگاہ کی طرف جا رہے تھا تو اسلم اور عارفہ نے سسکیاں لے کر رونا شروع کر دیا۔ اس کی اپنی حالت بھی مختلف نہیں تھی۔ وہ بھی بچوں کی طرح رو رہا تھا......

ایک اس کا دادا تھا، جو غصے سے لال پیلا ہو رہا تھا......

"کیا بے ہودگی ہے...... سمجھاؤ اسے۔ پاگل ہو گیا ہے کیا۔ ان مسلمانوں سے الگ ہو کر رو رہا ہے...... اس کی عقل کیا گھاس چرنے گئی ہے۔"

اس کا بوڑھا دادا اضحاک اپنی بہو سے کہہ رہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"کیا کرے، بے چارے کی زندگی میں ان دونوں کے علاوہ ہے ہی کیا...... آپ تو جانتے ہی ہیں اس نے اب تک زندگی کا ایک دن بھی ان دونوں کے بغیر نہیں گزارا...... دکھ تو ہوگا ہی...... لیکن بے فکر رہیے، اسرائیل پہنچ کر سب ٹھیک ہو جائے گا...... یہ سب وقتی باتیں، وہاں جا کر بھول جائے گا......"

اس نے اپنے سسر کو تسلی دی۔

"بہرحال یہ اچھا نہیں ہوا۔ کاش میں نے پہلے اس پر دھیان دیا ہوتا۔"

بوڑھے اضحاک نے پہلو بدل کر کہا۔

❁❁

یعسوب کو ابھی تک عارفہ اور اسلم کی بھیگی آنکھیں یاد تھیں......!

قبرص سے وہ ایک اسرائیلی جہاز میں سمگل ہو کر یروشلم پہنچے تھے جہاں سے انہیں تل ابیب پہنچا دیا گیا تھا۔

ان دنوں دنیا کے کونے کونے سے اسرائیلی حکومت یہودیوں کو سمگل کر کے اپنے ملک میں پہنچانے کے لئے کوشاں تھی اور تل ابیب کی جس نواحی بستی میں ان کا قیام تھا، شاید یہ بستی نو واردوں کے لئے ہی بنائی گئی تھی۔

ہر دوسرے تیسرے روز دنیا کے کسی نہ کسی ملک سے یہاں سمگل کر کے فیملی کو لایا جاتا تھا۔ جہاں انہیں رکھا گیا تھا وہاں زیادہ بھارت، ایران اور کمیونسٹ ممالک سے بھاگ کر آنے والے یہودی کنبے بسائے گئے تھے......

یعسوب تب آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا، اس کا شعور بالغ تھا۔ یہاں پہنچ کر اسے سب سے پہلے اس بات کا علم ہوا تھا کہ وہ اول آخر یہودی ہے۔ جس کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہودیت اور عظیم اسرائیل کے لئے جینا اور مرجانا ہے۔ چونکہ وہ پیدائشی طور پر دنیا کی سب سے عظیم قوم کا سپوت ہے، اسے اپنی عظمت کا احساس ہونا چاہئے اور اسے نہ صرف اپنے اسی "کریڈٹ" کی رکھوالی کرنی ہے بلکہ اپنے ملک اسرائیل کو بھی عظیم تر بنانا ہے۔

ان کی کفالت حکومت کا ذمہ تھی......

یہاں پہلی مرتبہ اسے احساس ہوا کہ حکومت کے لئے سب یہودی برابر تھے۔ کالے، گورے، سانولے کی کوئی تمیز نہیں تھی۔ ان کی بستی کے تیسرے گھر میں لندن سے آنے والی ایک یہودی فیملی آباد تھی لیکن سرکاری افسران کا سلوک ان کے ساتھ امتیازی نہیں تھا۔ اسے دوسرے ہی روز ایک بس کے ذریعے تل ابیب کے ایک اسکول میں پہنچایا گیا جہاں اس سے سارا دن عورتیں اور مرد مختلف قسم کی باتیں

کرتے رہے۔ ان میں اردو، ہندی بولنے والے بھی تھے اور اس کی طرح ٹوٹی پھوٹی انگریزی جاننے والے بھی۔ وہ لوگ اپنے سامنے ایک کاغذ رکھ کر بیٹھ جاتے اور اس سے دوستانہ ماحول میں باتیں کرتے ہوئے اپنے سامنے دھرے کاغذات پر نوٹ کرتے رہتے۔

تین دن تک یہ سلسلہ جاری رہا......!

صبح کا ناشتہ انہیں بستی کے مرکز میں واقع ایک بڑے کمیونٹی ہال میں حکومت کی طرف سے کروایا جاتا جو ہرگز مہاجروں والا ناشتہ نہیں بلکہ ان کی توقعات سے زیادہ سے بھرپور ہوتا تھا۔

مختلف یہودی این جی او تنظیمیں وہاں آتیں، ان کے لئے بہترین کپڑے، سامان زندگی فراہم کیا جاتا۔

یعسوب کا داخلہ مقامی سکول میں ہو گیا تھا۔ جہاں وہ صبح جاتا اور سہ پہر کو واپس لوٹتا۔ جس کے بعد شام ڈھلے پھر اسے سپیشل کوچنگ کروائی جاتی۔ اسے بتایا گیا کہ عظیم یہودیوں کی زبان عبرانی ہے۔ جسے سیکھنا ہر یہودی کا فرض ہے اور ان سپیشل کلاسوں میں انہیں عبرانی کے علاوہ انگریزی سکھائی جاتی تھی......

یہاں زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو صرف اپنی مادری زبانیں جانتے تھے خصوصاً کمیونسٹ ممالک سے سمگل ہو کر آنے والے یہودی!

لیکن......

ان سب کو انگریزی میں تعلیم دی جاتی تھی......

یعسوب کی خوش قسمتی تھی کہ بمبئی میں اس کی تربیت انگریزی زبان میں ہوئی تھی۔ وہ ایک مشنری سکول میں اسلم کے ساتھ ہی پڑھتا تھا۔ عارفہ البتہ مسلم سکول میں پڑھتی تھی۔ آٹھویں جماعت تک اسے انگریزی سے خاصی شُد بُد ہو چلی تھی۔

ذہانت اسے اللہ تعالیٰ نے خصوصی ودیعت کی تھی۔ اس ذہانے کے بل بوتے پر وہ دیکھتے ہی دیکھتے اپنے ہم جماعتوں سے آگے نکل گیا۔ ڈیڑھ دو سال میں وہ اپنے سکول ہی کا نہیں اپنے بورڈ کا ذہین ترین طالب علم شمار ہونے لگا۔

تب اسے اس بات کی سمجھ نہیں آتی تھی کہ گھر کے علاوہ بھی اس کا ایک ٹیچر بطور خاص فالتو وقت میں اس کے ساتھ یعسوب کی مادری زبان میں ہی کیوں بات کرتا تھا۔ اس بات کا علم تو اسے بہت بعد میں ہوا کہ اسے عظیم یہودی سلطنت نے بہت پہلے ہی سے کئی عظیم مشن کے لئے منتخب کر رکھا تھا اور اس کی ساری تربیت اب اس نہج پر کی جا رہی تھی۔

لڑکپن ہی سے وہ اپنے قد کاٹھ اور جسمانی ساخت کے اعتبار سے منفرد شخصیت کا حامل دکھائی دیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کرتا تھا۔اس کی یہی خوبی اب یہاں بھی کام آئی تھی اور اس کے کرتا دھرتا یعسوب کا انتخاب عظیم خدمات کے لئے کر چکے تھے۔

اس بات کا علم سوائے اس کے دادا کے اور کسی کو نہیں تھا جو خود ایک یہودی تنظیم کا سرکردہ ممبر ہونے کے علاوہ عظیم یہودی سلطنت کے قیام کا زبردست حامی اور موئید رہا تھا۔یعسوب اور اس کی ماں بھی یہ بات نہیں جانتے تھے کہ گزشتہ پچیس سال سے اس کے دادا کا تعلق یہودیوں کی خفیہ تنظیم "ہگانہ" سے رہا تھا اور اب بھی اسی نے بھارت سے اسی تنظیم کے حکم پر اسرائیل کی طرف مراجعت کی تھی۔بھارت میں دورانِ قیام بھی وہ تنظیم کے حکم پر بھارت میں خدمات انجام دے رہا تھا۔دنیا کے نزدیک تو تب بھارت کا شمار ان ممالک میں ہوتا تھا جنہوں نے اس ناجائز ملک کو تسلیم نہیں کیا تھا۔

لیکن......

اضحاک جانتا تھا کہ اسرائیل اور بھارت کے تعلقات کبھی ختم نہیں ہوئے تھے۔صرف عرب ممالک کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے بھارت نے ان دنوں اسرائیل سے باقاعدہ سفارتی تعلقات استوار نہیں کئے تھے جبکہ دونوں کے درمیان ہمیشہ سے مضبوط خفیہ تعلقات رہے تھے اور اسرائیل نے ہر موقع پر بھارت کی مدد کی تھی۔تعلقات بحال ہونے کے بعد تو سارے پردے ہی اٹھ گئے تھے۔

❁❁

سکول سے کالج کی زندگی میں قدم رکھتے ہی اس کی تربیت غیر محسوس انداز میں شروع ہوئی تھی۔

ابھی تک یعسوب کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس کا انتخاب "موساعد" کے لئے ہو چکا ہے۔وہ تو یہی سمجھتا تھا کہ مارشل آرٹس میں اس کی غیر معمولی دلچسپی کی وجہ سے اس کے انسٹرکٹر اس پر خصوصی توجہ دے رہے ہیں۔ کیونکہ اس نے سکول لائف میں تل ابیب کا سب سے بڑا ایوارڈ حاصل کر لیا تھا۔خود اس کی دلچسپی بھی اب مارشل آرٹس میں روز بروز بڑھنے لگی تھی۔اسے دورانِ تربیت ایسی ایسی فلمیں دکھائی جاتی تھیں جنہیں دیکھ کر اس کا خون کچھ زیادہ ہی جوش مارنے لگتا تھا۔

زندگی نے جیسے ایک دم اپنا راستہ تبدیل کر لیا......!

نامحسوس انداز سے اس کے دل و دماغ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کا زبردست بت تیار کیا جا رہا تھا۔

کالج کے تیسرے سال میں داخل ہونے تک ہر یہودی کی طرح وہ اس بات کا دل و دماغ سے قائل ہو چکا تھا کہ وہ دنیا کی عظیم ترین اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ترین قوم کا قابلِ فخر سپوت ہے۔ جسے

ساری دنیا پر حکومت کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔اسے عظیم یہودی مملکت کے قیام کا خواب مکمل کرنا ہے۔اس خواب کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ مسلمان ہیں۔

مسلمان ان کے سب سے بڑے اور ازلی ابدی دشمن ہیں۔اگر اس نے مسلمانوں کو نہ مارا تو وہ اسے مار دیں گے کیونکہ قانونِ فطرت کے مطابق ان دونوں میں سے کسی ایک نے ضرور مرنا ہے۔

یہ فلسفہ اس کے دل و دماغ میں راسخ ہوتا جا رہا تھا......

بھارت سے آنے والے یہودی کنبوں کو ایک دوسرے کے نزدیک ایک منصوبے کے تحت بسایا گیا تھا کہ وہ اندر سے اپنی مادری زبان کو نہ بھولیں اور جب وقت آئے تو ان کی اس اضافی قابلیت کو بھی اپنے عظیم مقاصد کے لئے استعمال کیا جا سکے......!

کمپیوٹر سائنس میں گریجویشن کرنے تک وہ اپنی مادری زبان کے علاوہ انگریزی، عبرانی اور عربی پر عبور حاصل کر چکا تھا۔چار زبانیں وہ اس روانی سے بولتا کہ سننے والا دنگ رہ جاتا۔

اس درمیان اسے کالج کی طرف سے یورپ اور امریکہ کی چار مختلف مواقع پر سیر کروائی گئی تھی۔

اسرائیلی حکومت نے اسے اپنے بچوں کی طرح پالا تھا......وہ اب اپنے والدین کا نہیں مملکت کا بیٹا تھا۔وہ ہی کیا، ہر اسرائیلی نوجوان لڑکا اور لڑکی اسرائیل کے بیٹے بیٹیاں تھے۔

انہوں نے اپنی عسکری تربیت ہی مکمل نہیں کی تھی بلکہ وہ اپنے ملک کی فوج کا باقاعدہ حصہ تھے۔ہر اسرائیلی شہری اپنے ملک کی فوج کا سپاہی تھا۔انہیں لازمی فوجی سروس کرنی پڑتی تھی اور ایمرجنسی کی صورت میں ہر اسرائیلی فوجی کا کردار ادا کرنے کے لئے تیار رہتا تھا۔

❁❁

کمپیوٹر سائنس میں گریجویشن کرنے کے بعد اسے ایک روز تل ابیب کے ایک مضافاتی علاقے میں لے جایا گیا جہاں اس کے علم میں یہ بات آئی کہ اب وہ اسرائیل کی مایہ ناز انٹیلی جنس ایجنسی "موساعد" کا ممبر بن چکا ہے۔اس کی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے اسے اس عظیم خدمت کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔"موساعد" کے آفس میں قدم رکھنے کے بعد کوئی بھی اسرائیلی شہری اپنے آپ پر فخر کرنے لگتا تھا کیونکہ "موساعد" سے تعلق ہر اسرائیلی کے ذہن میں بچپن ہی سے ایک خاص قسم کا تاثر قائم ہو جاتا تھا۔اس تنظیم کے ہر ممبر کو ریاست کے ہر شعبہ زندگی میں بے پناہ احترام اور منزلت دی جاتی تھی اور اسے غیر معمولی انسان سمجھا جاتا تھا......

❁❁

"موساعد" میں داخلے پر اسے سب سے پہلا حکم یہ ملا تھا کہ اس کی شناخت اس کی موت تک قائم

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رہے گی......

''موساعد'' کا کوئی ملازم مرنے کے بعد بھی اپنی شناخت سے نہیں پہچانا جاتا تھا۔انہیں ہمیشہ کسی اور Cover میں زندگی گزارنی پڑتی تھی......

یعسوب پریز کا تقرر ہی باقاعدہ اور سرکاری طور پر تو ''کمپیوٹر سائنس انجینئر'' کی حیثیت سے ہو رہا تھا اور اسے تل ابیب کے ایک ''کمپیوٹر ریسرچ سنٹر'' میں بطور آفیسر تعینات کیا گیا تھا۔

اس بات کا علم اسرائیل کے بہت سے سرکاری اداروں اور عمائدین سلطنت کو بھی نہیں تھا کہ یہ ریسرچ سنٹر دراصل ''موساعد'' کا ایک ذیلی دفتر تھا۔صرف ملک کی چند مقتدر شخصیات کو ہی اس بات کا علم تھا کہ اس کی اصلیت کیا ہے......

گریجویشن کے دوران اس کا دادا مر گیا......

اپنی موت سے پہلے اس نے یعسوب کو ایک روز اعتماد میں لے کر بتایا تھا کہ وہ ''ہگانہ'' کا ممبر ہے اور اب اسے عظیم یہودی مملکت کے قیام کے لئے اس مشن کو آگے بڑھانا ہے۔

اس کا دادا دوسری جنگِ عظیم کے دوران یہودیوں پر ہونے والے مظالم کے ایسے قصے یعسوب کو سنایا کرتا تھا جنہیں سن کر اکثر اس کا خون کھولنے لگتا اور اس کا جی چاہتا کہ ابھی جائے اور ساری دنیا کو جلا کر راکھ کر دے۔

اس کے دادا نے لڑکپن ہی سے یعسوب کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ دنیا کی اس عظیم اور خدائی مقرب قوم پر محض حسد کے جذبے سے ساری دنیا کی دیگر اقوام نے بے پناہ مظالم ڈھائے ہیں اور اب انہیں گن گن کر ان مظالم کا بدلہ چکانا ہے۔

بستر مرگ پر اس نے یعسوب سے کہا تھا کہ اسے ایک اہم خدمت کے لئے منتخب کیا جا چکا ہے اور زندگی میں جب بھی اسے اس خدمت کے لئے بلایا جائے تو وہ ایک لمحے کے لئے بھی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہ کرے اور اپنے تن من سے اس کام پر جُت جائے۔

یعسوب کا دادا اس کی آنکھوں کے سامنے فوت ہوا۔اس کی موت پر اس کے ایسے ایسے ساتھی اس کے جنازے پر آئے جنہیں اس کی ماں نے بھی زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔گو کہ اب تک یہ بات یعسوب کے ذہن میں بھی راسخ ہو چکی تھی کہ رازداری ہی اس معاشرے کا طرۂ امتیاز ہے۔اگر آج اسرائیل عظیم ہے تو اس کی دیگر وجوہات کے علاوہ ایک اہم وجہ ان کی رازداری کی عادت ہے۔

اس کی موت کے بعد ہی ایک روز ایک سرکاری گاڑی ان کے گھر آئی اور اس کی ماں کو ایک فائل تھما کر وہ باہر چلے گئے۔

اس فائل میں ایک سرٹیفکیٹ اس کے دادا کی عظیم صیہونی خدمات کے عوض حکومت کی طرف سے دیا گیا، موجود تھا۔ایک خطیر رقم کا چیک اور کچھ ٹائپ شدہ کاغذات جن کے ذریعے اس کے دادا کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ریاست کی طرف سے خراجِ تحسین پیش کیا گیا تھا۔

اپنی تعلیم مکمل کرنے تک یعسوب مکمل یہودی بن چکا تھا......

لیکن......

ایک بات کی سمجھ اسے کبھی نہیں آ سکی کہ آخر وہ ابھی تک اسلم اور عارفہ کو کیوں نہیں بھلا پایا۔آخر اس کا دل بار بار ان سے ملنے......ان کی خیریت جاننے کے لئے بے قرار کیوں ہے؟

❁❁

''یہ ہے ضیائی اور اس کا نام قریشی ہے......''

چوہان نے اس کی طرف دو تصویریں بڑھائیں۔

یعسوب نے دونوں تصویروں کو غور سے دیکھا اور کچھ لمحوں کے بعد وہ اس کے ذہن پر نقش ہو گئیں، اب وہ تصویریں مرتے دم تک اس کے برین کمپیوٹر میں محفوظ ہو چکی ہیں۔

''یس......!''

اس نے تصویریں دیکھنے کے بعد چوہان کی طرف بڑھاتے ہوئے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

''ان دو گدھوں پر ہم آنکھیں بند کر کے اعتبار کر سکتے ہیں......ضیائی یوں تو ایک فرم میں منیجر ہے لیکن کراچی کی ہائی سوسائٹی میں اسے ایک اہم مقام حاصل ہے۔اس کی رسائی کراچی سے اسلام آباد تک حکومتی ایوانوں میں ہے۔کسی بھی ''طلب'' پر ''رسد'' فراہم کرنا اس کا دھندہ ہے اور بیوروکریسی کے اندر دور تک یہ شخص گھسا ہوا ہے......ان کے گھروں تک بلکہ اکثر کے بیڈ رومز تک......اصل میں یہی ہمارا مضبوط سورس ہے جس کے کندھوں پر سوار ہو کر تم ہر حساس جگہ تک آسانی سے پہنچ جاؤ گے......ضیائی کی کمزوری دولت ہے اور کچھ نہیں......یہ شخص عورت یا شراب سے قابو آنے والا نہیں......البتہ اسے دنیا کے مختلف بینکوں اور مختلف کرنسیوں میں دولت کے انبار لگانے کا بہت شوق ہے۔کمال کا چرب زبان، بلا کا مکار اور انتہائی محتاط......اس کی انہیں خوبیوں کی وجہ سے گزشتہ دس سال سے ہمارا رابطہ اس سے قائم ہے۔ورنہ تو ہمارا اصول ہے کہ کام نکالنے کے بعد ''رابطہ ختم'' کر دو......''

چوہان نے رک کر سگریٹ سلگایا۔

''ہوں......''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یعسوب نے صرف اس پر اکتفا کیا۔

"مسٹر یعسوب! ہمارا دوسرا اہم سورس قریشی ہے۔ قریشی کا ہمارے ساتھ گزشتہ چھ برس کا ساتھ ہے۔ مقامی سیاسی تنظیم کا سرگرم لیڈر......اور بہترین دہشت گرد۔ اس شخص کی ایک بات مجھے بے حد پسند ہے کہ زندگی میں اپنا ایک سٹیٹس بنانے کے باوجود ابھی تک وہ اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کرنا ہی پسند کرتا ہے۔ اس شخص نے ہمیں درجنوں ایجنٹ دیئے ہیں۔ ان میں سے کچھ مارے گئے۔ کچھ زندہ ہیں۔ وہ سب لوگ کسی نہ کسی حیثیت میں ہمارے لئے کام کرتے آرہے ہیں۔ لیکن قریشی نے اپنے کام میں کبھی ساجھے داری نہیں کی۔ آج بھی جبکہ وہ شہر کی مشہور سیاسی اور سماجی شخصیت ہے، اپنے ہاتھ سے بم لگاتا ہے۔ شاید اس کی یہی عادت ابھی تک اس کی زندگی کی ضمانت بنی ہوئی ہے کہ وہ اپنے راز میں شیئر میں نہیں کرتا......کسی کو اپنا رازدار نہیں بناتا......"

چوہان نے دونوں کا تعارف مکمل کروادیا۔

اب وہ نقشوں کی مدد سے اسے پاکستان کے ایٹمی مراکز کی تفصیلات سمجھانے کی کوشش کررہا تھا اور یعسوب بڑی توجہ سے نقشوں پر نظریں جمائے کبھی کبھی چوہان کو بھی دیکھ لیتا جواب بڑے انہماک سے اپنے کام میں مصروف تھا۔

چوہان کے سمجھانے کے انداز سے اسے اب کچھ الجھن سی ہونے لگی تھی......وہ تو اسے یوں سمجھ رہا تھا جیسے یعسوب کوئی عام قسم کا انٹیلی جنس ایجنٹ ہے......کیا اس گدھے کو میری اصلیت کا علم نہیں؟

اس نے اپنے آپ سے سوال کیا......

اور......

پھر خود ہی اسے اس سوال کا جواب بھی مل گیا کہ عین ممکن ہے آہلووالیہ نے اسے نامکمل معلومات دی ہوں۔ اس بات کا علم تو آہلووالیہ کو بھی نہیں تھا کہ وہ کیسا ہے......وہ بھی اسے "موساعد" کا ایک عام سا ایجنٹ ہی سمجھ رہا تھا......

چوہان کی بریفنگ کے انداز سے اسے اپنا اکیڈمی کا ابتدائی دور یاد آ گیا۔

❁ ❁

اسے یاد آیا کہ اس روز جب وہ یونیورسٹی سے ڈگری لے کر گھر پہنچا تو ایک فون اس کی ماں نے اٹینڈ کیا تھا۔

دادا کو مرے دس بارہ روز ہی ہوئے تھے اور اس کی آخری باتیں اکثر یعسوب کے ذہن میں گردش کرتی رہتی تھیں۔ ابھی تک اسے علم نہیں ہوسکا تھا کہ اسے سٹیٹ نے کس "عظیم خدمت" کے لئے منتخب کیا ہے۔

کالج لائف کے دوران اس نے دوسرے اسرائیلی نوجوانوں کی طرح دو سال فوجی خدمات میں ضرور گزارے تھے۔ اس دوران اسے روزانہ اپنا کچھ وقت باقاعدہ فوج کے ساتھ گزارنا پڑتا تھا اور فوج کے مکمل ڈسپلن کو بھی اپنانا ہوتا تھا۔

"تمہارے لئے فون ہے......"

اس کی ماں نے ریسیور میز پر رکھ کر کچن کا رخ کرتے ہوئے کہا۔

"او کے" کہہ کر اس نے ریسیور اٹھایا۔

"میں تمہارا دوست بول رہا ہوں......امید تم مجھے بھولے نہیں ہوگے۔"

اسے اپنے کالج کے ابتدائی زمانے کے انسٹرکٹر کی جان پہچانی آواز سنائی دی......جو ایک روز اچانک ہی اپنا تبادلہ دوسرے شہر میں کروا کر چلا گیا تھا۔

"اوہ نو سر......آپ تو ایسے گئے کہ مڑ کر نہیں دیکھا......آپ کو میں کیسے بھول سکتا ہوں......!"

اس نے قدرے خوشی اور جوش بھرے جذبات سے کہا۔

دونوں کچھ دیر کالج کی یادیں ہی تازہ کرتے رہے۔ پھر اچانک ہی اس کے انسٹرکٹر نے اسے اپنے فیورٹ ریستوران میں شام کو چائے کے لئے دعوت دی۔

"ضرور سر......!"

اس نے خوشی سے بے قابو ہو کر کہا۔

شام کو مقررہ وقت پر وہ اس مخصوص ریستوران میں پہنچ گیا جہاں کالج کے زمانے میں اکثر وہ لوگ جایا کرتے تھے۔ یہاں سب کچھ ابھی تک ویسا ہی تھا۔

کونے کی ایک میز پر انسٹرکٹر پہلے سے اس کا منتظر تھا۔ یعسوب کی شکل پر نظر پڑتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کی طرف بڑھ کر یعسوب سے گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے بغل گیر ہوگیا۔

اس نے خود ہی یعسوب کی فیورٹ ڈش کا آرڈر دیا اور اب اس کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ یعسوب اسے بڑے جوش و خروش سے اپنے ماضی، خصوصاً فوج میں سروس کے واقعات سنا رہا تھا۔ اس نے انسٹرکٹر کو بتایا کہ اسے بطور خاص فوج میں ایس ایس جی کورس کروایا گیا جو ہزاروں میں سے ایک نوجوان کو کروایا جاتا ہے......

"ویل ڈن......"

انسٹرکٹر نے بظاہر بے ساختگی سے کہا۔

یعسوب اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ اسے ایک طے شدہ منصوبے کے مطابق ہی یہ تربیت دی

گئی تھی۔

وہ یہ بات بھی نہیں جانتا تھا کہ گزشتہ دس سال سے اسے بے خبر رکھ کر ایک خاص مقصد کے لئے تیار کیا جا رہا تھا اور اب اس مقصد کو پورا کروانے کا وقت آ گیا تھا۔

اب تک دراصل وہ زیرِ تربیت ہی تھا۔

دونوں ماضی کے دور سے کچھ متعلق کچھ باتیں کرتے رہے جس کے بعد انسٹرکٹر نے آمد بر سر مطلب پر آتے ہوئے اسے کہا۔

"تمہیں شاید تمہارے دادا نے بتایا ہو کہ تمہارا انتخاب ایک عظیم خدمت کے لئے کیا جا چکا ہے۔"

"یس سر...... انہوں نے کچھ کہا تو تھا۔"

یعسوب نے اثبات میں سر ہلایا۔

اور......

انسٹرکٹر نے اسے بتا دیا کہ وہ بہت جلد "موساعد" سے انٹرویو کرنے جا رہا ہے۔ اس نے اگلے روز اسے گھر سے باہر ملنے کا وقت لیا جہاں انسٹرکٹر ایک جیپ کے ساتھ موجود تھا۔ یعسوب کے بیٹھتے ہی جیپ چل پڑی۔

❁❁❁

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

تل ابیب کے مضافات میں شالیش ہٹ (Shalish Hut) بیس پر جیپ رک گئی۔ اسے بیس کے ایک ملحقہ آفس میں لے جایا گیا جہاں ایک چھوٹے سے کمرے میں پڑی واحد میز کے ایک کونے پر ادھیڑ عمر کا ایک شخص اپنے سامنے فائل رکھے اس کا منتظر تھا۔

"تمہارا نام ملک کی عظیم خدمات کے لئے ہمیشہ سے ہمارے ذہن میں رہا ہے۔ تمہاری تربیت اس نہج پر کی گئی ہے کیا تم "موساعد" کی فیملی کا ممبر بننا پسند کرو گے؟"

اس نے بغیر کسی لگی لپٹی کے فوراً ہی براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال داغ دیا۔

"کیوں نہیں جناب......"

یعسوب نے ایک لمحہ توقف کئے بغیر جواب دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ "موساعد" کے فیملی ممبر کی کیا معاشرتی حیثیت ہے۔ زندگی کی ہر آسائش اس کے گھر کی باندی بن جایا کرتی تھی۔

"اس کے لئے تمہیں بہرحال ایک امتحان سے گزرنا ہوگا۔ ہمیں تمہاری صلاحیتوں پر شک نہیں لیکن روایت کا احترام بھی ضروری ہے۔"

بوڑھے یہودی نے کہا۔

"میں حاضر ہوں سر! آپ کوئی بھی امتحان لے سکتے ہیں۔"

دوبارہ اس نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، اب تم جا سکتے ہو۔"

بوڑھے نے کہا۔

اور......

یعسوب اپنی ایڑیوں پر ہی دوسری طرف گھوم گیا۔

یہ بات تو وہ بھی جانتا تھا کہ اسے یہاں صرف دو سوالات کے جوابات دینے کے لئے نہیں بلایا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گیا۔ ضرور اس میں بھی کوئی بھید ہوگا جسے جاننے میں اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

دو روز بعد اسے تل ابیب ہی کے ایک علاقے ہرزلیا (Herzlia) میں طلب کرلیا گیا۔ یہ ایک خوبصورت اپارٹمنٹ تھا جو بظاہر ماڈرن آبادی کا ایک حصہ تھا لیکن اس کی اصلیت کا علم شاید یہاں کے مکینوں کو کم ازکم نہیں تھا۔

یہاں پھر ایک چھوٹے کمرے میں اسے اکیلے بیٹھنا پڑا۔ کمرے میں صرف ایک میز اور ایک کرسی تھی۔ البتہ کونے میں ایک کرسی ضرور موجود تھی۔

جو لڑکی اسے دروازہ دستک دے کر کھولنے پر یہاں چھوڑ گئی تھی اس نے یعقوب کی شناخت بھی دریافت کرنے کا تردد نہیں کیا تھا۔ چونکہ اس طرف سے کوئی سوال نہیں ہوا تھا اس لئے یعقوب نے بھی اپنا تعارف نہیں کروایا۔

بیس منٹ تک وہ کمرے میں ہونقوں کی طرح منہ لٹکائے بیٹھا رہا۔ ایک بات اس کے ذہن میں موجود ہی تھی کہ کسی نہ کسی کونے میں لگا کوئی خفیہ کیمرہ اس کی تمام حرکات وسکنات کو نوٹ کررہا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے خود کو بالکل نارمل رکھا اور کسی بے چینی کا اظہار نہیں کیا۔

اچانک ہی ٹھک سے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان نے اس کے سامنے کچھ کاغذات اور ایک قلم رکھدیا۔ وہ بھی یعقوب سے کچھ کہے بغیر واپس لوٹ گیا۔ اس نے خود ہی کاغذ قلم تھاما، ایک چھپا ہوا سوال نامہ اس کے سامنے دھرا تھا، جس پر انسانی نفسیات سے متعلق درجنوں سوالات موجود تھے۔ جن کے جوابات اسے کہیں نقطہ لگا کر، کہیں او کے اور کہیں کاٹ کر لکھنے تھے۔

اس سوالنامہ کے ذریعے ہر سوال کے تین ممکنہ جواب لکھ کر ہر جواب سے متعلق اس کی رائے دریافت کی گئی تھی۔

جیسے ہی اس نے اپنے جوابات مکمل کر کے میز پر رکھے، دوسرے ہی لمحے دروازہ کھلا اور وہی نوجوان جو کاغذات لے کر آیا تھا، قلم سمیت تمام کاغذات اٹھا کر واپس لے گیا۔

یہ آغاز تھا......

ہر تیسرے دن اسے مختلف فوجی نوعیت کے علاقہ میں طلب کیا جاتا اور ایسے ہی کاغذات کا پلندہ تھما کر اس کے جوابات حاصل کرنے کے بعد رخصت کردیا جاتا۔

یہ سلسلہ تین ماہ جاری رہا......

اس درمیان وہی بوڑھا جس نے اپنا تعارف گوریان کے نام سے کروایا تھا، اس سے تل ابیب کے ''سکالا کیفے'' میں ملاقاتیں کرتا رہا۔ ہر ملاقات پر وہ اس سے سینکڑوں سوالات موضوعات بدل بدل کر

پوچھتا۔ حالانکہ اب تک وہ ایسے سوالات کے جوابات سے سینکڑوں صفحات کالے کرچکا تھا۔

یہ بات اس نے بطور خاص نوٹ کی تھی کہ گھما پھرا کر اس سے گوریان ویسے ہی ملتے جلتے سوالات کرتا تھا جن کے جوابات وہ پہلے سے دے چکا تھا۔

❁❁

تین ماہ کے بعد ایک روز اسے میڈیکل ٹیسٹ کے لئے آرمی کے ایک آفس میں طلب کرلیا گیا۔

گو کہ وہ اس کی ضرورت نہیں سمجھتا تھا کیونکہ گزشتہ پانچ سال سے متعدد مرتبہ اس کے میڈیکل ٹیسٹ ہو چکے تھے۔ لیکن یہاں پہنچ کر اسے علم ہوا کہ یہ تو بالکل الگ قسم کا طبی امتحان ہے۔

اس سے پہلے جب اس نے کہیں بھی میڈیکل ٹیسٹ دیا تو اس کے ساتھ اس جیسے درجنوں لڑکے اور لڑکیاں ہوتے تھے۔ جن کا ٹیسٹ لینے والے ایک دو ڈاکٹر باری باری ان کا طبی معائنہ کرتے تھے۔

لیکن......

یہاں وہ اکیلا تھا اور ٹیسٹ لینے والے ایک دو نہیں دس ڈاکٹر تھے...... اسے دس مختلف کمروں میں باری باری لے جایا گیا۔ ہر کمرے میں ایک ڈاکٹر ایک ماہر نفسیات اور ایک نرس موجود تھی۔

ہر کمرے میں آدھا گھنٹہ اس پر صرف ہوا اور پانچ گھنٹے کے اس تھکا دینے والے عمل کے بعد بالآخر اسے گھر جانے کی اجازت مل گئی۔

یعقوب نے گو کہ اسرائیل میں شعور کی آنکھ نہیں کھولی تھی اور اپنا بچپن گزار کر ہی وہ یہاں آیا تھا لیکن ان تین چار ماہ میں اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کے ممتحن اس کی قوتِ برداشت کی انتہا دیکھنا چاہتے ہیں اور اس نے ہتھیار نہیں پھینکے تھے۔ ''موساعد'' کے کسی بھی ایجنٹ کی زندگی آرمی کے جرنیل سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ خود اس کی متلون طبیعت کے لئے اس سے موزوں نوکری اور کوئی نہیں تھی۔ یہاں اسے ساری دنیا دیکھنے کا موقع ملتا۔

اور......

وہ اس گولڈن چانس کو کبھی بھی چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔

یعقوب کو اس بات کا علم تھا کہ اس کا انتخاب ''موساعد'' کی سب سے خطرناک برانچ کائی ڈون (Kidon) کے لئے کیا گیا ہے۔ جو دراصل ''موساعد'' کا ''قاتل گروپ'' تھا۔ جس کا کام دنیا کے کسی بھی حصے میں حکم ملنے پر متعلقہ شخصیت کو بہرصورت قتل کرنا ہوتا تھا۔ خواہ اس کی قیمت اپنی جان کے عوض کیوں نہ چکانی پڑے......

ان لوگوں کی قمیصوں کے کالر ہمیشہ زہر میں بجھے ہوئے ہوتے تھے تاکہ شناخت ہونے سے پہلے یا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دشمن کے ہتھے چڑھنے سے پہلے وہ زہر چاٹ کر اپنا راز اپنے ساتھ قبر میں لے جائیں۔

''کائی ڈون'' کو جاسوسی امور میں مہارت تامہ حاصل ہوتی تھی اور عموماً موساعد کے ''کیٹسا'' کا انتخاب ان ہی لوگوں میں سے کیا جاتا تھا۔

❁❁

چار ماہ کی مسلسل بھاگ دوڑ کے بعد بالآخر اس کی زندگی کا اہم ترین دن بھی آ گیا۔ جب اسے ایک پیغام ملا کہ اگلے روز سات اور نو بجے کے درمیان وہ ایک مخصوص نمبر پر ٹیلی فون کرے۔ خوشی سے اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹکتے تھے۔

اگلے روز فون کرنے پر اسے ڈی بورا (Deborah) پہنچنے کا حکم ملا...... جہاں ایک مخصوص شخص سے رابطہ کرنے پر اسے کہا گیا کہ تیسرے روز وہ تل ابیب کے کنگ سلمان بولیوارڈ پر ہڈار ڈافنا (Hadardafna) بلڈنگ کے مین فلور پر صبح گیارہ بجے پہنچ جائے۔ اس بلڈنگ سے متعلق اسے پہلے سے علم تھا کہ سیمنٹ کی بنی یہ پراسرار عمارت ہی دراصل موساعد کا ہیڈ کوارٹر ہے۔

عمارت کے باہر ''سکیورٹی بھرتی سنٹر'' کا بورڈ لگا تھا۔ یعسوب کچھ دیر پہلے ہی پہنچ گیا تھا اس نے یہ وقت یہاں موجود ایک کیفے میں کافی اور برگر کے ساتھ گزارا اور مقررہ وقت پر مین فلور پر پہنچ گیا۔

مقررہ وقت پر جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا، اس کا سامنا گوریان سے ہوگیا...... ''خوش آمدید نوجوان...... تمہارا انتخاب تقریباً ہو چکا ہے۔ یوں سمجھو تم نے نوے فیصد امتحان پاس کرلیا...... تم ایک عظیم سلطنت کے عظیم باشندے ہو اور عظیم اسرائیل کے لئے چونکہ تم سے مستقبل میں بہت اہم خدمات لی جائیں گی، اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ تمہارے انتخاب میں کوئی بھی کمی رہ جائے...... ہم تمہیں بہترین دیکھنا چاہتے ہیں۔ تم کل اپنے کپڑوں کے دو سوٹ کیس لے کر اسی دفتر میں پہنچ جاؤ۔ جس کے بعد تمہیں آخری مرحلے سے گزارا جائے گا۔''

گوریان نے اس سے کہا۔

یعسوب اثبات میں سر ہلاتا رہا۔

اب وہ کسی بھی ''سرپرائز'' سے پریشان نہیں ہوتا تھا۔ وہ ہر دفعہ ''موساعد'' کی کال پر متعلقہ ٹیسٹ کو آخری ٹیسٹ جان کر ہی جایا کرتا تھا۔ اور اب تک ہر مرتبہ اسے یہی بتایا گیا تھا کہ ابھی ایک اور ٹیسٹ باقی ہے۔

لیکن......

کسی نادیدہ طاقت نے جیسے اس کے کانوں میں سرگوشی کی کہ اب کوئی اور ٹیسٹ باقی نہیں رہا اور

وہ واقعی موساعد میں بھرتی کا آخری امتحان دے رہا تھا۔ اس بات کا علم اسے بعد میں ہوا کہ ''موساعد'' کے کسی بھی ایجنٹ کا انتخاب پانچ ہزار امیدواروں میں سے ایک امیدوار کی بنیاد پر کیا جاتا تھا اور ہر منتخب ہونے والے کو فوراً ہی اس بات کا احساس دلا دیا جاتا تھا کہ وہ ذہنی اور جسمانی لحاظ سے دوسروں سے بہت برتر اور اپنے میدان کا یکتائے روزگار ہے......!

❁❁

اپنے دو سوٹ کیسوں میں جب وہ ضرورت کے تمام کپڑے ڈال کر مقررہ جگہ پہنچا تو یہاں دس نوجوان اور دو لڑکیاں پہلے سے موجود تھیں۔ ان سب کو ایک کوچ پر ان کے سامان سمیت بٹھا کر وہ لوگ تل ابیب کے مضافات میں حیفہ کی طرف جانے والی سڑک پر واقع اسرائیل کے مہنگے ترین ریزورٹ ''کنٹری کلب'' میں لے آئے تھے......

اس ہوٹل کے سامنے والی پہاڑی کی پشت سے جھانکتے بظاہر اسرائیلی وزیراعظم کی گرمائی رہائش کے ٹاور دکھائی دے رہے تھے جو دراصل موساعد کی ٹریننگ اکیڈمی 'مڈراشا' (Midrasha) تھی۔

ان سب کو دو دو کے یونٹ کی شکل میں ایک ایک کمرہ الاٹ کر دیا گیا اور سامان رکھنے کے بعد فوراً میٹنگ روم میں حاضر ہونے کا حکم ملا۔ میٹنگ روم میں ان سب کو ان کے نام کا ایک ایک لفافہ دیا گیا جس میں ان کے کور نام (Cover Name) اور متعلقہ دستاویز موجود تھیں۔ ان میں سے ہر ایک کو الگ شناخت دے کر کہا گیا تھا کہ آج کے بعد ان سے اس شناخت کے مطابق ڈیل کیا جائے گا۔ اب وہ اپنی جعلی شناخت، پیشہ، تاریخ پیدائش، خاندانی اور معاشرتی حیثیت، اپنے پیدائش اور رہائش کے مقامات، بچپن سے اب تک کا زمانہ اور مختلف مراحل پر پیش آنے والے واقعات کو تین گھنٹے کے اندر اندر ازبر کر لیں جس کے بعد انہیں ان کی کور حیثیت سے متعلق سوالات کئے جائیں گے اور وہاں موجود افسران کی کوشش ہوگی کہ وہ ان کے کسی بھی جھوٹ کو پکڑنے کی کوشش کریں۔ جبکہ انہیں اپنی کور حیثیت سے متعلق معمولی جزبز کا شکار ہی نہیں ہونا اور پورے اعتماد سے جھوٹ بولتے چلے جانا ہے۔

❁❁

تین گھنٹے بعد انہیں دوبارہ اکیلے اکیلے مختلف کمروں میں طلب کیا گیا اور ان کی جعلی زندگی (Cover Life) سے متعلق تین چار لوگوں نے ایک ایک امیدوار پر سوالات کی بوچھاڑ کردی۔

ان لوگوں کا پوچھنے کا طریقہ ایسا حیران کن اور نفسیاتی تھا کہ کسی نہ کسی مرحلے پر مخاطب کا چوک جانا لازم ہوتا تھا۔

یعسوب کو یاد آ رہا تھا کہ جب ایک انسٹرکٹر اس سے پیشے کے متعلق تفصیلات پوچھ رہا تھا اور بڑی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تیزی سے اپنی نوٹ بک میں نوٹ بھی کرتا جارہا تھا کہ اچانک ایک کونے میں کھڑے انسٹرکٹر نے اسے مخاطب کیا۔

"معاف کیجئے، آپ کا نام......؟"

اس نے یہ نفسیاتی حملہ اتنا اچانک اور بھرپور کیا تھا کہ کوئی بھی مخاطب گھبرا کر اپنا کورنام (Cover Name) بھول سکتا تھا۔

لیکن......

یعسوب نے بڑے اطمینان سے اسے اپنا کورنام دوبارہ بتا دیا۔

ایک گھنٹے تک وہ ایسے ہی حیران کن سوالات کے ذریعے انہیں کریدتے رہے جس کے بعد انہیں اپنے اپنے کمرے میں جانے کی اجازت مل گئی جس کے بعد انہیں لنچ پر بلایا گیا اور بلاشبہ کھانے کی جس میز پر وہ اکٹھے ہوئے تھے، وہاں شاید ہی دنیا کا کوئی پسندیدہ کھانا موجود نہ ہو۔ اس کے باوجود ہر امیدوار کے لئے ایک ویٹرس صرف اس لئے موجود تھی کہ اگر اس کے باوجود کسی کو اور ڈش درکار ہو تو فوراً فراہم کر سکے۔

کھانے کے خاتمے پر انہیں ہدایت ملی کہ اپنے اپنے کمرے میں جا کر کپڑے تبدیل کریں اور شہر جانے کی تیاری کر لیں جہاں ان کا اگلا امتحان ہونا تھا۔

❁❁

اب انہیں تین تین کے گروپ میں تقسیم کر دیا گیا۔

ہر گروپ کے ساتھ دو انسٹرکٹر تھے۔ جو انہیں اپنی کار میں لے کر تل ابیب کے مرکزی علاقے کی طرف جارہے تھے۔ اچانک ہی گاڑی کنگ سلمان بولیوارڈ کے نزدیک ابن گویرا کے پاس رک گئی۔

انسٹرکٹر نے یعسوب کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔

یعسوب کو ساتھ لے کر وہ پیدل ایک رہائشی علاقے کی طرف چلا گیا جبکہ کار آگے بڑھ گئی۔ ایک پلازے کے سامنے رک کر اس نے تیسری منزل کی ایک بالکونی کی طرف اشارہ کر کے یعسوب کو مخاطب کیا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم اس بالکونی میں تین منٹ تک خالی ہاتھ کھڑے رہو جس کے بعد اندر جاؤ اور دوبارہ واپس آؤ اور اس بالکونی والے فلیٹ کا مالک یا کرایہ دار بھی تمہارے ساتھ ہو۔ تمہارے ایک ہاتھ میں پانی کا گلاس ہو اور تم وہاں چھ منٹ تک مالک یا کرایہ دار سمیت کھڑے رہو......"

اس نے اچانک ہی یعسوب کو مہم سونپ دی۔

اس نے صرف ایک لمحے کے لئے سوچا اور ذہنی طور پر تیار ہوا۔

یعسوب جانتا تھا کہ ان کے پاس اس وقت کوئی سرکاری شناخت نہیں۔ اسرائیل میں عام حالات میں بھی ہر شہری کو اپنی شناخت کے ساتھ سفر کرنے کا حکم تھا۔ جبکہ کسی گھر پر سرکاری شناخت کے بغیر داخل ہونا تو بہت بڑا جرم بن جاتا۔

انہیں یہ ہدایت شروع ہی میں کروائی تھی کہ اگر وہ گرفتار ہو جائیں تو پولیس کو بھی اپنی اصلیت نہیں بتانا بلکہ وہی کور سٹوری بتانی ہے جو ان کے لئے تیار کی گئی ہے اور اپنی جعلی شناخت کو اصلی ثابت کر کے ہی رہا ہونا ہے۔

بہت مشکل کام تھا......

"رائیٹ سر!"

یعسوب نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔

"بائی دے وے تم کیا طریقہ اختیار کرو گے؟"

اچانک ہی انسٹرکٹر نے پوچھا۔

"میں فلم بناؤں گا......"

اس نے فوراً جواب دیا۔

یہاں "موساعد" میں کسی بھی معاملے کو عربوں کی طرح "اللہ کی مرضی" پر ہی نہیں چھوڑا جاتا تھا اور ان کے انسٹرکٹر اپنے شاگرد سے امید کرتے تھے کہ وہ کسی بھی ممکنہ صورت حال کے لئے خود کو فوراً ذہنی اور جسمانی طور پر تیار کر لے اور آنکھیں بند کر کے چھلانگ لگانے کے بجائے صورت حال کو سمجھ بوجھ کر ہی کوئی قدم اٹھائے۔

"گڈ لک"

انسٹرکٹر نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

اور......

یعسوب تیزی سے پلازہ کی سیڑھیاں پھلانگتا اس فلیٹ کے دروازے پر جا پہنچا جس کی بالکونی کی طرف انسٹرکٹر نے اشارہ کیا تھا۔

دروازے کی گھنٹی بجانے پر ایک بوڑھی عورت باہر آئی۔

"میرا نام سائمن ہے میڈم......"

اس نے بوڑھی عورت کو کچھ بولنے کا موقع دیئے بغیر کہا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

عورت خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہی تھی جس پر خاصی شرافت طاری تھی۔

"آپ تو جانتی ہیں کہ آج کل یہاں سڑک پر کس بری طرح آئے روز حادثات ہو رہے ہیں۔"

"ہاں......ہاں"

عورت نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میرا تعلق محکمہ ٹرانسپورٹیشن سے ہے اور ہم لوگ آپ کی بالکنی کرایہ پر لینا چاہتے ہیں۔" اس نے عورت سے کہا۔

"میری بالکنی......"

عورت نے حیرانگی سے دریافت کیا۔

"جی ہاں، کیونکہ یہاں سے سامنے والا انٹرسیکشن واضح دکھائی پڑے گا۔ یہاں ہمارا کوئی آدمی نہیں آئے گا۔ صرف ایک کیمرہ نصب کر کے ہم چلے جائیں گے اور آپ کو پانچ سو ڈالر کرایہ مل جائے گا......"

"اوہ کیوں نہیں......"

بوڑھی یہودن کی رال ٹپکنے لگی۔

یعسوب اس کے ساتھ باتیں کرتا بالکنی میں کھڑا ہو گیا تھا۔

اوہ معاف کرنا خاتون آپ کو زحمت تو ہو گی لیکن آج گرمی بہت زیادہ ہے۔ برائے مہربانی مجھے ایک پانی کا گلاس عنایت کریں۔"

اس نے اچانک ہی خاتون سے کہا۔

اور......

وہ بے چاری پانی کا گلاس لے آئی۔

یعسوب نے پانی کا گلاس حلق سے انڈیلتے ہوئے فخریہ انداز میں اپنا ہاتھ سامنے کی طرف لہرا کر اپنے انسٹرکٹر کو گویا اپنے مشن کی فتح کی خوشخبری سنائی اور وہیں کھڑے کھڑے عورت کا نام، ایڈریس اور ٹیلی فون نمبر لے کر اسے یہ تسلی دے کر واپس آ گیا کہ وہ جلد ہی اس سے رابطہ کریں گے۔

❁❁

فتح کے نشے میں سرشار وہ سیڑھیوں سے نیچے آیا تو دوسرا انسٹرکٹر اس کا منتظر تھا۔ اس نے سامنے بینک کے باہر لگی پیسوں کی مشین کی طرف اشارہ کیا جہاں ایک شخص اپنے کارڈ سے پیسے نکال رہا تھا۔

"اس سے دس ڈالر کا ایک نوٹ لے کر آؤ۔"

انسٹرکٹر نے اگلا حکم سنا دیا۔

"رائٹ سر۔"

کہتے ہوئے یعسوب تیزی سے آگے بڑھ گیا اور دوسرے ہی لمحے مطلوبہ شخص کے سر پر سوار تھا۔

"معاف کیجئے......"

اس نے نوٹ حاصل کرنے والے کو مخاطب کیا۔

"فرمایئے......"

نوٹ جیب میں رکھتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"میرا نام سائمن ہے۔ میں انجینئر ہوں۔ بدقسمتی سے افراتفری میں اپنا پرس گھر بھول آیا۔ مجھے اپنے بچے کو یہاں سکول سے لے جانا تھا کہ اچانک اس کی طبیعت خراب ہو گئی۔ میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں گا اگر آپ براہ کرم مجھے دس ڈالر ادھار دے دیں۔ آپ کا فون نمبر اور نام میں لکھ لیتا ہوں......آپ کے گھر پہنچتے تک آپ کا ادھار چکا دوں گا......"

اس نے فوراً ہی بڑے اعتماد سے سامنے بچوں کے سکول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جھوٹ بول دیا۔

وہ شخص قدرے متذبذب تھا۔

لیکن......

یعسوب کی حیثیت دیکھ کر وہ اس پر شک بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"آپ بطور ضمانت میری گھڑی رکھ سکتے ہیں......"

اس نے اپنی گھڑی کھولنے کا بظاہر تاثر دیا۔

"اوہ نہیں......اس کی ضرورت نہیں۔"

یہ کہہ کر اس شخص نے دس ڈالر کا ایک نوٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔

یعسوب نے اس کا وزیٹنگ کارڈ لیا اور اپنی راہ لی۔

اسے علم تھا کہ اس کی ہر حرکت کا نوٹس لیا جا رہا ہے اور دوسری کامیابی نے اس کا اعتماد دو چند کر دیا تھا۔

"ویل ڈن......"

جیسے ہی وہ واپس آیا، اسے پشت سے انسٹرکٹر کی آواز سنائی دی۔

❁❁

اب وہ اپنے انسٹرکٹر کے ساتھ کار میں تل ابیب کی مشہور ہایارکن (Hayarkon) سٹریٹ کی طرف جا رہا تھا جو بحر اوقیانوس کے کنارے ایک خو[illegible]رت سڑک ہے۔ جس پر دنیا کے مشہور ہوٹل بنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہوئے ہیں۔

انسٹرکٹر اسے شیرٹن ہوٹل کی لابی میں لے آیا۔ دونوں نے وہاں کافی کا ایک ایک کپ پی کر خود کو تازہ دم کیا۔

"وہ سامنے 'باسل ہوٹل' سڑک کی دوسری طرف دکھائی دے رہا ہے ناں۔"

یکا یک ہی انسٹرکٹر نے کہا۔

"یس سر......"

یعسوب نے مستعدی سے جواب دیا۔

وہاں جاؤ اور ہوٹل کے مہمانوں کی کتاب میں اوپر سے تیسرا نام نوٹ کر کے لاؤ۔"

اگلا حکم ملا......

اور......

یعسوب چل دیا۔

یہ لوگ اس کے ساتھ اعصاب شکن گیم کھیل رہے تھے اور اسے کسی بھی مرحلے پر کسی بھی طرح کمزوری کا مظاہرہ نہیں کرنا تھا۔

بڑے اعتماد سے چلتا ہوا وہ ہوٹل میں پہنچا اور امریکنوں کی طرح انگریزی میں کاؤنٹر سے دریافت میں۔

"میرے لئے کوئی پیغام تو نہیں......"

کاؤنٹر والے نے حیرانگی اس کی طرف دیکھا۔

"آپ کا نام......؟"

"سائمن۔"

اس نے جواب دیا۔

کاؤنٹر کلرک نے نفی میں گردن ہلائی۔

اور......

یعسوب بڑبڑاتا سامنے لابی میں بیٹھ گیا۔

اسرائیل کے ہوٹلوں میں مہمانوں کی کتاب کاؤنٹر پر نہیں رکھی جاتی تھی بلکہ اسے ہوٹل والے اپنے قبضے میں رکھتے تھے اور مہمانوں کی شناخت خفیہ رکھی جاتی تھی۔

آدھا گھنٹہ اس نے وہاں گزار دیا......اور اپنے منصوبے کے اگلے مرحلے پر عمل کرنے کے لئے

بڑے اعتماد سے چل کر دوبارہ اس کے پاس پہنچ گیا۔

"ممکن ہے وہ پہلے سے یہاں موجود ہو اور مجھے اس کی خبر نہ ہو۔"

اس نے کاؤنٹر کلرک کو مخاطب کیا۔

"کیا نام تھا اس کا؟"

کاؤنٹر کلرک اس کی پریشانی کو قدرے حقیقی جاننے لگا تھا۔

"کورال......"

اس نے جھٹ سے کہا۔

کاؤنٹر کلرک نے رجسٹر نکال کر سامنے رکھ لیا۔

"شاید سی سے ہے یا پھر کے سے مجھے تو ابھی اس کے ہجے بھی صحیح نہیں آتے۔" اس نے کاؤنٹر کلرک کے قدرے نزدیک ہو کر اس کے رجسٹر پر بظاہر ایسے نظر ڈالی جیسے نام تلاش کرنے میں اس کی مدد کرنا چاہتا ہو۔

اور......

آسانی سے ٹاپ سے نیچے تیسرا نام پڑھ لیا۔

"معاف کیجئے......ہمارے ہاں......!"

"اوہ مائی گاڈ یہ تو بیسل (Basel) ہوٹل ہے ناں۔"

اس نے اچانک ہی کاؤنٹر کلرک کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"یس......"

کاؤنٹر کلرک نے حیرانگی سے کہا۔

"میں بھی کیسا گدھا ہوں......اس نے سٹی ہوٹل بتایا تھا۔ Anyway شکریہ۔"

اس نے کہا۔

اور......

تیزی سے حیران پریشان کاؤنٹر کلرک کو چھوڑ کر باہر آ گیا۔

یہ معرکہ بھی سر ہو گیا تھا......

جب اچانک ہی دوسرے انسٹرکٹر نے فرمائش کر دی وہ ابھی جائے اور سامنے پبلک فون بوجھ جس پر ٹیلی فون کرنے والوں کی قطار ہے، اس کا ماؤتھ پیس اتار کر وہاں وہ ماؤتھ پیس (Mouth Peace) لگا آئے جو اسے دیا جائے گا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہ کام بھی اس نے بخوبی انجام دے لیا۔

اور......

اب وہ ہوٹل میں واپس آ گیا۔

رات دیر گئے جب اچانک ہی اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔ دروازے پر دستک ہوئی اور ایک انسٹرکٹر نے اسے فوراً جین اور جیکٹ پہن کر تیار ہونے کا حکم دیا۔

وہ اسے کار میں بٹھا کر وہاں سے قریباً دس کلومیٹر دور ایک نشیبی علاقے میں لے گیا جہاں ایک زمین دوز پائپ جس میں گندا پانی موجود تھا اور جو دونوں طرف سے کھلتا تھا، کی طرف اشارہ کر کے اسے کہا کہ ابھی اس پائپ کے سامنے کچھ لوگ اکٹھے ہو کر میٹنگ کریں گے، اسے ان کی ساری گفتگو سن کر اس کی رپورٹ کرنی ہے۔

یعسوب کو یاد آ گیا کہ اس نے اپنے انٹرویو میں اپنی واحد کمزوری ایسی گندی جگہوں خصوصاً گندے پانی کو بتایا تھا اور اب اسے وہاں بٹھا کر اس کی قوت برداشت کو چیک کیا جا رہا تھا۔

گندے پانی میں جو تین گھنٹے تک پائپ کے سامنے جہاں انسٹرکٹر نے کچھ لوگوں کے جمع ہونے کی نشاندہی کی تھی، بیٹھا رہا۔

لیکن......

وہاں نہ کسی نے آنا تھا نہ کوئی آیا۔ اس دوران یعسوب نے خود کو مکمل الرٹ رکھا تھا حالانکہ بدبو سے اس کا برا حال تھا۔

تین گھنٹے بعد انسٹرکٹر گاڑی پر آ گیا۔

"رپورٹ......"

اس نے گندگی میں نچڑتی پتلون سمیت اسے گاڑی میں بٹھا کر پوچھا۔

"یہاں کوئی میٹنگ نہیں ہوئی۔"

یعسوب نے اطمینان سے جواب دیا۔

"ناممکن...... یہاں میٹنگ ہوئی ہے۔ شاید تم سو گئے تھے۔"

انسٹرکٹر نے کہا۔

"ایسا نہیں ہو سکتا سر! میں ایک لمحے کے لئے بھی نہیں سویا۔"

یعسوب نے اطمینان سے بغیر تلخی کے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے شاید ایسا ہی ہو......"

انسٹرکٹر نے کہا۔

اس کے کپڑے ایک اور سیف ہاؤس پر تبدیل کروانے کے بعد کہ اسے دوبارہ ہوٹل لے گیا اور آرام کرنے کی ہدایت کر کے رخصت ہو گیا۔

❁❁

صبح انہیں بروقت ناشتے کی میز پر بلایا گیا اور آج اسے شام ڈھلے ایک بلڈنگ کے باہر کھڑا کر کے یہاں ہونے والی ساری نقل و حرکت نوٹ کرنے کی ہدایت کی گئی۔ یہاں اسے بمشکل آدھا گھنٹہ ہی گزرا تھا جب پولیس نے اسے مشتبہ جان کر پکڑ لیا۔ یعسوب اپنی Cover Story پر بے پناہ تشدد کے بعد بھی قائم رہا اور خود کو وہی ظاہر کیا جو روپ اس نے دھارا تھا۔

وہ لوگ اس کی اچھی خاصی دھلائی کرنے کے بعد اسے شہر کے ایک چوراہے پر پھینک کر فرار ہو گئے۔ یہاں سے اسے موساد کے انسٹرکٹروں نے پک کر لیا۔ یہ مار دراصل اس کا امتحان تھا اور اس اکیلے کو نہیں بلکہ اس کے تمام ساتھیوں کو اس عمل سے گزرنا پڑا۔ یہ الگ بات کہ ان سب کو ہدایت کر دی گئی کہ وہ اس کا تذکرہ اپنے دوسرے ساتھی سے نہیں کریں گے۔

یعسوب نے اپنی جسمانی طاقت کے بل پر بڑی آسانی سے پولیس کی مار ہضم کر لی تھی۔ جبکہ اس کے ساتھیوں کو اگلے روز تک دوا کی گولیاں پھانکنی پڑی تھیں۔

اس نے اب یہ سوچنا چھوڑ دیا تھا کہ یہ اس کا آخری امتحان ہے۔ اب وہ ہر لمحے کسی بھی نئی صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔

اگلے روز انہیں مکمل آرام کروایا گیا۔ شاید کل کی مار کٹائی کے بعد انہیں کچھ آرام دیا جا رہا تھا۔

اگلے روز اس کا انسٹرکٹر اس کے ساتھ ایک اور ہوٹل کی لابی میں آ گیا اور وہاں ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ وہ نہ صرف اس سے باتیں کرے بلکہ اس کو رات کے ڈنر پر بھی کسی جگہ ضرور آنے پر رضامند کرے۔

انسٹرکٹر کی روانگی کے بعد یعسوب نے صورتحال کا جائزہ لیا تو اسے اندازہ ہوا کہ یہ شخص ہوٹل کا کوئی منیجر ہے۔ جس نے اپنے ہاتھ میں ایک فلمی رسالہ پکڑ رکھا تھا اور اب ایک آرام کرسی پر بیٹھ کر اس کے مطالعے میں مصروف تھا۔

اس یقین کے بعد کہ وہ ہی ہوٹل کا منیجر ہے، یعسوب بڑے اطمینان سے اس کے نزدیک جا کر بیٹھ گیا اور ایک بیرے کو اپنی طرف مخاطب کیا۔

"میرا نام یوری کاف ہے......"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے ایک مشہور ڈائریکٹر کے نام سے اپنا تعارف کروایا۔

"یس سر کیا حکم ہے؟"

بیرا مئودب تھا۔

یعسوب نے کن انکھیوں سے منیجر کو چونکتے دیکھا۔

"دراصل مجھے ایک سین کی شوٹنگ اسی ہوٹل کی بالکونی میں کرنی ہے۔ کیا تم مجھے اپنے منیجر سے ملوا سکو گے؟"

اس نے اطمینان سے کہا۔

"میں منیجر ہوں جناب، آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔"

ساتھ بیٹھے منیجر نے کھڑے ہو کر اسے تعظیم دی۔

یعسوب نے اس سے چند منٹ میں دوستی کر لی اور رات کے کھانے پر بھی ایک اور ہوٹل میں طلب کر لیا جہاں اس نے منیجر کی ملاقات اپنی ہیروئن سے بھی کروانے کا وعدہ کیا تھا۔

منیجر وعدے کے مطابق ڈنر کے لئے پہنچ گیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے یہ گیم بھی جیت لی۔

❁❁

اسے کبھی کبھی سوچ کر ہنسی آیا کرتی تھی کہ ان دونوں اسے کیسے کیسے امتحانات سے گزرنا پڑتا تھا۔

ایسے ہی دو مزید ٹیسٹ لینے کے بعد اسے دو اور ساتھیوں کے ساتھ ان کا انسٹرکٹر "تال ہوٹل" پر چھوڑ گیا اور کہا کہ وہ تھوڑی دیر بعد واپس آتا ہے۔

لیکن......

انسٹرکٹر کے بجائے وہاں کچھ سفید پوش آ گئے اور انہوں نے یعسوب کو اٹھا کر ایک وین میں پھینک دیا۔

اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی اور وہ لوگ اسے اپنے خفیہ آفس میں لے گئے جہاں اس پر الزام لگایا گیا کہ وہ دہشت گرد ہے اور یہاں دھماکے کی پلاننگ کر رہا تھا۔ یہاں بھی اس نے اپنی کور سٹوری اپنی کور شناخت کے ساتھ دہرائی اور دو روز تک مسلسل ذہنی اور جسمانی ٹارچر کے بعد بالآخر اسے "باعزت رہائی" مل گئی۔

"ہمیں افسوس ہے ہمیں تمہارے متعلق غلط فہمی ہو گئی تھی۔"

ایک سفید پوش نے دوبارہ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے گاڑی میں سوار کیا اور وہیں چھوڑ آیا جہاں سے اسے اٹھا کر لایا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ان کا انسٹرکٹر آ گیا۔

یہ واقعی آخری امتحان تھا۔ اب ایک مرتبہ پھر وہ باری باری بوڑھے گوریان کے سامنے پیش ہو رہے تھے۔

"کیا تم سمجھتے ہو کہ تم امتحانات میں کامیاب رہے؟"

اس نے یعسوب سے پوچھا۔

"مجھے کامیاب یا ناکام ہونے کا علم نہیں...... میں تو صرف ایک بات جانتا ہوں کہ مجھے جو بھی کام (Task) دیا گیا، میں نے اسے اپنی بہترین ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کی مدد سے مکمل کیا۔ میں کامیاب رہا یا ناکام، اس کا فیصلہ کرنے کا حق مجھے نہیں ہے۔"

اس نے بڑے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

یعسوب کی پانچ منٹ بعد ہی چھٹی ہو گئی جبکہ اس کے ساتھیوں سے انہوں نے آدھا آدھا گھنٹہ انٹرویو کیا تھا۔

گروپ میں سے آٹھ نوجوانوں اور دو لڑکیوں کو منتخب کر لیا گیا جن میں یعسوب بھی شامل تھا۔

اسے فی الوقت ایک ہفتے کے لئے گھر جانے کی اجازت مل گئی جس کے فوراً بعد اکیڈمی رپورٹ کرنے کا حکم ملا تھا۔

❁❁❁

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک روز بالآخر وہ اپنے چودہ ساتھیوں کے ساتھ ایک کوچ میں موساعد کے ہیڈ کوارٹر کی طرف عازم سفر تھا جہاں سے اسے اکیڈمی جانا تھا۔ اس بس کے تمام مسافر اس کے لئے اجنبی تھے۔ جو لوگ اس کے ساتھ منتخب ہوئے تھے ان میں سے کوئی بھی ان مسافروں میں شامل نہیں تھا۔

یہ سب ایک دوسرے کے لئے اجنبی تھے۔

وہ سب ایک دوسرے کو جاننا چاہتے تھے۔

لیکن ...... کوئی کسی سے متعلق سوال نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ انہیں دوران امتحانات میں یہ بات سمجھا دی گئی تھی کہ انہیں صرف اپنے آپ تک محدود رہنا ہے۔ اپنے ساتھی یا دیگر معاملات کے متعلق معمولی سا تجسس بھی ان کے لئے خطرناک نتائج پیدا کر سکتا تھا۔

استقبالیہ پر ایک خوبصورت لڑکی ان کی منتظر تھی ...... اس کے چلنے کا انداز یعقوب کو یہ سمجھانے کے لئے کافی تھا کہ وہ جسمانی طور پر کتنے مردوں پر حاوی ہو سکتی ہے۔

لڑکی نے انہیں خوش آمدید کہا۔ ان کے ناموں کا اندراج ایک رجسٹر میں کیا گیا۔ ان کی تصاویر بنائی گئی تھیں، ہاتھوں پیروں کے نشانات محفوظ کئے گئے اور وہ سب لڑکی کی معیت میں مین بلڈنگ کی طرف چل دیئے۔

یہ معمولی سی کالونی تھی۔

اس بلڈنگ میں داخل ہونے والے ہر شخص کی تصویر اور ہاتھ پاؤں کے نشانات یہاں کے مین کمپیوٹر کو فوراً فیڈ کر دیئے جاتے تھے۔

لڑکی انہیں ایک چھوٹے لیکن ہال نما کمرے میں لے آئی جہاں ٹی کی شکل میں بنی میز کے گرد انہیں کرسیوں پر بیٹھنے کی ہدایت کی اور یہ کہتی ہوئی باہر چلی گئی کہ تھوڑی دیر میں اکیڈمی کے ڈائریکٹر ان سے ملاقات کریں گے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یعقوب نے ہال کا جائزہ لیا جس کی دیواروں پر بلیک بورڈ اور نقشے آویزاں تھے اور ماربل کی خوبصورت دیواروں پر کوئی نشان تک دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اچانک ہی ان کی پشت پر دروازہ کھلا۔ سب لوگ احتراماً اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک قدرے ادھیڑ عمر کے آدمی کے ساتھ دو درمیانی عمر کے نوجوان اندر داخل ہوئے۔ ادھیڑ عمر والا دونوں سے زیادہ چست اور خوبصورت دکھائی دے رہا تھا۔ یعقوب نے نظروں ہی نظروں میں اس کے قد کا اندازہ چھ فٹ سے زیادہ لگایا تھا۔

''تشریف رکھئے ...... خوش آمدید میرا نام یوری شیرف ہے۔ میں اکیڈمی کا چیف ہوں۔ آپ کو ''موساعد'' میں شمولیت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس کا مکمل نام ہماری عبرانی زبان میں HAMOSSAD, Lemodiynueletafk Idimma Yuhadim (The Institute for Intelligence and Speical Operation) ہے۔ یعنی ہمارا موٹو ہے ''دھوکے اور فریب سے ہمیں جنگ جیتنی ہے۔'' ...... تم سب ایک ٹیم ہو۔ ایک ہی فیملی کے ممبر ہو۔ تمہارا انتخاب ہزاروں میں سے ہوا ہے۔ ہم نے ہزاروں نوجوانوں کو موساعد کی ٹیم کا ممبر بنانے کی کوشش ہمیشہ کی ہے لیکن ان میں سے آپ جیسے چند خوش قسمت ہی یہاں تک پہنچ پاتے ہیں۔ اس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ آپ لوگوں میں وہ تمام تر صلاحیتیں موجود ہیں جو ہمیں درکار ہوتی ہیں۔ آپ لوگ عظیم اسرائیل کی خدمت کے مکمل اہل ہیں اور آپ کے پاس اس مملکت کو عظیم تر بنانے کے لئے بہترین دماغ اور جسم موجود ہے ...... یہ بات کبھی مت بھولئے کہ ہمارے پاس آپ کو انجکشن کے ذریعے منتقل کرنے والی کوئی شے نہیں ...... یہاں آپ کو سب کچھ اپنی صلاحیتوں کے بل بوتے پر سیکھنا ہے اور دوران تربیت صد فی صد رزلٹ دینا ہے۔ ہم آپ کو مکمل دیکھنا چاہتے ہیں، بہترین، اس سے کم کچھ بھی قابل قبول نہیں۔ اگر آپ میں سے کوئی بھی سو فیصد نتائج نہیں دیتا تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑنے والا ...... ماضی میں ایسا ہو چکا ہے کہ ایک مکمل بیچ کو دوران تربیت فارغ کر دیا گیا۔''

اس نے آخری بات کہہ کر یعقوب ہی نہیں اس کے ساتھیوں کے دل و دماغ میں بھی سنسنی پھیلا دی۔

''یہ دنیا بھر میں اپنی نوعیت کی الگ اکیڈمی ہے جہاں سو فیصد سے کم کچھ قابل قبول نہیں۔ آپ لوگوں کو یہاں سے تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنی مدد آپ کے اصول پر عمل کرنا ہوگا۔ اس وقت آپ سکیورٹی مقاصد کے لئے ''خام مال'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب ہم اسی ''خام مال'' کو سانچے میں ڈھالیں گے تو آپ اپنے کورس کے اختتام پر دنیا کے بہترین تربیت یافتہ انٹیلی جنس پرسن بن چکے ہوں گے ...... ساری دنیا میں کوئی انٹیلی جنس کی فیلڈ میں آپ کا ثانی نہیں ہوگا ......''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"یہاں ہمارے پاس آپ کو پڑھانے کے لئے مروجہ زبان میں استاد نہیں ہیں۔ آپ کو جو لوگ پڑھائیں گے وہ اپنے اپنے فیلڈ کے یکتائے روزگار ہیں اور کچھ عرصہ کے لئے ہم ان کی خدمات مستعار لیتے ہیں۔ وہ آپ کو بطور شاگرد نہیں بلکہ مستقبل کے استاد کی حیثیت سے پڑھائیں گے۔ کیونکہ آپ کو کبھی بھی ان کی جگہ لینی پڑے گی...... وہ آپ کو مروجہ کلاس روم کی طرح کی نہیں بلکہ دوستوں کی طرح الگ الگ اپنے اپنے میدان میں طاق کرنے کی کوشش کریں گے...... یہ بات کبھی نہ بھولئے کہ آپ کھیل کے جس میدان میں اترے ہیں وہ دنیا کا خطرناک ترین کھیل ہے۔ جس میں زندگی ہر وقت داؤ پر لگی رہتی ہے...... اور سب سے بڑھ کر یہ بات بھی کہ اس کھیل میں صرف اپنی غلطی سے ہی نہیں بسا اوقات دوسرے کی غلطی سے بھی اپنی جان جا سکتی ہے...... اس لئے اس ٹیم کے ہر کھلاڑی کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے دوسرے ساتھیوں کی زندگی کا دارومدار بھی اسی پر ہے...... میں اس اکیڈمی اور ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ کا ڈائریکٹر ہوں۔ میرے دروازے آپ سب کے لئے ہمیشہ اور ہر وقت کھلے ہیں...... گڈ لک۔ اب میں آپ کو آپ کے انسٹرکٹر صاحبان کے حوالے کر رہا ہوں۔"

اور......

اس کے ساتھ ہی دو افسران میں سے ایک نے آگے بڑھ کر اس کی جگہ لے لی۔ اس کی شکل اور بات کرنے کا انداز بتا رہا تھا کہ اس کا تعلق جنوبی افریقہ سے رہا ہو گا۔

"میرا نام اسٹین واک ہے اور میں اکیڈمی کی انٹرنل سکیورٹی کا انچارج ہوں۔" اس نے بڑے اکھڑ اور چونکا دینے والے لہجے میں ان سب کو مخاطب کیا۔

"میں آپ کے سامنے چند گذارشات رکھوں گا۔ آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ آپ جب بھی چاہیں مجھے دورانِ گفتگو ٹوک کر کوئی بھی سوال دریافت کر سکتے ہیں۔ مجھے آپ کو بتانا ہے کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ یہ ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ گو کہ ہمارے پاس بہترین ٹیکنالوجی موجود ہے۔ لیکن کسی بھی لمحے کوئی بھی ہم سے آگے کی دریافت کر سکتا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ یہاں سے جو علم حاصل کر رہے ہیں سب اہم ترین راز وہی ہیں جن کی آپ کو جان دے کر بھی حفاظت کرنی ہے۔ برائے مہربانی اس حقیقت کو کبھی فراموش نہ کیجئے۔ اور سب سے اہم بات کہ آج کے بعد آپ کی زبان سے "موساعد" کا لفظ نہیں سننا...... اس لفظ کو ہوا جانئے، کبھی زندگی میں کہیں بھی دوران گفتگو یہ لفظ استعمال نہ کیجئے...... ایک دوسرے کے ساتھ دوران گفتگو آپ نے "آفس" لفظ استعمال کرنا ہے۔ اپنے دوستوں اور عزیز و اقارب کو صرف یہ بتایئے کہ آپ ڈیفنس سروسز میں ملازمت کر رہے ہیں۔ اس سے زیادہ ہرگز ہرگز کچھ نہ بتایئے...... اور ہاں کان کھول کر یہ بات سن لیجئے کہ آپ نے آج کے بعد کوئی نیا

دوست ہماری اجازت کے بغیر نہیں بنانا...... اب آپ کے ذاتی افعال اور نجی زندگی میں کوئی پرائیویسی نہیں رہی...... آج کے بعد آپ کا ہر لمحہ "آفس" کا ہو گا...... آج کے بعد آپ نے کبھی "آفس" سے کوئی فون اپنے گھر نہیں کرنا...... کبھی آفس یا گھر کے فون پر کوئی گفتگو اپنے بزنس سے متعلق نہیں کرنی...... اگر میں نے کسی کی کوئی ایسی گفتگو پکڑی تو اسے اتنی سخت سزا ملے گی جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا...... آپ مجھ سے یہ سوال مت کیجئے کہ میں یہ بات کیسے جان پاؤں گا...... خیال رہے کہ میں یہاں کا سکیورٹی انچارج ہوں اور مجھ سے کچھ پوشیدہ نہیں رہ سکتا...... اگر میں نے آپ سے متعلق کچھ جاننا چاہا تو میں اس کے لئے ہر ذریعہ استعمال کروں گا...... اور ہاں......" اس نے اچانک مسکراتے ہوئے ان کی طرف دیکھا......

"اگر میری (Shaback) موساعد اکیڈمی کی سکیورٹی پولیس کے ذریعے آپ کو علم ہو کہ میں نے ایک مرتبہ دوران تفتیش ایک کیڈٹ مار ڈالا تھا تو اس بات پر یقین نہ کیجئے......"

اس نے دیوانوں کی طرح قہقہہ لگایا۔

یعسوب ہی نہیں اس کے تمام ساتھی سن ہو کر رہ گئے۔

"آپ کو دوران تربیت تقریباً ہر تین ماہ بعد ایک غیر ملکی دورہ کرنے کا موقع ملے گا۔ ہر دورے سے واپسی پر آپ کو جھوٹ پکڑنے کی مشین کے ٹیسٹ سے گزرنا پڑے گا۔ یہ ٹیسٹ آپ جب بھی اسرائیل سے باہر کسی ملک میں اپنے مشن سے واپس آئیں گے، آپ کو دینا پڑے گا...... آپ کو حق حاصل ہو گا کہ یہ ٹیسٹ دینے سے انکار کر دیں...... اس طرح مجھے ہر انکار کرنے والے کو گولی مارنے کا حق حاصل ہو جائے گا۔"

اس نے مزید سنسنی پھیلاتے ہوئے کہا۔

"میرا اور آپ کا واسطہ ایک دوسرے سے اکثر پڑتا رہے گا۔ جلد ہی آپ کو آپ کے شناختی کارڈ جاری ہو جائیں گے۔ اپنی ہر شناخت کو صرف خود تک محدود رکھیں۔ آج کے بعد سوائے ان شناختی کاغذات کے جو آپ کو میں جاری کروں گا، آپ کی فیملی کی اور کوئی شناخت آپ کے پاس نہیں رہنی چاہئے...... اپنے پاسپورٹ اور سابقہ تمام آئی ڈی کارڈز جمع کروا دیجئے...... جب بھی آپ کے خاندان کے کسی فرد کو ملک سے باہر جانے کی ضرورت ہو گی ہم یہ پاسپورٹ آپ کو فراہم کر دیں گے...... گڈ لک......"

یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔

اب اورین ریف کی باری تھی، جس نے اپنا تعارف کمانڈر آف کورس کی حیثیت سے کروایا۔

"آپ بچوں کی دیکھ بھال میری ذمہ داری ہے۔ آپ کے اکیڈمی میں قیام کو باسہولت بنائے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

رکھنے کے لئے میں ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

اس نے اپنا مختصر تعارف کروایا اور اپنے پس منظر سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ گزشتہ کئی سال سے موساعد سے منسلک ہے اور اب تک متعدد کارنامے غیر ممالک میں انجام دے چکا ہے۔ اس سے پہلے وہ ایک زمانے میں وزیر اعظم گولڈا میئر کے دفتر میں بطور "کیٹسا" خدمات انجام دے چکا ہے۔

"اب یورپ کے بہت کم علاقے ایسے رہ گئے ہیں جہاں میں خود کو محفوظ تصور کروں۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہم اپنے کام کا آغاز دو مضامین سے کریں گے اور اگلے دو تین ماہ تک آپ کو یہی کچھ پڑھایا اور سکھایا جائے گا۔ ایک مضمون ہے "ناکا" (NAKA) (موساعد کے ایجنٹوں کا آپریشن اور اطلاعات لکھنے کا منفرد اور مخصوص انداز) اور دوسرا سکیورٹی......!"

اس نے یعقوب اور اس کے ساتھیوں کو بتایا کہ سکیورٹی کی تربیت اپنی Shaback موساعد کی حفاظتی پولیس کی طرف سے دی جائے گی جبکہ ناکا Naka وہ انہیں خود پڑھائے گا۔

"ناکا" کی تربیت مکمل کرنے کے بعد انہیں سکیورٹی کی تربیت دی جائے گی۔ ایک روز جب وہ اپنی کلاس میں موجود تھے تو اچانک دو گن بردار اندر داخل ہوئے تو انہوں نے فائرنگ شروع کر دی۔

یہ عمل اتنا اچانک اور گھبرا دینے والا تھا کہ وہاں موجود ہر کیڈٹ میزوں کے نیچے جان بچانے کے لئے دبک گیا۔ ان میں انسٹرکٹر بھی شامل تھا۔

دونوں حملہ آور اوزی گنوں سے درجنوں گولیاں برسانے کے بعد اطمینان سے باہر چلے گئے جن کے جانے کے بعد ان کے انسٹرکٹر نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی اور انہیں اس روز "APMA" (A Utahat Paylut Modient Activity) یعنی Securing Intelligence کا آغاز کروایا گیا۔

"انتہائی خوف کی حالت میں تم لوگ اپنا دفاع کس طرح کرو گے...... یہ بات سب سے اہم ہے......" ان کے انسٹرکٹر نے حملہ آوروں کی روانگی کے بعد پھاڑ کھانے والے لہجے میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"میری طرف سے تم سب جہنم میں جاؤ۔ مجھے تمہاری قابلیت سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ یاد رکھنا جب تک میں تمہارے APMA سے متعلق مطمئن نہیں ہو جاتا، میں تمہیں ہرگز ہرگز کلیئر نہیں کروں گا...... خواہ تم سب کو یہاں سے اپنے گھروں کو ہی کیوں نہ واپس لوٹنا پڑے۔"

یعقوب سمیت سب کیڈٹ اس دھمکی سے گھبرا گئے تھے۔

وہ جانتے تھے کہ جب تک ان کا ہر انسٹرکٹر ان کی تربیت سے صد فیصد مطمئن نہیں ہو گا، بات نہیں بنے گی۔

صبح آٹھ سے رات کے آٹھ بجے کی تربیت ہوتی تھی اور انہیں اس دوران صرف دوپہر کے کھانے کے لئے ایک گھنٹے کا وقفہ یا پھر دو مرتبہ چائے پینے کے لئے بیس بیس منٹ کا وقفہ دیا جاتا تھا۔ ان بارہ گھنٹوں میں انہیں مختلف لیکچرارز APMA جنرل ملٹری اور کور (Cover) جیسے اہم موضوعات کی زبانی اور عملی تربیت دیا کرتے تھے۔

جنرل ملٹری کے مضمون کے ذریعے انہیں ہمسایہ ممالک اور جہاں جہاں "موساعد" کا دائرہ کار تھا، ان ممالک کی بری، بحری اور ہوائی فوج سے متعلق مکمل معلومات، عرب ممالک کا سیاسی، سماجی اور مذہبی ڈھانچہ جیسے اہم مضامین پڑھائے اور ان کے عملی مظاہرے کئے جاتے تھے۔

جاسوسی اور دہشت گردی سے متعلق انہیں ہر فنی باریکی اچھی طرح سمجھائی گئی تھی اور اس کا مظاہرہ بھی ان سے کروا کر دیکھا جاتا تھا۔

تربیت کے دوسرے مہینے انہیں موساعد کے کیٹسا کا سرکاری ہتھیار اعشاریہ 22 بریٹا گن دے دی گئی تھی جس کو دنیا کی اپنی کلاس اور نوعیت کی بہترین گن سمجھا جاتا تھا۔ پستول نما اس ہتھیار کو آسانی سے چھپایا اور مشین گن کی طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔

Petahtikvah کے فوجی کیمپ میں انہیں ہتھیار چلانے کی تربیت دی گئی۔ بلاشبہ یہاں انہیں اپنے فن میں طاق کیا گیا تھا۔

یعقوب کو انہوں نے ہر ممکنہ چویشن کے مطابق بھرپور اور موثر فائرنگ کرنے اور فائرنگ سے بہترین نتائج حاصل کرنے کے فن میں طاق کر دیا تھا اور اب وہ آنکھیں بند کر کے اپنے ٹارگٹ کو ہٹ کر سکتا تھا۔

آواز پر نشانہ لگانے میں اسے کمال حاصل تھا اور اس سلسلے میں اس نے حیرت انگیز نتائج حاصل کئے تھے۔

اس کی جسمانی اہلیت کو بڑھانے کے لئے دنیا کے بہترین مارشل آرٹس میں اسے مہارت حاصل ہو چکی تھی۔

اسے دنیا کے خطرناک ترین زہر سے متعلق ریسرچ کروائی گئی تھی۔ زہر استعمال کرنے کے ایسے ایسے معصومانہ طریقے بتائے گئے تھے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتے تھے۔ کسی بھی زندہ انسان میں چند لمحوں میں موت کی نیند سلا دینے کے فن میں اسے طاق کیا گیا تھا۔ اسے دنیا کے مختلف ممالک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں، مختلف حالات میں، مختلف موسموں میں کام کرنے اور اپنے کام کے بہترین نتائج حاصل کرنے میں مہارت دلائی گئی تھی۔

اور......

یعسوب نے ان کی توقعات سے بڑھ کر تربیت کے نتائج دیئے تھے......!!

❁❁

اس کے بعد دستاویزات کی ہیرا پھیری......

پاسپورٹ کا جائز اور ناجائز استعمال......

کسی بھی ملک میں ہنگامی حالت میں جعلی دستاویزات تیار کرنا اور انہیں استعمال میں لانا......

جعلی کرنسی کی پہچان اور تیاری کے طریقے......

غرض جعلی دستاویزات سے متعلق انہیں ایسی جعل سازی سکھائی گئی تھی کہ دنیا کے بڑے بڑے جعلساز بھی ان کے سامنے دم نہیں مار سکتے تھے۔

دورانِ تربیت ہی یعسوب کے علم میں یہ بات آئی کہ غیر ممالک خصوصاً یورپ اور امریکہ میں ان کے Dobel (پیغام رساں) جو عموماً ان کے پیغامات ایک سے دوسری جگہ محفوظ طریقے سے پہنچانے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں وہ ان ممالک میں تربیت یا تعلیم حاصل کرنے والے اسرائیل کے طالب علم ہیں۔

انہیں بتایا گیا تھا کہ دنیا کے جس ملک میں انہیں ہنگامی صورتحال درپیش ہو وہاں وہ صرف اعتماد یا اعتبار اپنی ذات کے بعد صرف اسرائیل کے باشندوں یا پھر یہودیوں پر ہی کر سکتے ہیں۔ انہیں بتایا گیا تھا کہ یہودیوں کے علاوہ دنیا کی کسی بھی قوم سے کسی بھی فرد سے اسے دھوکے میں رکھ کر کام لیا جائے اور کسی بھی مرحلے پر اس پر ایک لمحے کے لئے بھی اعتبار نہ کیا جائے۔

ان کی ذہنی، نفسیاتی اور جسمانی تربیت کے بعد اب اہم ترین تربیت شروع ہوئی تھی اور وہ تھی اسلام کا روزمرہ زندگی میں کردار......!

اس میں بلاشبہ یعسوب سے زیادہ نمبر کوئی بھی حاصل نہیں کر سکا۔ اسے مکمل نماز، کچھ قرآنی آیات، مختلف مکاتیبِ فکر کے فکری اختلافات ازبر ہو چکے تھے۔ جب کبھی وہ اسلامی تعلیمات کی کلاس میں بیٹھتا اس کا ذہن خود بخود دمیبے پہنچ جاتا۔ اسلم اور عارفہ اسے اپنے ساتھ دکھائی دیتے۔ اسے یاد آ جاتا اپنے دادا اور ماں کو بتائے بغیر وہ کئی مرتبہ ان کے ساتھ مسجد میں جا چکا تھا۔

یہ ساری تربیت آج اس کے کام آ رہی تھی......

اردو زبان اور اسلامی تعلیمات پر عبور نے اپنے ساتھی کیڈٹوں میں امتیازی حیثیت دلا دی تھی۔

تربیت کے ایسے ہی کڑے مراحل سے گزر کر بالآخر وہ موساعد کا "کیٹسا" بنا تھا۔ اسے یاد تھا دورانِ تربیت ان کی قوت برداشت کا امتحان لینے کے لئے انہیں فرار ہونے، گرفتار ہونے اور گرفتاری کے بعد تفتیش کے کڑے مراحل سے گزرنا پڑتا تھا۔

ایک مرتبہ تو اسے تین دن تک مار کھانی پڑی......لیکن اس کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی تھی۔

یعسوب نے عملی میدان میں قدم رکھتے ہی ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے تھے جو شاید عام ایجنٹ کی سوچ میں بھی نہیں آ سکتے تھے۔

گزشتہ پانچ سال سے وہ یورپ، امریکہ اور مڈل ایسٹ میں خطرناک مہمات انجام دیتا آ رہا تھا اور اب بھی یہاں اسے ایک خصوصی مشن پر بھیجا گیا تھا۔

❁❁

ان دنوں وہ لندن میں ایک باغی کو ٹھکانے لگانے کے بعد واپس لوٹا تھا۔ اس کی واپسی کے دو روز بعد ہی اس کی ماں مر گئی......

اس کی ماں بیمار تو کافی دنوں سے تھی۔ لیکن اسرائیل میں اسے ایک "کیٹسا" کی ماں ہونے کے ناطے جو خاص عزت حاصل تھی، اس کی وجہ سے اسے امریکہ میں خصوصی علاج کے لئے بھیجا گیا تھا۔ یہ الگ بات کہ اس کا کینسر اب ناقابلِ علاج ہو چکا تھا۔

ماں کی وفات پر اسے ایک ہفتے کی خصوصی رخصت ملی تھی تاکہ وہ اپنی ماں کا غم اچھی طرح بھلا سکے۔ کیونکہ ان لوگوں کو اس بات کا علم تھا کہ اسے اپنی ماں سے کتنی محبت ہے۔ ان دنوں یعسوب ایک عجیب سی ذہنی کیفیت سے گزر رہا تھا۔

اسے گزشتہ ماہ فرانس میں پناہ لینے والے ایک فلسطینی نوجوان کو قتل کرنے کا مشن سونپا گیا تھا جسے موت کے گھاٹ اتارنے سے پہلے اس کے ساتھیوں سے متعلق معلومات حاصل کرنا ضروری تھا۔

"موساعد" کو شک تھا کہ تل ابیب کے ایک معروف بازار میں اپنے جسم سے بم باندھ کر اسرائیلی فوجیوں کے ایک ٹرک پر حملہ کرنے والے فلسطینی نوجوان کا تعلق اس گروپ کے لوگوں سے تھا اور اب بھی ان کے ساتھی تل ابیب میں موجود تھے۔

یعسوب نے اپنے دو ساتھیوں کی مدد سے اسے پیرس کے مضافات میں ایک گاؤں سے اغوا کیا تھا۔ وہ لوگ اسے یہاں سے تین کلومیٹر دور پہلے سے کرائے پر حاصل کردہ ایک محفوظ فلیٹ میں لے گئے تھے جہاں یعسوب اور اس کے ساتھیوں نے اس پر دو دن مسلسل غیر انسانی تشدد کیا۔

لیکن......

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہ شخص خدا جانے کس مٹی کا بنا تھا۔
وہ مسلسل قرآنی آیات کا ورد کر رہا تھا۔

مار کھاتے کھاتے جب وہ بے ہوش ہو جاتا تو ہوش میں لائے جانے کے بعد اس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ طاری ہو جاتی۔

دوسرے روز یعسوب کے دونوں ساتھی فلیٹ کے باہر پہرہ دے رہے تھے اور یعسوب اس کے جسم کو مختلف غیر انسانی طریقوں سے اذیت پہنچا کر اس سے کچھ اگلوانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ان کا یہ طریقہ کار تھا۔ ایک آدمی کرسی پر جکڑے فلسطینی پر ظلم و ستم توڑتا، باقی دو فلیٹ کے باہر کسی بھی ممکنہ صورت حال سے نمٹنے کے لئے موجود رہتے۔

''تم کیوں اپنے آپ کو اذیت میں ڈالتے ہو۔ جانتے ہو کہ ہم بہر حال تم سے سب کچھ اگلوا لیں گے۔ اگر ہم فرانس میں تمہیں تلاش کر کے یہاں تک لا سکتے ہیں تو ہمارے لئے اور کچھ بھی ممکن ہے......''

یعسوب کو نجانے کیوں اس کی حالت پر رحم آنے لگا تھا۔

اس لمحے نجانے کیوں اس کا ذہن بھیئے پہنچ گیا اور اسے اسلم یاد آ گیا۔ نجانے کہاں سے یہ سوچ اس کے دماغ میں گھس آئی کہ کسی روز اگر ''آفس'' (موساعد) کے حکم پر اسے اسلم پر ہی ظلم کے پہاڑ توڑنے پڑے تو وہ ایسا کر پائے گا؟

نوجوان فلسطینی، جس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنا یعسوب کے لئے اب ناممکن ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نجانے کیا چمک سما گئی تھی جس کا سامنا کرنا یعسوب کے لئے مشکل تھا۔ ''تم بے وقوف ہو......تم یہ سمجھتے ہو کہ اپنے وسائل کے سر پر ہمیں فتح کر لو گے......لیکن یاد رکھو میں تمہیں کبھی یہ فخر حاصل نہیں کرنے دوں گا۔''

یہ کہہ کر اس نے قرآن پاک کی ایک آیت پڑھی۔ عربی جاننے کی وجہ سے یعسوب کو اس کا مطلب سمجھ آ گیا جس میں اللہ تعالیٰ نے کہا تھا کہ بسا اوقات وہ طاقتوروں پر کمزوروں کو غلبہ عطا فرما دیا کرتے ہیں۔

نجانے کیوں قرآن کی اس آیت نے اسے ایک مرتبہ تو لرزا کر رکھ دیا۔

اس نے اندازہ لگایا کہ وہ بظاہر تو موساعد کا ''کیڈسا'' ہے لیکن اندر سے وہ بہت کمزور ہو چکا ہے۔

''تم اپنی جان گنوانے پر تلے ہو؟''

بالآخر اس نے زچ ہو کر اس سے کہا۔

''ہاں ...... کیونکہ یہ میری جان نہیں ......زندگی اللہ کی امانت ہے اور میں اس میں خیانت کرنے والا کون ہوتا ہوں ......میں موت سے خوفزدہ نہیں ہوں لیکن تم مجھے قتل کرنے سے ضرور خوفزدہ ہو......مجھے تمہارے چہرے پر خوف دکھائی دے رہا ہے......تم اپنے ضمیر کے خلاف یہ سب کچھ کر رہے ہو......حالانکہ تم خود جانتے ہو کہ یہ غلط ہے......تمہیں ''موساعد'' کا ایک زر خرید ایجنٹ ہونے پر بہت فخر ہو گا لیکن یاد رکھنا تم کیا سارا اسرائیل میری زبان نہیں اگلوا سکتا......تم بزدل ہو۔ اگر تم میں ہمت ہے تو مجھے کھول دو۔ میرے ساتھ مقابلہ کرو، تمہیں اپنی اوقات کا اندازہ ہو جائے گا......ہاں ہم دھماکے کریں گے، میرے ساتھی وہاں موجود ہیں لیکن تم کبھی نہیں جان پاؤ گے......تم بزدل، بے غیرت، غاصب، تم ساری زندگی ڈرتے رہو گے۔ تم ہمیشہ خود کو غیر محفوظ سمجھو گے......مرنے کا خوف تمہیں کبھی ڈھنگ سے نہیں جینے دے گا یاد رکھنا......''

اس کی زبان سے الفاظ نکل رہے تھے۔ یعسوب کو اپنے سارے بدن پر کوڑے لگنے کا احساس ہو رہا تھا۔

اسے اپنا دم گھٹنے کا احساس ہو رہا تھا......

یہاں ایک بندھے ہوئے فلسطینی کے سامنے وہ اپنی تمام تر طاقت کے ساتھ خود کو انتہائی کمزور محسوس کر رہا تھا۔

اسے یوں لگا جیسے اس کرسی پر دراصل وہ بندھا ہوا ہے۔ یہ فلسطینی نوجوان تو آزاد تھا......

اس نے سوچا کہ کیا کسی کے غلام ہونے کے لئے اس کا مفتوح ہونا ہی ضروری ہے۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ فاتح خود کو غلام اور مفتوح خود کو آزاد سمجھے۔

یہ آزادی تو انسان کے اندر آتی ہے......وہ طاقتور اسرائیل کا ایک آفیسر تھا اور یہ فلسطینی غلام اور مفتوح......

لیکن......

اس وقت وہ خود کو اس کے سامنے بے بس کیوں محسوس کر رہا ہے؟

اسے اس سوال کا جواب نہیں مل رہا تھا۔

نجانے کیوں ایک پچھتاوا سا اب اس کی جان کو آنے لگا تھا۔ جانے کس منحوس گھڑی اس نے اس نوجوان کو اغواء کیا اور یہاں پہنچایا تھا۔

❁❁

نوجوان کا مزید سامنا کرنا اب اس کے لئے ممکن نہیں تھا......وہ خاموشی سے دوسرے کمرے میں جا کر ایک آرام کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ اب جلد از جلد اس مصیبت سے چھٹکارا چاہتا تھا۔ پندرہ بیس منٹ تک وہ اس پوزیشن میں بیٹھا رہا۔

اسے حیرت ہو رہی تھی کہ وہ اس نوجوان کے لئے ہمدردی کیوں محسوس کرنے لگا ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ یہ نوجوان زندہ رہے۔

لیکن......

اسے علم تھا کہ اس کی قیمت اسے اپنی موت کی صورت چکانی پڑے گی۔ پھر وہ کیا کرے؟ کدھر جائے؟ وہ خود کو بڑا کمزور محسوس کرنے لگا تھا۔

اچانک ہی فلیٹ کے دروازے پر ہونے والی مخصوص دستک نے اسے چونکا دیا۔ اس کا دوسرا ساتھی اندر آنا چاہتا تھا۔

رات بہت ہو چکی تھی......

"میرے خیال سے اب زیادہ انتظار ممکن نہیں۔"

اس کے ساتھی نے کہا۔

یعسوب نے اس کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

"اگر کامیابی نہ ملی تو ہمیں اس کی چھٹی کروا دینی چاہئے......فلیٹ کل تک ہمارے پاس ہے اور ہم اندھیرے میں ہی اس کی لاش ٹھکانے لگا سکتے ہیں۔"

اس کے ساتھی نے بتایا جو ایک عرصے سے یہاں پیرس میں ایک Cover کے ساتھ یہاں موجود تھا۔

یعسوب نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے باہر آ گیا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس کے اندر ہونے والی کشمکش کا احساس اس کے ساتھی کو نہیں ہو سکا......ورنہ وہ اس فلسطینی سے پہلے اسے مار ڈالتا۔

یعسوب باہر پہلے سے مخصوص جگہ پر چھپ کر بیٹھا رہا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس کے ساتھی نے ہی اس نوجوان کی چھٹی کروا دی۔

لیکن......

مرنے سے پہلے اس نے زبان نہیں کھولی تھی۔ یعسوب کے دونوں مقامی ساتھیوں نے اس کی لاش کو اپنی گاڑی میں رکھا اور اسے ٹھکانے لگانے لے گئے۔

اس روز دوپہر کی فلائیٹ سے وہ تل ابیب آ گیا جہاں اس کی ماں زندگی کی آخری گھڑیوں میں اس کی منتظر تھی......

تیسرے روز اس کی ماں مر گئی۔

اور......

ماں کی موت نے اسے کچھ زیادہ ہی سوگوار کر دیا۔ اس کی ماں نے صرف اس کے لئے شادی نہیں کی تھی ورنہ تو اس کے لئے کسی مرد کو حاصل کرنا معمولی بات تھی۔ اس کی ماں ایک خوبصورت اور سلیقہ مند عورت تھی۔

اپنی ماں کو کھونے کے بعد وہ خود کو اکیلا محسوس کرنے لگا تھا۔ "آفس" کی طرف سے اسے آٹھ دس روز تک غم غلط کرنے کا موقع دینے کے بعد ایک روز طلب کر لیا گیا تھا اور اس وقت وہ اپنے ایک اعلیٰ افسر کے سامنے موجود تھا۔

❁❁

"ان سے ملو......مسٹر آہلو والیہ......"

اس کے افسرِ اعلیٰ نے وہاں پہلے سے موجود ایک انڈین سے اس کا تعارف کروایا۔ اگر وہ اس کا کوئی اور نام بھی بتاتا تو بھی یعسوب سمجھ سکتا تھا کہ یہ شخص بہرحال انڈین ہے۔ اس کے خدوخال یعسوب سے ہی ملتے جلتے تھے۔

"ہیلو......"

یعسوب نے اپنا نام لیتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھایا۔

"تم جانتے ہو یعسوب کہ ہم جو پراجیکٹ پاکستان میں پہلے اکیلے کر رہے تھے، وہ اب اپنے بھارتی دوستوں کی مدد سے کریں گے۔ یہ ہمارا اور ان کا معاہدہ ہے کہ اپنے مشترکہ دشمن کے خلاف متحد ہو کر جنگ لڑیں گے......اس سے پہلے ہم نے کشمیر میں اپنے دوستوں کی مدد کی ہے اور اب ان کی درخواست پر تمہیں ان کی مدد کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ تمہیں پاکستان میں کام کرنا ہوگا یا پھر جیسے ہم پلان کریں......مجھے امید ہے کہ "موساعد" کا ایک "کیٹسا" عظیم اسرائیل کے نام کو دھبہ نہیں لگنے دے گا۔"

گوریان نے اسے کہا۔

جس کے بعد آہلو والیہ اور گوریان باری باری اسے بریفنگ دیتے رہے اور یہ سلسلہ شام ہونے تک جاری رہا۔

اگلے روز اسے ایک خصوصی فلائیٹ میں بھارت جانا تھا جس سے پہلے علیحدگی میں اسے یہ بات اچھی طرح سمجھا دی گئی تھی کہ "موساعد" کا پہلا اصول ہے کہ "دھوکہ دو......اور اپنا اُلّو سیدھا کرو......"

اور......

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے دشمن ہی نہیں دوست کو بھی دھوکہ دیتے رہو۔ اسے بتا دیا گیا تھا کہ وہ کوئی کام اپنی ہائی کمان سے مشورے کے بغیر ہرگز نہیں کرے گا اور صرف وہی کرے گا جس کا حکم دیا جائے گا۔ بظاہر اسے ''را'' کی کمان میں دے دیا گیا تھا۔

لیکن......

''موساعد'' سے منسلک ہر ایجنٹ یہ جانتا تھا کہ ''آفس'' (موساعد) کا کوئی ''ورکر'' کسی اور آفس کا ورکر کبھی نہیں بنتا......

ان کے لئے سی آئی اے یا یورپ کی کوئی بھی انٹیلی جنس ایجنسی کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی گو کہ ان کے کاروباری مراسم ان ایجنٹوں سے بہت مضبوط تھے......لیکن، اپنے مطلب کی حد تک......

وہ دوست بن کر یا دشمن بن کر ہر طرح اپنا کام نکال لیا کرتے تھے......

یہی ان کی کامیابی کا راز تھا۔

کیونکہ سی آئی اے اور برٹش انٹیلی جنس ایجنسی کے ساتھ وہ کافی دیر سے کام کر رہے تھے، اس لئے کم از کم ان دونوں ایجنسیوں کو ان پر کبھی اعتماد نہیں رہا تھا۔

جہاں تک جرمنی اور سکنڈے نیوین ممالک کا تعلق تھا، ان سے موساعد محدود پیمانے پر ڈیلنگ کرتی تھی گو کہ ان کی ورکنگ ریلیشن شپ سی آئی اے سے شاندار تھی، لیکن سی آئی اے کا ہر ایجنٹ جانتا تھا کہ یہ صرف ان کی خام خیالی ہے۔ موساعد کے لوگ تو اپنے دوست نہیں تھے ان سے ہر وقت یہ امید رکھی جا سکتی تھی کہ وہ کام نکالنے کے لئے اپنے آپ کو بھی دھوکہ دے سکتے ہیں......

یعسوب کے لئے تو بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا......اس نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کی مراد بر آئی۔

یہ تو اچھا ہوا کہ بھارت کے متعلق اس نے کبھی اپنے خصوصی جذبات ''آفس'' پر ظاہر نہیں کئے تھے ورنہ تو شاید وہ ساری زندگی اپنے طور پر بھی کبھی بمبئی نہ جا سکتا تھا۔ اس کے بچپن کی یادوں سے متعلق گو کہ اکیڈمی میں داخلہ لیتے وقت اس سے متعدد سوالات گھما پھرا کر کئے گئے تھے......

لیکن......

اس نے کمال ہوشیاری سے کبھی ان لوگوں کو یہ احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ بھارت سے متعلق کوئی خصوصی جذبات رکھتا ہے۔

وہ اول آخر یہودی اور اسرائیلی تھا۔ اس کے علاوہ اس کی کوئی شناخت نہیں تھی۔ اسے عظیم یہودی سلطنت کے قیام کے لئے ساری دنیا سے ٹکرانا تھا......ساری دنیا کو فتح کرنا تھا کیونکہ وہ خدا کی برگزیدہ قوم کا قابل فخر سپوت تھا اور ساری دنیا پر حکومت کرنا اس کا حق......!

انہیں ''آفس'' کی طرف سے حکم تھا کہ اپنی صبح کا آغاز اور شام کا اختتام انہوں نے اس عزم پر کرنا ہے۔

اور......

وہ ایسا ہی کرتے تھے۔

اگلے روز وہ آہلووالیہ کے ساتھ بمبئی آ گیا جہاں اب چوہان کو اس سے نتھی کیا گیا تھا۔

چوہان کو بھی پہلے سے بریفنگ دے کر یہ بات اچھی طرح سمجھا دی گئی تھی کہ اس نے یعسوب کو ہرگز ناراض ہونے کا موقع نہیں دینا۔ اسے سختی سے ہدایت کی گئی تھی کہ اگر یعسوب کو بھی یہ شک گزرے کہ اس کی نگرانی کی جا رہی ہے تو اپنا سارا سیٹ اپ ختم کر دیا جائے۔

''را'' یعسوب کے آزادانہ گھومنے پھرنے کا خطرہ تو مول لے سکتی تھی لیکن یہ بات ان کے لئے بہت نقصان دہ ہوتی کہ یعسوب کو ان پر اپنی نگرانی کا شک گزرتا......!

دوپہر تک کا وقت چوہان نے اس کے ساتھ گزارا پھر اس کے لئے پاکستان سے متعلق کچھ فلمیں چھوڑ کر چلا گیا۔

یہ وہ فلمیں تھیں جو ''را'' کے ایجنٹوں نے پاکستانی غداروں کی مدد سے تیار کی تھیں۔

ان فلموں میں بطور خاص پاکستان کے سیکیورٹی سسٹم، کاؤنٹر انٹیلی جنس سسٹم اور ممکنہ پیش بندیوں کی نشاندہی کی گئی تھی......

اکیڈمی میں اسے پاکستان کا خصوصی مضمون پڑھایا گیا تھا۔ پاکستان کی ایٹمی قوت سے متعلق بہت سی باتیں بتائی گئی تھیں اور یعسوب کی اس مضمون میں دلچسپی دیکھ کر اسے پاکستان پر خصوصی مواد پہنچایا گیا تھا۔

لیکن......

اسے تسلیم کرنا پڑا کہ چوہان جو فلمیں چھوڑ گیا ہے ان میں کچھ معلومات ایسی موجود تھیں جو ابھی تک انہیں نہیں مل پائی تھیں یا پھر ''آفس'' سے اس تک محدود معلومات پہنچی تھیں کیونکہ یہ بات تو وہ بھی جانتا تھا کہ ''موساعد'' بہرحال ''را'' سے زیادہ اپنے دشمنوں سے باخبر ہے۔

اور......

پاکستان ان کا دشمن نمبر ون تھا......

یہ بات اسے اب تک درجنوں مرتبہ بتائی گئی تھی۔ انہیں اکیڈمی میں سمجھایا گیا تھا کہ مستقبل میں اگر کوئی مسلم ملک اسرائیل کے لئے خطرہ پیدا کر سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف پاکستان ہے کیونکہ وہی ایک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایسا مسلم ملک ہے جس نے نیوکلیئر ٹیکنالوجی میں کمال حاصل کیا ہے اور اس کا ایٹمی بم ہی اسلامی بم ہے...... جو کبھی بھی کسی بھی لمحے اسرائیل پر پھٹ سکتا ہے۔

ایران، شام، عراق اور سعودی عرب سے متعلق بھی وہ کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہے۔

لیکن......

پاکستان کو وہ ہمیشہ نمبرون دشمن سمجھتے تھے۔

❁❁❁

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

سیٹھ دارو والا کو سوائے سو کا ہزار اور ہزار کا لاکھ بنانے کے اور کسی کام سے کچھ غرض نہیں تھی۔ اس کی زندگی کا مقصد تھا پیسہ کمانا......

اور......

وہ پیسے کما رہا تھا۔

یہ بزنس جو آج کروڑوں کا تھا، آج سے چالیس سال پہلے اس کے باپ نے چند سو روپوں سے شروع کیا تھا۔ سیٹھ نے زندگی میں کبھی ہی نہیں سوچا تھا کہ اسے بزنس قائم رکھنے کے لئے سیاست بھی کرنی پڑے گی۔ وہ تو ایک بات جانتا تھا کہ دام بنائے کام۔ آج تک اس نے کوئی لفڑا نہیں پالا تھا۔

جب بھی کسی سرکاری محکمے سے اس کا پھڈا ہوا، اس نے متعلقہ بندے کو اپروچ کیا، اس کی مٹھی گرم کی اور مسئلہ حل کروالیا۔

لیکن......

گزشتہ تین سال سے وہ عجیب مخمصے میں پھنس گیا تھا۔

اس روز وہ معمول کے مطابق اپنے ہیڈ آفس میں بیٹھا تھا جب اچانک دروازہ کھلا اور اس کی فیکٹری کی یونین کا ایک سرکردہ ممبر اندر گھس آیا۔

''کیا بدتمیزی ہے؟''

سیٹھ دارو والا نے، جو اپنی سیکرٹری کو نوٹس دے رہا تھا، اسے پھاڑ کھانے والی نظروں سے دیکھا۔

''بدتمیزی تو اب ہوگی سیٹھ جی...... ابھی تو ہم تمیز کے دائرے میں رہ کر آپ سے بات کرنا چاہتے تھے لیکن معلوم ہوتا ہے آپ ہماری زبان نہیں سمجھتے اور اب آپ سے اس زبان میں بات کرنی پڑے گی جو آپ کو جلدی سمجھ آ جائے گی۔''

سیٹھ اس کے تیور دیکھ کر چکرا گیا......

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے کبھی کسی یونین والے کو اس موڈ میں نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی وہ کوئی نیا پھڈا کھڑا کرنا چاہتا تھا۔ ابھی دو روز پہلے اس نے بمشکل بجلی والوں کا قصہ نمٹایا تھا......

"دیکھو اس وقت میں تمہارے ساتھ بات نہیں کرنا چاہتا۔ تم باہر جاؤ اور میں جلدی تمہیں خود بلا کر بات کروں گا۔"

سیٹھ نے چاہا کہ کسی بھی طرح معاملے کو فی الوقت ٹال دے۔

"نہیں سیٹھ آج تمہیں بات کرنی ہی پڑے گی......"

اس نے سامنے میز پر مکہ مارتے ہوئے کہا۔

سیٹھ کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے...... اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے، کہاں جائے۔ اس نے سیکرٹری کو واپس جانے اور منیجر کو اندر بھیجنے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر بعد منیجر وہاں موجود تھا۔

پہلے تو سیٹھ نے اس پر خوب غصہ نکالا کہ اس کے ہوتے ہوئے آخر ان لیڈروں کو کمرے میں آنے کی جرات کیسے ہوئی۔

منیجر جو بے چارہ خود دونوں طرف سے مارا جا رہا تھا، ایک طرف یونین والے اس کی جان کو آئے تھے اور دوسری طرف سیٹھ اس کے درپے تھا۔

"سر...... میں نے......"

اس نے کچھ کہنا چاہا، جب سیٹھ نے اسے ڈانٹ کر اس کی بات کاٹ دی۔

"شٹ اپ...... تمہیں کیا اس بات کی تنخواہ ملتی ہے......"

اس نے غصے سے کپکپاتے ہوئے کہا۔

"اے سیٹھ...... اپنا لفڑا نمٹاتے رہنا، پہلے مجھ سے بات کرو......"

یونین لیڈر نے مداخلت کی۔

"ٹھیک ہے میں تمہیں کل تک جواب دے دوں گا......"

سیٹھ نے کہا۔

"ایک بات یاد رکھنا، اب ہم ایک منٹ کی مہلت نہیں دیں گے۔ کل ہمارے مطالبات پورے ہوں گے یا پھر......"

اس نے اپنی بات کے آخر میں ایک خطرناک سا اشارہ کیا اور دروازہ ٹھک سے بند کرتا باہر چلا گیا۔

"دفع ہو جاؤ اور اکاؤنٹنٹ سے اپنا حساب کلیئر کر لو...... مجھے تم جیسے گدھوں کی کوئی ضرورت

نہیں......"

سیٹھ نے غصے سے کھولتے ہوئے کہا۔

"سر...... مم...... میں بے قصور ہوں۔"

منیجر گھبرا گیا۔

"گیٹ آؤٹ، میری نظروں کے سامنے سے اس وقت دفع ہو جاؤ ورنہ میں گارڈ کو بلا کر تمہیں دھکے دے کر نکلوا دوں گا۔ گیٹ لاسٹ......"

اس نے غصے سے کھڑے ہو کر ہاتھ کی انگلی سے سامنے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ منیجر نے دیکھ لیا تھا کہ سیٹھ کا موڈ بہت خراب ہے اور فی الوقت مصلحت اسی میں ہے کہ وہ یہاں سے چلا جائے ورنہ وہ جو کہہ رہا ہے اس پر ضرور عمل کر گزرے گا۔

اور......

وہ چپ چاپ باہر نکل گیا۔

سیٹھ کو اس صورت حال نے بہت پریشان کر دیا تھا۔ ایک تو کام دھندہ نہیں رہا تھا۔ روز بروز پروڈکشن کم ہو رہی تھی اور دوسری طرف یہ مصیبت جان کو آ گئی تھی۔ اسے بہر حال اس سے نمٹنا تھا۔

کافی دیر تک وہ سر پکڑے بیٹھا رہا۔ پھر اچانک ایک خیال نے اسے چونکا دیا۔ اسے یاد آیا چار پانچ روز پہلے جب وہ ایک ہوٹل میں معمول کا ڈنر کر رہا تھا تو اس کا تعارف اس کے دوست مسٹر قریشی نے کسی ضیائی صاحب سے کروایا تھا۔ جس کے متعلق اتنا کچھ کہہ دیا تھا کہ سیٹھ اس کی باتوں میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گیا۔

وہ سرمایہ دار تھا۔ اسے ایسے آدمیوں کی ضرورت رہتی تھی۔

ضیائی جب اس کے ساتھ گفتگو میں شامل ہوا تو اس کی دلچسپی بڑھتی چلی گئی۔ ضیائی کا بات کرنے کا انداز بہت دلچسپ تھا۔

قریشی سے سیٹھ دارو والا کی ملاقات خاصی پرانی تھی۔ قریشی اس کی بیوی کا دور کا رشتہ دار بھی تھا اور مقامی سیاست میں اس کا اثر و رسوخ روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔ جس علاقے میں اس کی رہائش تھی، وہاں کا وہ کونسلر بھی تھا اور ابھرتی ہوئی مقامی تنظیم کا مقتدر لیڈر بھی......

سیٹھ دارو والا اس کے ساتھ ایسی میٹنگز کبھی کبھی کر کے مقامی سیاست سے باخبر رہنے کی کوشش کیا کرتا تھا کیونکہ قریشی اسے بہت سی آف دی ریکارڈ باتیں بتا دیا کرتا تھا جو سیٹھ کے کام آنے والی ہوتی تھیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سیٹھ اس کی پارٹی کے لئے وقتاً فوقتاً چندہ دے دیا کرتا تھا۔ ایک بات البتہ اس نے بطور خاص نوٹ کی تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے قریشی کی مقامی پارٹی نے بڑا عروج حاصل کر لیا تھا اور وہ لوگ صوبے کی سیاست پر اثر انداز ہونے لگے تھے......

اسمبلی میں ان کے اچھے خاصے ممبر پہنچ گئے تھے۔

سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مقامی سطح پر انہوں نے بڑی تیزی سے خود کو منظم کیا تھا اور وہ نوجوانوں میں بڑی تیزی سے مقبولیت حاصل کر رہے تھے......

مقامی تنظیم نے اپنا ایک خصوصی ونگ ایسا تیار کر رکھا تھا جو شہر کے جس حصے میں چاہتا تنظیم کی مرضی کے مطابق نتائج حاصل کر سکتا تھا۔

قریشی کی طرف سے ضیائی کی مسلسل تعریف کے ساتھ ساتھ اس نے ضیائی کی ایک بڑی کوالٹی اس کی مینجمنٹ بتائی تھی۔ ضیائی نے جن پارٹیوں کے ساتھ ماضی میں کام کیا تھا، وہ معمولی پارٹیاں نہیں تھیں۔

دس سال تو وہ یورپ میں گزار کر آیا تھا۔ اس نے سیٹھ دارو والا کو اس کے بزنس سے متعلق ایک ہی نشست میں ایسی معلومات بہم پہنچائی تھیں کہ سیٹھ ہونقوں کی طرح اس کا منہ دیکھتا رہ گیا۔

اس نے خواہش کر کے ضیائی سے اس کا وزٹنگ کارڈ مانگا تھا۔ جو اس نے جھٹ سے نکال کر سیٹھ کو تھما دیا۔

اس کارڈ کا آدھا حصہ تو ضیائی کی ڈگریوں سے بھرا پڑا تھا۔

"سیٹھ صاحب، ہم یاروں کے یار ہیں۔ کبھی کسی کام کے لئے یاد کر کے دیکھ لیجئے۔ آپ کو ہماری دوستی کا علم ہو جائے گا......"

اس نے سیٹھ دارو والا سے کہا تھا۔

❁❁

اچانک ہی سیٹھ کو ضیائی یاد آ گیا۔

اس نے سوچا اچھا موقع ہے، کیوں نہ اس کی مدد طلب کر لے۔

فون پر اس نے براہ راست ضیائی کا نمبر ڈائل کیا تھا۔ اس نے آپریٹر کے ذریعے نمبر ڈائل کرنے کا خطرہ بھی مول نہیں لیا تھا۔

"ہیلو......"

دوسری طرف سے کسی خاتون کی آواز سنائی دی۔

سیٹھ نے اپنا تعارف کروانے کے بعد جب ضیائی سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی تو دوسری

طرف سے معذرت کرتے ہوئے اس کا نمبر مانگا گیا۔

سیٹھ نے اپنا نمبر لکھوا دیا۔

اسے بتایا گیا کہ اگلے دس منٹ میں اس کا پیغام ضیائی صاحب کو پہنچا دیا جائے گا اگر وہ مناسب سمجھیں گے تو اس سے خود ہی رابطہ کر لیں گے۔

سیٹھ کے لئے یہ "پروٹوکول" بڑا الجھا دینے والا تھا۔ اس نے فون وہیں کریڈل پر پٹخا اور کافی کا کپ منگوا کر اپنے ضعیف اکاؤنٹنٹ کو طلب کر لیا جو اگلے ہی لمحے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"اگر ان حرام خوروں کے مطالبات پورے کروں تو کتنا فالتو روپیہ جائے گا؟"

اس نے سیدھا سوال کیا۔

اکاؤنٹنٹ شاید پہلے ہی سے اس سوال کے جواب کی تیاری کر کے آیا تھا۔

"سر...... ستر لاکھ کے لگ بھگ رقم فالتو جائے گی۔"

اس نے فوراً ہی جواب دیا۔

"ہوں ں ں ں......"

سیٹھ نے لمبا سانس لیا۔

اور......

اس سے حساب سمجھنا شروع کر دیا۔

اچانک ہی اس کے خصوصی نمبر کی گھنٹی بجی۔ یہ نمبر اس نے تھوڑی دیر پہلے ہی ضیائی کے لئے چھوڑا تھا۔

اس نے فون اٹھایا دوسری طرف سے کسی نے براہ راست اس سے متعلق کیا اور وہ فوراً پہچان گیا کہ یہ ضیائی ہے۔

"تم چلو......"

اس نے فون پر ہاتھ رکھ کر اپنے اکاؤنٹنٹ سے کہا۔

جس نے مودب ویٹروں کی طرح سر جھکائے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کی......

"ضیائی صاحب فون پر زیادہ تفصیل سے بات نہیں ہو سکے گی۔ آپ اگر مناسب سمجھیں تو میرے پاس تشریف لے آئیں۔"

اس نے چھٹتے ہی کہا۔

"ٹھیک ہے سیٹھ صاحب...... آخر کو آپ قریشی صاحب کے اور ہمارے مشترکہ دوست ہیں اور آپ نے یاد ہی پہلی مرتبہ کیا ہے۔ بتائیں کب آؤں......؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ضیائی نے بے تکلفی سے کہا۔

''کیا ابھی ممکن ہوگا؟''

سیٹھ کی پریشانی تو بہت بڑی تھی۔

''آل رائٹ، میں ایک گھنٹے میں پہنچتا ہوں۔''

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

اور......

اگلے ایک گھنٹے کے بعد دونوں ایک دوسرے کے سامنے موجود تھے۔ سیٹھ نے اس کی آمد کے ساتھ ہی اپنے آپریٹر اور سیکرٹری سے کہہ دیا تھا کہ اس کے اگلے حکم تک کوئی فون کال نہ ملائی جائے تاکہ کسی کو ڈسٹرب کرنے کا موقع نہ ملے۔

دونوں حیران تھے سیٹھ نے ایسی ہدایت آج سے پہلے کبھی نہیں دی تھی۔

❁❁

سیٹھ داروو الا نے بظاہر تو نارمل رہتے ہوئے اپنا مسئلہ بیان کیا تھا۔ لیکن، ضیائی نے اس کے اندر پھنکارتے خوف کو بخوبی جان لیا تھا اور یہ اندازہ بھی بخوبی لگا لیا تھا کہ ان کا چلایا تیر عین نشانے پر لگا ہے۔

سیٹھ کے فرشتوں کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ یونین کے جو غنڈے اس کی جان کے درپے ہو رہے تھے، اور جن کے ہاتھوں وہ اتنا پریشان تھا، وہ کوئی اور نہیں بلکہ ''مقامی تنظیم'' کے خصوصی ونگ کے لوگ تھے جنہیں ایسے ہی کاموں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

''سیٹھ صاحب! آپ کا مسئلہ تو بڑا گھمبیر ہے...... واقعی مارشل لاء کے بعد سے جو سول حکومتیں بنی ہیں، انہوں نے ان لوگوں کے دماغ کچھ زیادہ ہی خراب کر دیئے ہیں۔''

اس کے بعد اس نے اس شہر کی تین ماضی قریب کی مثالیں پیش کر دیں جہاں مالکان نے یونین والوں سے پھڈا کر کے اپنے کاروبار ٹھپ کروا لیے تھے اور اب وہ کوڑی کوڑی کے محتاج ہو رہے تھے۔

''لیکن...... بے فکر رہیئے آپ کا بال بیکا نہیں ہوگا۔''

اس نے سیٹھ کو اچھی طرح خوفزدہ کرنے کے بعد کہا۔

''ضیائی صاحب، کچھ کیجئے...... میں بہت پریشان ہوں......''

سیٹھ کی تو ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

''دیکھئے سیٹھ صاحب، آپ بزنس مین ہیں۔ آپ سے زیادہ حالات کو کون بہتر جان سکتا ہے۔ جہاں تک آپ کی یونین کا تعلق ہے سمجھ لیجئے کہ وہ آج کے بعد ختم ہو گئی، لیکن اس بات کی کیا گارنٹی کہ

آئندہ ایسا نہیں ہوگا؟''

ضیائی نے نیا پانسہ پھینکا۔

''ہاں ہاں...... کیا گارنٹی ہے اس کی......''

سیٹھ نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

''میرے نزدیک اس کا ایک مستقل حل ہے، اگر آپ پسند کریں تو......''

''کیا؟''

سیٹھ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''آپ اگر یونین کے مطالبات مانیں تو اس پر کتنا خرچ ماہانہ اٹھتا ہے۔ میرا مطلب ہے آپ کو ماہانہ معمول سے کتنی زیادہ ادائیگی کرنی پڑے گی؟''

''ستر لاکھ......''

گھبراہٹ میں سیٹھ کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا حالانکہ دوسرے ہی لمحے اسے پچھتاوا ہونے لگا تھا کہ اس نے صحیح رقم کیوں بتا دی۔

''ٹھیک ہے آپ ایسا کیجئے کہ فی الوقت ''مقامی تنظیم'' جس کی مدد سے ہم نے معاملات کنٹرول کرنے ہیں، کو 20 لاکھ روپے دے دیں اور آئندہ ماہانہ پانچ لاکھ دیتے رہیں...... اس بات کی گارنٹی آپ کو مل جائے گی کہ آپ کے کاروبار کی طرف کوئی بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گا اور شاید میرے نزدیک اس کا کوئی اور حل نہیں۔ یہ بات یاد رکھئے کہ اس سے پہلے والی انڈسٹری صرف اس لیے تباہ ہوئی کہ ان لوگوں نے سرکاری مدد حاصل کرنے کی کوشش کی تھی...... ارے...... یہ پولیس کیا کر سکتی ہے...... کچھ نہیں۔ آئے دن شہر میں بم دھماکے ہو رہے ہیں۔ ڈکیتیاں ہو رہی ہیں، خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے...... بلکہ یہاں پولیس نے......''

اس نے اچانک ہی سیٹھ داروو الا کے سر پر ہتھوڑا چلا دیا۔

سیٹھ کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

''ضیائی صاحب یہ تو بہت زیادہ ہے۔''

اس نے بمشکل یہ الفاظ ادا کئے۔

''ارے آپ اسے زیادہ سمجھتے ہیں...... 70 لاکھ ماہانہ کے حساب سے آپ کو سالانہ 8 کروڑ 40 لاکھ روپے ادا کرنے پڑیں گے اور اس بات کی کیا گارنٹی ہے یہ لوگ اس پر مطمئن ہو جائیں۔ ایک مرتبہ آپ نے ان کے مطالبات مان لیے تو نئے مطالبات سامنے آئیں گے۔ پھر اور نئے سامنے آئیں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

گے اور یہ سلسلہ تب تک جاری رہے گا جب تک آپ دیوالیہ نہ ہو جائیں اور دوسری طرف ایک سال میں صرف 60 لاکھ وہ بھی 5 لاکھ ماہانہ...... یہ بیس لاکھ تو ایک دفعہ ہی دے رہے ہیں ناں...... دیکھیے سیٹھ صاحب گیند آپ کے کورٹ میں ہے...... یہ بدمعاش لوگ ہیں۔ ان سے ٹکر لینا مناسب نہیں ہوگا۔ ان سے صرف اس شہر میں اگر کوئی نمٹ سکتا ہے تو وہ صرف ''مقامی تنظیم'' ہے اور کوئی نہیں......''

اس نے اس طرح سیٹھ کے سامنے صورت حال کی بھیانک تصویر پیش کی تھی کہ سیٹھ صاحب کے لئے سوائے اس کی بات تسلیم کرنے کے اور کوئی چارہ ہی باقی نہیں رہا تھا۔

واقعی ضیائی نے صحیح کہا تھا کہ ان لوگوں سے ٹکر لے کر وہ سوائے اپنی قبر اپنے ہاتھوں کھودنے کے اور کوئی کارنامہ انجام نہیں دے سکتا تھا۔

یہ تو غنڈے موالی تھے۔ نجانے کیا کر گزریں۔

سیٹھ صاحب کو بہرحال اس شہر میں رہنا تھا اور یہیں اپنا دھندہ بھی کرنا تھا۔ قریشی کے ذریعے اسے بہت سی آف دی ریکارڈ باتوں کا علم ہوتا رہتا تھا جن میں ایک بات یہ بھی تھی کہ اس شہر کا شاید ہی کوئی پولیس آفیسر ایسا ہوگا جو کوئی بھی قانونی یا غیر قانونی کارروائی ''مقامی تنظیم'' کی لیڈر شپ سے اجازت لئے بغیر نہیں کیا کرتے تھے......

چلو اس طرح ان لوگوں سے تعلق تو قائم رہے گا۔ اسے سیاست میں تو حصہ نہیں لینا تھا۔ لیکن یہ بہرحال سیاسی دور تھا اور سیاست دانوں کے ساتھ تعلقات بنا کر ہی وہ یہاں اپنی ساکھ قائم رکھ سکتا ہے۔

''ٹھیک ہے ضیائی صاحب مجھے منظور ہے۔ گو کہ میرے معاشی حالات اس کی اجازت نہیں دیتے کہ میں آپ کی ڈیمانڈ پوری کر سکوں کیونکہ حالات کا علم آپ کو بھی ہے...... لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ میرا کام پھر کبھی نہیں بگڑے گا؟''

سیٹھ نے ضمانت حاصل کرنی چاہی۔

''یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں بلکہ میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ میری مستقل خدمات بھی حاصل کر لیں...... میرے پاس تجربہ بھی ہے اور آج کل فراغت بھی...... گھبرائیے نہیں میں آپ کو مجبور نہیں کر رہا لیکن آپ کو ایک گارنٹی دیتا ہوں کہ آپ مجھے جو تنخواہ دیں گے میں آپ کو اس سے دس گنا زیادہ کارآمد ثابت ہوں گا۔ یوں بھی آپ کو ایک اچھے منیجر کی ضرورت رہے گی...... مستقبل میں جو آپ پر کوئی دباؤ نہ آنے دے اور تمام پریشر خود ہی برداشت کرتا رہے...... اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ پرانے منیجر کو چھٹی کروانے سے کوئی مسئلہ پیدا ہوگا تو یہ بات بھول جائیے...... ایسا ہرگز نہیں ہوگا......''

اس نے اگلی بات بھی سنا دی۔

سیٹھ عجیب تذبذب کا شکار تھا۔

بظاہر تو یہ بندہ بہت کام کا دکھائی دے رہا تھا جس نے پہلی ہی ملاقات میں اس کا مسئلہ بھی حل کر دیا اور یہ بھی اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ اسے نوکری کی کوئی ایسی خاص ضرورت بھی نہیں...... وہ خود بہت سے نوکر رکھ سکتا تھا......

''ٹھیک ہے مسٹر ضیائی...... امید ہے ہم مستقبل میں اچھے دوست ثابت ہوں گے۔''

سیٹھ نے اٹھ کر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا...... ضیائی نے گرم جوشی سے دبا کر اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''تھینک یو سر...... آپ آج کے بعد کسی بھی مسئلے پر پریشان نہیں ہوں گے۔ اس بات کی گارنٹی میں آپ کو دیتا ہوں۔''

ضیائی نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ چلا گیا۔

❀❀

گلے روز سیٹھ نے جب بذریعہ چیک ادائیگی کرنی چاہی تو ضیائی آڑے آ گیا......

''ایسی غلطی ہرگز نہ کیجئے...... آپ کیوں سرکار کو ثبوت دینا چاہتے ہیں کہ آپ نے ''مقامی تنظیم'' کو بیس لاکھ روپے دیئے ہیں...... سیٹھ صاحب دو نمبر اکاؤنٹ سے ادائیگی کیجئے...... آج ان لوگوں کا زور ہے ممکن ہے کل نہ رہے، کوئی دوسری پارٹی آ جائے۔ آپ کو کیا ضرورت پڑی ہے خود پر کوئی ٹھپہ لگوانے کی۔''

اس نے سیٹھ سے کہا۔

واقعی یہ بڑے کام کا بندہ تھا......

سیٹھ خواہ مخواہ اس کی صلاحیتوں کا قائل ہو رہا تھا۔

اس نے وہی کیا جو ضیائی کہتا رہا۔ تین ماہ میں ضیائی نے اس کی فیکٹری کا نقشہ ہی بدل کر رکھ دیا۔ اس نے تمام پھڈے باز ملازمین ایک ایک کر کے نکال دیئے۔ ان میں یونین کے لوگ بھی شامل تھے اور نئے لوگوں کو اپنی مرضی کی شرائط پر بھرتی کر کے ان سے یہ عہد بھی سیٹھ صاحب کے سامنے لیا گیا کہ جب وہ چاہیں انہیں نوکری سے برخاست کر سکتے ہیں۔

سیٹھ دارو والا کو مطمئن کرنے کے لئے ضیائی ہر نئے بھرتی ہونے والے ملازم سے اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا استعفیٰ پہلے سے لے کر اپنی فائل میں محفوظ کر لیا کرتا تھا۔ اس طرح سیٹھ کو یہ یقین دلاتا تھا کہ وہ جب چاہے ان میں سے کسی کو بھی نوکری سے برخاست کر سکتا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسی دوران اس نے سیٹھ کو "مقامی تنظیم" کی لیڈرشپ سے متعارف کروانا شروع کر دیا تھا۔اس کی مل کی پروڈکشن معمول سے قریباً دوگنا کروادی تھی......

سیٹھ کو اور کیا چاہئے تھا۔

وہ تو ضیائی کا گرویدہ ہوتا جا رہا تھا اور ایک ایک کر کے ان تین مہینوں میں ضیائی نے سیٹھ کے قریباً سارے کاروبار پر اپنا کنٹرول کر لیا تھا۔اب سیٹھ کے کسی خاندانی ملازم کو بھی اس کے سامنے دم مارنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

وہ سب ضیائی کے اشارہ ابرو کے محتاج رہتے تھے۔

سیٹھ پر ضیائی کے جلدی کنٹرول حاصل کرنے میں زیادہ اہم کردار اس کی کزن شیریں نے ادا کیا تھا۔

شیریں سے سیٹھ کا تعارف ضیائی نے دس پندرہ روز بعد ہی ایک نجی محفل میں اپنی کزن کی حیثیت سے کروادیا تھا اور پہلی ہی ملاقات میں یہ اندازہ بھی بخوبی لگا لیا تھا کہ شیریں نے سیٹھ کو ہدایات کے عین مطابق شیشے میں اتار لیا ہے......گو کہ وہ یہاں ضیائی کے کزن کی حیثیت سے آئی تھی۔

لیکن......

اب اس بات کا علم سیٹھ کے فرشتوں کو بھی نہیں تھا کہ شیریں خود ضیائی سے کسی طرح کم حیثیت کی مالک نہیں اور مقامی تنظیم کی نہ صرف ایک زبردست نظریاتی لیڈر ہے بلکہ تنظیم کے بہت سے آف دی ریکارڈ کاموں میں وہ پیش پیش رہتی ہے۔

شیریں کا انداز گفتگو، اس کا رکھ رکھاؤ اور آداب محفل سیٹھ داروو الا کو بہت پسند آئے تھے۔

وہ خود تین بچوں کا باپ تھا اور اس کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہو رہی تھی لیکن شیریں نے اسے دو تین ملاقاتوں ہی میں اس بات کا احساس دلا دیا کہ ابھی وہ مکمل جوان ہے اور زندگی کی تمام آسائشوں پر اس کا مکمل حق بھی تسلیم کر لیا تھا۔اس نے سیٹھ کے اندر ہمیشہ سے دبی دبی ہوس کی چنگاری کو ہوا دے کر تین چار ملاقاتوں ہی میں آگ میں بدل دیا تھا۔

نوبت یہاں تک آ گئی تھی کہ اب سیٹھ خود اس کی کمی محسوس کرنے لگا تھا۔شیریں سیٹھ داروو الا کی زندگی میں آنے والی پہلی عورت نہیں تھی۔اسے تو ان عورتوں کے نام بھی یاد نہیں رہے تھے جو وقتاً فوقتاً اس کے بستر کی زینت بنتی رہی تھیں۔گو کہ وہ کوئی پکا شرابی نہیں تھا۔

لیکن......

مہینے میں دو تین مرتبہ وہ ایسی محفلوں میں ضرور شرکت کرتا تھا جہاں شراب و شباب اس کے لئے پہلے سے موجود ہو......

سیٹھ خاندانی آدمی تھا......

اس نے اپنے آباؤاجداد کی طرح اپنی بیوی کے علاوہ دنیا کی ہر عورت کو عموماً برائی کی نظر سے ہی دیکھا تھا اور عورت کا اس کے نزدیک صرف یہی استعمال تھا جو وہ اب تک کرتا آیا تھا۔

لیکن......

جب سے شیریں اس کی زندگی میں داخل ہوئی تھی اسے اپنی بیوی بھی بوڑھی لگنے لگی تھی اور اب وہ سنجیدگی سے یہ سوچنے لگا تھا کہ شیریں کو اپنی مستقل سیکرٹری ہی کیوں نہ بنا لے......

شیریں نے بھی ہر قدم پر اس کی حوصلہ افزائی کی تھی......

پہلے پہل تو سیٹھ اس سے ضیائی کے ذریعے رابطہ کیا کرتا تھا لیکن ایک روز شیریں نے ہی اس کو چڑ کر کہا تھا کہ وہ اپنے اور اس کے درمیان کسی تیسرے کو نہ لائے اور جب اس کی ضرورت محسوس کرے اسے خود ہی فون پر بلا لیا کرے۔

سیٹھ نے سلسلہ جنبانی ہونے کے دو ماہ بعد ہی شیریں کو اپنے ساتھ ایک غیر ملکی ٹرپ پر جانے کی دعوت دے دی تھی اور شیریں نے اسے بڑی فراخ دلی سے قبول بھی کر لیا تھا۔

دونوں ایک روز بزنس ٹرپ پر لندن چلے گئے۔

شیریں نے اس کی سیکرٹری کی حیثیت سے سفر کیا تھا لیکن اس بات کا علم سوائے ضیائی کے اور کسی کو نہیں تھا حتیٰ کہ اس کے گھر والوں کو بھی نہیں......

ضیائی نے بھی بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کیا تھا اور سیٹھ داروو الا کو ہر طرح تسلی دلوائی تھی کہ اسے ہرگز ہرگز شیریں اور اس کے درمیان ہونے والے کسی بھی تعلق پر کوئی اعتراض نہیں۔اس نے خود ہی شیریں اور سیٹھ کے لئے ایئر لائن سے ٹکٹیں بک کروائی تھیں اور دونوں کو ایئر پورٹ تک چھوڑ کر گیا تھا۔

شیریں کے ساتھ زندگی میں ایسا شاندار سفر کرنے کا تجربہ سیٹھ کو زندگی میں پہلی مرتبہ ہوا تھا۔وہ درجنوں مرتبہ ایسے غیر ملکی ٹرپ کر چکا تھا اور دنیا کے کئی ممالک میں عیاشی کرنے کے بعد اب اس کی دلچسپی بھی اس سے ختم ہوتی جا رہی تھی۔

لیکن......

شیریں کی تو بات ہی اور تھی......

وہ تو سیٹھ صاحب کے دل میں دور اندر تک اتر چکی تھی اور اب سیٹھ صاحب کے لئے اس کے بغیر زندگی بسر کرنا ناممکن سی بات ہو کر رہ گئی تھی......

انہوں نے اس سفر کے آغاز پر شیریں سے اپنے دل کی حالت بھی بیان کر دی تھی۔جس پر شیریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نے ان کی آتشِ شوق کو مزید بھڑکاتے ہوئے خود ہی ان کے ضمن میں کچھ زیادہ ہی جذباتی ہونے کا مظاہرہ کر دیا تھا۔

شیریں بڑی منجھی ہوئی فنکارہ تھی۔

اسے جس مقصد کے لئے "مقامی تنظیم" نے حاصل کر رکھا تھا اس میں شیریں سے زیادہ کامیاب اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

شیریں تنظیم کی نظریاتی رکن تھی۔

خدا جانے وہ حکومت سے اپنے کس انتقام کا بدلہ لینے پر تلی ہوئی تھی کہ وہ اس تنظیم کے ساتھ مل کر تخریب کاری کے ہر عمل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتی تھی۔ اس کا تعلق تو اس ملک سے تھا۔ وہ یہیں پڑی بڑھی تھی۔

لیکن......

لڑکپن ہی میں اس نے خود کو ضرورت سے زیادہ آزاد خیال بنالیا تھا اس کی یہی آزاد خیالی اسے اپنی کالج لائف میں ضرورت سے زیادہ اونچی ہواؤں میں اڑاتی بالآخر ملک سے باہر لے گئی جہاں اس کی رہی سہی جھجک بھی دور ہو گئی۔

اس کی شادی لندن میں اپنے رشتہ دار سے ہوئی لیکن شادی اس کی منزل نہیں رہی تھی۔ البتہ منزل کی طرف بڑھنے کا ایک زینہ ضرور اس نے طے کر لیا تھا۔ اس شادی کے ذریعے اگلے چھ ماہ میں اسے برطانوی شہریت مل گئی اور اس کے تین ماہ بعد اس نے نہ صرف اپنے خاوند کو جوتے مار کر گھر سے نکال دیا بلکہ اس کے گھر پر قبضہ بھی جمالیا۔

اس گھناؤنے فعل میں اسے نام نہاد ہیومن رائٹس تنظیموں کی مکمل پشت پناہی حاصل رہی تھی۔

یہ وہ ہیومن رائٹس تنظیمیں ہیں جو صرف مسلم گھرانوں کی لڑکیوں کو اخلاقی باختگی کے راستے پر گامزن کرنے کے لئے ان کے اور مسلم سماج کے درمیان سد سکندری بن جایا کرتی ہیں۔

بھارتی نژاد کملا سہنا لندن میں مشرقی خواتین کی ایک نام نہاد ہیومن رائٹس تنظیم کی جنرل سیکرٹری تھی اور بھارت اور پاکستان سے جانے والی مظلوم لیکن مسلم لڑکیوں کی خدمت پر ہمیشہ آمادہ رہا کرتی تھی۔ شاید ہی کبھی کسی ہندو مظلوم خاتون کے لئے اتنی سرگرمی دکھاتی ہو جتنی وہ مسلمان خواتین کو گمراہ کرنے کے لئے دکھایا کرتی تھی...... یہ بات مشہور تھی کہ اس کے بھارتی ہائی کمیشن سے خصوصی مراسم ہیں اور اسے بھارتی انٹیلی جنس ایجنسی "را" کی طرف سے ایک خطیر رقم ان خدمات کے عوض دی جاتی تھی۔

کملا سہنا کی کامیابی کا راز اس کی چرب زبانی اور معاشرتی تعلقات تھے۔

"را" کی طرف سے ملنے والی امدادی رقوم کے بل بوتے پر اس نے یورپ کی قریباً ہر قابل ذکر خواتین کی ہیومن رائٹس تنظیم تک رسائی حاصل کر رکھی تھی خصوصاً یورپ اور سکنڈے نیویا کے ممالک میں اس کا اثر و رسوخ بہت زیادہ تھا۔

ہر دوسرے تیسرے ماہ وہ کسی نہ کسی ایسی تنظیم کے بین الاقوامی کنونشن میں تقریر کرتی دکھائی دیتی تھی......

اس کا ثبوت اسے ملنے والے اعزازات اور انعامات تھے جس سے اسے اسلام دشمن حکومتیں نوازتی رہتی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے کملا سہنا ایک بین الاقوامی شخصیت بن گئی تھی۔ اسے مغربی اور ہندو میڈیا کی مکمل سرپرستی حاصل تھی۔

اس کی کامیابی کا ایک راز یہ بھی تھا کہ اس نے کٹر ہندو ناری ہونے کے باوجود خود کو ہمیشہ ایک لبرل اور عورت کی آزادی کی علمبردار خاتون کی حیثیت سے متعارف کروایا تھا۔ محض اپنے اس جعلی تشخص کو برقرار رکھنے کے لئے وہ کبھی کبھی کسی ہندو لڑکی کے لئے ظلم کی کہانی بھی پریس کے سامنے لا کر اس کا کیس لڑتی دکھائی دیتی تھی......

شیریں تک کملا سہنا کی رسائی کیسے ہوئی؟

کوئی نہیں جانتا تھا......

خود شیریں کو بھی کبھی علم نہ ہو سکا کہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت تک اس تک رسائی حاصل کیسے کی گئی تھی۔

کملا سہنا اور شیریں کا ٹکراؤ ایک سوشل تقریب میں ہوا تھا۔ شیریں کو ایسی تقاریب میں شامل ہونے، خود کو آزاد خیال اور لبرل ظاہر کرنے اور اپنی نمود و نمائش کا شوق تھا اور اس کی یہی کمزوری "را" تک پہنچ کر اس کے گلے کا پھندہ بن گئی تھی۔

اس روز بھی ایسا ہی ہوا جب اچانک ہی کملا سہنا اس سے ٹکرا گئی...... اس نے یہی تاثر دیا کہ وہ شیریں کے حسن سے متاثر ہو کر اس کے نزدیک آئی ہے اور وہ شیریں کی پرسنلٹی سے متاثر دکھائی دینے لگی کیونکہ اس نے آج تک کسی لڑکی کو اتنی خود اعتمادی سے بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔

غرض پہلی ہی ملاقات میں اس نے شیریں کو اس کے ایسے ایسے محاسن سے آگاہ کیا جو کبھی اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آئے تھے۔

یہ ان دنوں کی بات تھی جب شیریں نے اپنے بے چارے خاوند کو گھر سے نکال کر اس کے خلاف پولیس میں ظلم و ستم کرنے کی جھوٹی کہانی کی بنیاد پر رپورٹ بھی لکھوائی تھی......

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دونوں کے درمیان طلاق کا کیس چل رہا تھا۔

جب شیریں کو علم ہوا کہ اس کی مخاطب مشہور سوشل ورکر کملا سہنا ہے تو وہ خود بھی اس سے فری ہونے کی کوشش کرنے لگی......

دونوں کی دوستی تو پہلے ہی روز کافی مضبوط ہو گئی تھی اور شیریں نے اسے اپنے ظالم شوہر کے کرتوت سے بھی آگاہ کر دیا تھا۔

اگلے ہی روز کملا سہنا دو مقامی میموں کے ساتھ اس کے گھر اس کی مدد کے لئے پہنچ گئی اور اگلے چند ہفتوں میں انہوں نے شیریں سے اس کے خاوند خُلا خلاصی کروا کر اسے اپنی بندی بے دام بنا لیا۔

❁❁

اگلے دو تین ماہ میں اس نے شیریں کے دل و دماغ ہی نہیں جسم پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس کی مختلف حیلے بہانوں سے اتنی مالی، اخلاقی اور قانونی مدد کر دی تھی کہ اب شیریں اس کے کسی بھی حکم پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے کے لئے تیار تھی۔

اس درمیان نامحسوس طریقے پر اس نے شیریں کو "مقامی تنظیم" کے لندن میں مقیم کچھ لوگوں سے ملانا شروع کیا اور جلد ہی اس کے دل و دماغ میں ان لوگوں کے لئے بے جا ہمدردی کے اچھے خاصے جذبات پیدا کر دیئے......

شیریں کی جذباتیت، خود کو نمایاں کرنے کا جنون اور بڑی بڑی محفلوں میں شرکت اور بڑے لوگوں سے تعلقات ایسی کمزوریاں تھیں جن کو کملا سہنا نے جی بھر کے ایکسپلائٹ کیا۔

شیریں کی بچپن کی غلط تربیت، بے راہروی، کملا سہنا کے لئے بونس ثابت ہوئیں۔ شیریں کو شراب اور سگریٹ نوشی کی عادت بہت پہلے سے تھی۔ کملا سہنا نے اس کو خوب ہوا دی۔

روحانی بنیادیں اس کی تھیں نہیں......

جسمانی طور پر وہ بدراہ تھی......

یہی کچھ کملا سہنا کو چاہئے تھا...... اس نے بمشکل تین ماہ بعد ہی شیریں کو ذہنی طور پر تیار کر کے میدانِ عمل میں اتار دیا۔ اس کے لئے پیسہ پانی کی طرح بہایا گیا تھا۔

شیریں کو دنیا بھر کے تفریحی مقامات کی سیر کروائی گئی تھی۔

بے پناہ شاپنگ کروائی گئی تھی۔

اس کو احساس دلائے بغیر اس پر لاکھ پاؤنڈ قرض چڑھا دیا گیا تھا۔ ایک روز جب شیریں پر انکشاف ہوا کہ اب وہ تین ملین پاؤنڈ کی مقروض ہو چکی ہے اور اگر قرض خواہ چاہے تو اگلے چوبیس گھنٹوں

میں اسے مکمل قلاش کر کے جیل تک پہنچا سکتی ہے تو وہ کچھ گھبرا سی گئی......

"اوہ ڈارلنگ...... اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔ میں ہوں ناں...... میرے ہوتے ہوئے کسی کی مجال ہے کہ تمہارے خلاف کوئی......"

جب وہ کملا سہنا کے پاس گھبرائی ہوئی پہنچی اور اسے اپنی تشویش سے آگاہ کیا تو اس نے بظاہر مطمئن کرنے کے لئے کہا۔

"لیکن میڈم......"

وہ گھبرائی ہوئی تھی اور ڈھنگ سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔

"ارے بھئی تمہیں کیا ناتھ صاحب نے کچھ کہا ہے...... کچھ تقاضا کیا ہے؟"

اس نے پریم ناتھ بزاز کا نام لیتے ہوئے کہا جس کی کمپنی کے ذریعے شیریں کو قرض کی دلدل میں دھنسایا اور پھنسایا گیا تھا۔

شیریں کے فرشتوں کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ پریم ناتھ بزاز جو بظاہر تو ایک مالیاتی کمپنی کا ایم ڈی ہے، اصل میں "را" کا سٹیشن چیف تھا جس کے جال میں پھنسانے کے لئے اسے کملا سہنا کے ذریعے پھانسا گیا تھا۔

شیریں کی زندگی کا مقصد گو کہ سوائے عیاشی اور گمراہی کے اور کچھ نہیں رہ گیا تھا لیکن جس قسم کی زندگی بسر کرنے کی لت پڑ گئی تھی، اس کو چھوڑنے کے تصور سے ہی اس کی موت واقع ہو سکتی تھی۔

وہ اب جس زندگی کی عادی بن چکی تھی، وہ ہیروئن کے نشے کی طرح اس کے رگ و پے میں اس طرح سرایت کر گئی تھی کہ جسے چھوڑنا اس کے لئے ممکن نہیں رہا تھا۔

❁❁

اس روز کملا سہنا نے شیریں کو مطمئن کرنے کے بعد بھیج دیا اور اس کی روانگی کے چند منٹ بعد ہی اس نے اوریئنٹ ایکسچینج کمپنی کے منیجنگ ڈائریکٹر مسٹر پریم ناتھ بزاز سے رابطہ کیا۔

"مبارک ہو سر......"

"تمہیں بھی......"

پریم ناتھ سمجھ گیا کہ اسے کس بات کی مبارکباد دی جا رہی ہے۔

"چڑیا مکمل پھنس گئی ہے...... جب کہیں آپ کی خدمت میں باندھ کر پیش کر دوں......"

اس نے فون پر فاتحانہ قہقہہ بلند کیا۔

"اگر تمہیں پورا یقین ہے ڈارلنگ تو نیک کام میں دیر کس بات کی؟"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پریم ناتھ نے رال ٹپکاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے کل ہی آپ غریب خانے پر تشریف لے آئیں۔"

اس نے پریم ناتھ سے کہا۔

"اوکے...... تھینک یو......"

پریم ناتھ نے فون بند کر دیا۔

اگلے روز جب شیریں اپنے معمول کے مطابق ہفتے کی شام کملا سہنا کے گھر پر گزارنے پہنچی تو وہاں اس کے علاوہ دو تین مہمان بھی موجود تھے۔ یہ سب وہ لوگ تھے جن کا تعلق "مقامی تنظیم" سے تھا اور جو پاکستان میں درجنوں قتل، دہشت گردی، اغواء، ڈکیتی جیسے گھناؤنے جرائم میں مطلوب ہونے کے سبب یہاں مظلوم بن کر بیٹھے تھے۔

اصل میں یہی لوگ مقامی تنظیم کی لائف لائن تھے جن کے ذریعے تنظیم کو تازہ خون غیر ملکی سرمائے کی صورت میں ملتا رہتا تھا اور جس کے ذریعے تنظیم کو ان ممالک میں بہت سے ناجائز تحفظات بھی حاصل ہو گئے تھے۔

کملا سہنا نے حسب سابق بڑی گرم جوشی سے شیریں سے معانقہ کیا اور اس کا بھرپور بوسہ لے کر اسے اپنی محبت کی گرم جوشی کا احساس دلایا......

سب لوگ معمول کے مطابق اپنی اپنی مرضی کی شراب کے جام بھر کے ہال نما کمرے کے مختلف کونوں میں حرام خوری میں مصروف تھے...... جب کملا سہنا اس کا بازو پکڑ کر اسے لندن کے اس مضافاتی علاقے میں موجود اپنے قیمتی بنگلے کے کئی کنال پر مشتمل لان کے ایک کونے میں لے کر بیٹھ گئی۔

"ڈارلنگ تمہاری کل والی بات نے مجھے بھی تمہارے جانے کے بعد خاصا پریشان کیا...... واقعی اتنی بڑی رقم کی واپسی میرے خیال سے ممکن نہیں...... اور یہاں کے قوانین بھی بڑے سخت ہیں۔ میں تو ساری رات سوچ سوچ کر ہلکان ہوتی رہی۔ البتہ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں مر جاؤں گی...... شیریں ڈارلنگ، تم جانتی ہو مجھے تمہارے ساتھ کتنی محبت ہے......"

اس نے گمراہ اور گناہ کی دلدل میں گردن گردن تک دھنسی شیریں سے کہا۔

شیریں نے خوفزدہ نظروں سے ذبح ہوتی بکری کی طرح اس کی طرف دیکھا اور اثبات میں گردن ہلا کر اس کی بات پر اکتفا کیا۔

"میں نے سوچا کوئی بات نہیں، اگر تمہیں سب کچھ چھوڑنا بھی پڑے اور جان چھوٹ جائے تو میں تمہیں اپنے گھر لے آتی ہوں...... میرے اور تمہارے درمیان کوئی پردہ تو ہے نہیں...... لیکن میرے

وکیل نے بتایا ہے کہ صرف جائیداد یا بزنس کی ضبطی سے یہ بلا نہیں ٹل سکتی...... اگر پریم ناتھ نے عدالت میں یہ ثابت کر دیا کہ تم نے ضرورت سے زیادہ قرضہ یہ جانتے بوجھتے لیا تھا کہ تمہارے اثاثے اتنے نہیں اور تم کچھ اور بھی نہیں کر پاؤ گی...... تو وہ حرام خور تم پر فریب دہی اور بد نیتی کا مقدمہ بنوا کر تمہیں جیل بھی پہنچا سکتا ہے...... اس مسئلے پر ظاہر ہے، ہیومن رائٹس بھی کوئی مدد کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہو گی......"

اس نے یہ باتیں کہہ کر شیریں کی رہی سہی جان بھی نکال دی تھی......

شیریں کو اپنا نشہ ہرن ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔

"میڈم خدا کے لئے مجھے بچا لیجئے۔"

اس نے قریباً روہانسی آواز میں کملا سہنا کے سامنے ہاتھ بندھ دیئے۔

ایک سفاک مسکراہٹ کملا سہنا کے ہونٹوں پر جاگی اور غائب ہو گئی۔ اسے اپنے آپ پر ضرورت سے زیادہ ہی فخر ہونے لگا۔

"ارے نہیں، کیا کرتی ہو...... ہائے میں مر جاؤں...... میں نے تمہیں کتنا کہا تھا ناں کہ میرے ہوتے ہوئے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں...... ارے ڈارلنگ، تمہارے پاس خوبصورت جسم اور ذہن موجود ہے جس کے بل بوتے پر تم نہ صرف یہ قرض اتار سکتی ہو بلکہ قرض سے گنا زیادہ کما سکتی ہو۔"

اس نے ہوس کی ماری آنکھیں شیریں کے سراپے پر گاڑتے ہوئے اسے اپنے مزید نزدیک کر لیا......

شیریں سے زیادہ اپنے جسم کی اہمیت کا احساس اور کسے تھا؟

اس نے جھٹ سے اس بات کو تسلیم کر لیا۔

واقعی وہ اپنے جسم اور ذہن کے بل پر بڑے بڑے قلعے سر کر سکتی ہے...... اس کے گمراہ دماغ اور شیطان نے اسے ورغلایا۔

"میں نے پریم ناتھ صاحب کو آج اپنے ہاں بلایا ہے۔ اس سے بات کرتے ہیں۔ ضرور کوئی راستہ نکل آئے گا...... شیریں جان! تم بہت بہادر لڑکی ہو...... اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں خود کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گی...... ڈارلنگ، ہمیں یہ بات غلط ثابت کرنی ہے کہ یہ دنیا مرد کی ہے...... ہمیں ثابت کرنا ہے کہ یہ دنیا ہمیشہ ہی سے عورت کی رہی ہے...... اگر عورت خود کو کمزور بنا لے تو الگ بات ہے۔"

اس نے اب شیریں کو باقاعدہ گمراہ کرنے کے لئے اس کو نفسیاتی ڈوز دینی شروع کی۔

اور......

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اگلے پانچ چھ منٹ کی گفتگو میں وہ شیریں کو یہ باور کرانے میں مکمل کامیاب ہو گئی کہ اگر وہ چاہے تو اپنی صلاحیتوں اور جسمانی اداؤں کے بل بوتے پر نہ صرف یہ قرض اتار سکتی ہے بلکہ کئی ملین پاؤنڈ کی مالک بھی بن سکتی ہے......

اور......

شیریں مان گئی۔

❁❁

اب وہ دونوں واپس اسی ہال کمرے میں جا رہی تھیں جہاں باقی لوگ شراب و شباب کی بدمستیوں میں غرق تھے۔

دونوں کے ہال میں داخل ہوتے ہی کچھ ڈگمگاتے ہوئے ان کی طرف بڑھے اور ان کا حال دریافت کرنے لگے۔

کملا سہنا اور شیریں ہر کسی سے مسکراتی ہوئی ہاتھ ملاتیں اور ان سے زیادہ گرم جوشی کا مظاہرہ کر رہی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد ہی کملا سہنا کی ملازمہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی اور وہ گردن ہلاتی شیریں کی طرف چلی گئی۔

''آؤ ڈارلنگ، پریم صاحب آ گئے ہیں۔''

اس نے شیریں کی کمر میں بازو ڈال کر اسے اپنے ساتھ چمٹایا اور اسی پوزیشن میں اسے ہال کمرے سے ملحقہ اپنی خواب گاہ میں لے آئی۔

اس کی خواب گاہ کے سامنے خوبصورت لینڈ سکیپ کی طرف کھلنے والی کھڑکی کا پردہ سرکائے، کھڑکی سے باہر جھانکتا ''را'' کا مقامی سٹیشن چیف اور اوریئنٹ ایکسچینج کمپنی کا مینجنگ ڈائریکٹر پریم ناتھ بزاز ان کا منتظر تھا......

❁❁❁

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

''ہیلو مسٹر بزاز۔''

میڈم کملا سہنا اور شیریں کی آوازوں پر اس نے پلٹ کر ان کی طرف ایک نگاہِ غلط انداز سے دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے دونوں سے باری باری گرم جوشی سے مصافحہ کر کے ایک ہی لمحے میں دھری کرسی پر بیٹھ گیا۔

''تھینک یو مسٹر بزاز......آپ نے یہاں آنے کی زحمت کی۔ مجھے آپ کی مصروفیت کا احساس ہے، میں جانتی ہوں کہ آپ کے لئے وقت نکالنا مشکل بلکہ ناممکن ہے......''

کملا سہنا نے ڈرامے کے ایکٹ کے ڈائیلاگ بولنے شروع کئے۔

''بس میڈم......لیکن آپ کا حکم تو ہم نہیں ٹال سکتے......آپ تو جانتی ہیں آج کل بزنس کے حالات کیسے جا رہے ہیں۔ کمپنی کے ڈائریکٹر میری جان کو آ رہے ہیں کہ مارکیٹ میں پھیلی رقم واپس لے کر کسی اور پراجیکٹ میں انویسٹ کی جائے......بہت گھمبیر معاملات ہو رہے ہیں......میں تو سوچتا ہوں کوئی اور بزنس کر لوں......Any Way......آپ فرمائیں کیسے یاد کیا؟''

اس نے کملا سہنا کی کنیز کے ہاتھ سے اپنے لئے تیار کردہ جام سنبھالتے ہوئے اسے باری باری کملا سہنا اور شیریں کے جاموں سے ٹکراتے ہوئے ''چیئرز'' کرتے ہوئے اگلا سوال داغ دیا۔

''مسٹر بزاز......آپ جانتے ہیں کہ میرے شیریں سے کیسے تعلقات ہیں۔ میں اس کو پریشان ہرگز ہرگز نہیں دیکھ سکتی، خواہ اس کے لئے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے......''

اس نے ایک لمبا گھونٹ حلق میں انڈیلتے ہوئے کہا۔

''مجھے علم ہے میڈم......مجھے علم ہے......آپ کی وجہ سے آج تک ہم نے مس شیریں سے کبھی کوئی تقاضا نہیں کیا......آپ ان سے پوچھ سکتی ہیں۔ حالانکہ انہوں نے پچھلے چار ماہ سے ایک بھی قسط جمع نہیں کروائی۔ آپ ان سے پوچھ سکتی ہیں۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتیں کہ مجھ پر کتنا دباؤ ہے۔ تمام

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ڈائریکٹرز میری جان کو آ رہے ہیں۔ میڈم آپ جانتی ہیں یہ لمیٹڈ کمپنی ہے۔ میں سب کچھ اپنی مرضی سے نہیں کر سکتا...... میں نے کبھی آپ سے ذکر نہیں کیا کہ مجھ پر کتنا پریشر مس شیریں کے سلسلے میں ہے۔ اب وہ لوگ کورٹ میں جانے کی دھمکی دے رہے ہیں۔ اس لئے دو تین روز پہلے میں نے مس شیریں سے درخواست کی تھی کہ وہ فوراً گزشتہ قسطیں جمع کروائیں ورنہ یہ لوگ کورٹ میں چلے گئے تو حالات کنٹرول سے باہر ہو جائیں گے۔“

اس نے شیریں کے چہرے پر بدلتے رنگوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اپنی بات مکمل کی۔

کورٹ کے نام پر شیریں سہم کر رہ گئی۔

وہ جانتی تھی اس ملک کے قوانین سب کے لئے برابر ہیں اور کسی سے رعایت کا تصور یہاں موجود نہیں۔

”دیکھئے سر...... آپ کچھ بھی کیجئے۔ ابھی تو شیریں اس پوزیشن میں نہیں کہ کچھ کر سکے۔ آپ پلیز کوئی وے آؤٹ (Way Out) نکالیں، کچھ بھی ...... مجھ سے شیریں کی پریشانی نہیں دیکھی جا سکتی......“

اس نے آگے بڑھ کر باقاعدہ پریم ناتھ کے کندھوں پر دونوں ہاتھ رکھتے ہوئے اس کی طرف دیکھ کر آنکھ سے مخصوص اشارہ کیا جسے شیریں نہ دیکھ سکی۔

”ٹھیک ہے میڈم...... آپ جانتی ہیں یہ بزنس ہے۔ یہاں ہر شے کی قیمت چکانی پڑتی ہے۔ اگر مس شیریں تیار ہیں تو بات ہو سکتی ہے......“

اس نے شیریں کی طرف دیکھ کر کہا۔

”میں تیار ہوں۔“

بے ساختہ شیریں کے منہ سے نکلا۔

”اوکے۔“

پریم ناتھ نے کہا۔

اور......

بزنس ڈیل ہو گئی۔

اس کا تعارف یہاں موجود ضیائی سے کروایا گیا اور بتا دیا گیا کہ اسے ”مقامی تنظیم“ کے لئے خدمات انجام دینی ہیں۔ ان خدمات کی نوعیت اس سے نہیں چھپائی گئی تھی...... ان میں کوئی بھی ایسی خدمت نہیں تھی جس کے لئے شیریں پہلے سے ذہنی طور پر تیار نہ ہو۔

ان لوگوں نے اسے سمجھا دیا تھا کہ اب وہ ہر طرح ان کے جال میں پھنس چکی ہے اور یہ ان کی مہربانی ہے کہ وہ اسے جیل جانے سے بچانے کے لئے اس سے ”بزنس ڈیل“ کر رہے ہیں کیونکہ انہیں اس کام کے لئے یہاں لوگوں کی کمی نہیں ...... یہ تو میڈم کملا سہنا کا اس پر احسان ہے کہ اس نے ان لوگوں کے دل میں شیریں کے لئے ہمدردی کے جذبات پیدا کر کے انہیں اس پر آمادہ کیا۔

شیریں سے ضیائی کا تعارف اس کے کزن کی حیثیت سے کروایا گیا تھا۔ اسے بتایا گیا کہ ضیائی ”مقامی تنظیم“ کا اہم لیڈر ہے جس کے ذریعے تنظیم کے بیشتر معاملات کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔

اسے ضیائی کے کزن کی حیثیت سے پاکستان کی اقتصادی شہ رگ کراچی جانا تھا۔ جہاں اس کے لئے پہلے سے تمام کور (Cover) موجود تھے۔ اس کی شناخت ایک پاکستانی نژاد برٹش نیشنل خاتون کی حیثیت سے کروائی گئی جو لندن میں اپنے پہلے سے موجود کاروبار کو وسعت دینے کے لئے کراچی جا رہی تھی۔

اسے کراچی میں کب تک قیام کرنا تھا؟

اس مدت کا تعین اسے خود نہیں بلکہ ضیائی کو کرنا تھا۔ البتہ اسے یہ سمجھا دیا گیا تھا کہ اس کا دارومدار اس کی کارکردگی پر بھی ہے۔ اگر وہ ایک ڈیل ایک دن، ہفتے یا مہینے میں مکمل کر لے تو اگلی ڈیل سے پہلے اسے ضرور کچھ عرصہ لندن گزارنے کا موقع دیا جائے گا۔

شیریں نے پہلی دو تین ڈیلز تو ہفتوں میں نمٹا کر اپنی تین چار قرض کی قسطیں کلیئر بھی کی تھیں بلکہ اپنی عیاشیوں کے لئے خاصا روپیہ بھی کما لیا تھا...... ضیائی نے اسے اس شہر کے وی آئی پی حلقوں میں دو تین ماہ میں متعارف کروا دیا تھا اور اب اسے سیٹھ دارو والا کو پھانسنے کا مشن سونپا گیا تھا جس پر وہ بڑی تن دہی سے کام کر رہی تھی۔

❁❁

سیٹھ صاحب نے شیریں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے فرسٹ کلاس سے سفر کیا تھا اور شیریں نے ان کا آٹھ گھنٹوں کا سفر آٹھ منٹوں میں مکمل کروا دیا تھا۔ سیٹھ دارو والا نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ زندگی میں کسی عورت سے کبھی اتنا متاثر بھی ہو گا۔

”کس ہوٹل میں قیام پسند کرو گی؟“

اس نے بے تکلفی سے شیریں کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے پوچھا۔

”کہیں نہیں ...... ہم پرائیویٹ رہائش گاہ میں قیام کریں گے۔ میرے انکل یہاں مضافاتی علاقے میں ایک بڑے گھر میں اکیلے رہتے ہیں۔ انہیں ہم سے مل کر بہت خوشی ہو گی۔“

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شیریں نے اس کی مزید حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن انہیں تکلیف دینے کی کیا ضرورت ہے؟"

سیٹھ دارووالا نے ہچکچاہٹ ظاہر کی۔

"سیٹھ صاحب، میں نے زندگی کے تین سال یہاں گزارے ہیں۔ کبھی بھی ہوٹل میں ہماری پرائیویسی محفوظ نہیں رہے گی۔ کوئی آپ کا یا میرا جاننے والا مل گیا تو خواہ مخواہ افسانے بنائے جائیں گے...... میرے انکل نہ کبھی اس سے پہلے پاکستان گئے ہیں نہ ہی مستقبل میں جائیں گے...... وہاں ہمیں کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔"

تھوڑی سی جز بز کے بعد سیٹھ دارووالا نے یہ مشورہ قبول کرلیا۔ اگر شیریں تو اس طرح خود کو محفوظ تصور کرتی تھی تو وہ اعتراض کرنے والا کون تھا؟ اس نے سوچا۔

سیٹھ کو اس بات کا علم ہی نہ ہو سکا کہ ایئرپورٹ پر جیسے ہی وہ لوگ کسٹم سے کلیئر ہوئے، ان کی فلم بنی شروع ہو گئی تھی۔ یہاں لاؤنج میں ہزاروں مسافر بھاگے دوڑے پھر رہے تھے، ان کے عزیز و اقارب ان کی تصاویر اتار رہے تھے۔ فلمیں بنا رہے تھے۔ سیٹھ دارووالا کو یہ علم ہی نہ ہو سکا کہ کب شیریں کے ساتھ اس کی بانہوں میں بانہیں ڈالے ایئرپورٹ لاؤنج سے ایگزٹ گیٹ تک فلم بن گئی تھی......

اسے تو اس بات کا بھی احساس نہیں تھا کہ یہاں سے اس کے انکل کی قیام گاہ تک اس کی ہر قابل اعتراض حرکت کو سلور لائیڈ کے کیمرے پر منتقل کرنے کے لئے بندوبست کئے گئے تھے۔

شیریں کے انکل نے دونوں کا بڑی فراخ دلی سے استقبال کرتے ہوئے کہا کہ وہ بڑے وقت پر آئے ہیں کیونکہ خود انکل ایک کاروباری ٹرپ پر امریکہ جا رہے تھے۔ وہ اپنے ملازمین، جو قریباً تمام سوائے گاڑی کے ڈرائیور کے مقامی تھے، ان کے حوالے کر کے چار روز بعد واپس گھر آنے کا کہہ کر اس روز رات کی فلائٹ سے چلے گئے۔

اس رات سیٹھ اور شیریں کے درمیان پہلا جسمانی رابطہ ہوا تھا جس کے بعد سے سیٹھ دارووالا اس کے مکمل کنٹرول میں آچکا تھا۔ اب اس بات کا سوال ہی نہیں تھا کہ وہ زندگی بھر کبھی ان کے جال سے نکل سکے۔ اب وہ اس کا بندہ بے دام بن چکا تھا۔

ایک ہفتہ یہاں رنگ رلیاں منانے کے بعد سیٹھ صاحب بادل نخواستہ واپس گھر سدھارے۔ اب وہ خواہ مخواہ سے شیریں کو اپنی ذمہ داری سمجھنے لگے تھے۔

اور......

شیریں نے بڑی کامیابی سے سیٹھ صاحب کو یہ احساس دلا دیا تھا کہ اس کے بغیر سیٹھ صاحب کی

زندگی ادھوری اور بدمزہ ہے۔

یہی وجہ تھی کہ انہوں نے شیریں کو اپنی باقاعدہ سیکرٹری بنالیا تھا اور ان کی زندگی یا بزنس کا کوئی ایسا پہلو نہیں تھا جو اس سے پوشیدہ رہا ہو۔

شیریں نے سیٹھ صاحب کو کبھی اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا تھا کہ ان کا کاروبار روز بروز بڑھ رہا تھا۔ آمدن میں اضافہ ہو رہا تھا۔ انہیں اور کیا چاہئے تھا...... شیریں اور ضیائی نے ان کی مشکلات کو اپنے تک محدود کرلیا تھا، فیکٹری کے تمام معاملات ضیائی نے سنبھال لیے تھے۔

ملازمین کی بھرتی، انہیں نکالنا، سب اس کے اختیار میں تھا۔ سیٹھ صاحب کے شہر میں موجود تین بڑے بڑے گوداموں کی چابیاں مستقل ضیائی کے پاس رہتی تھیں۔ وہاں کی تمام نقل و حمل اس کی ذمہ داری تھی۔

ضیائی نے یونین کے تمام پھڈے باز لیڈروں اور ملازمین کو ایک ایک کر کے نکال دیا تھا۔ سیٹھ نے خوش ہو کر مقامی تنظیم کو ماہانہ چندے میں ایک لاکھ روپے کا مزید اضافہ کر دیا تھا کیونکہ وہ سمجھ رہا تھا کہ خصوصاً حکومت میں ان لوگوں کا اثر و رسوخ اب اتنا بڑھ چکا تھا کہ یہاں چڑیا بھی ان کی اجازت کے بغیر پر نہیں مار سکتی تھی۔

شیریں نے سیٹھ صاحب کو حرص و ہوس کے ایسے ایسے جہانوں سے آشنائی بہم پہنچا دی تھی کہ اب وہ ذہنی اور جسمانی طور طور پر اس کے غلام ہی ہو کر رہ گئے تھے۔

اسی دوران شیریں نے بطور خاص اس بات کا خیال رکھا تھا کہ سیٹھ صاحب اپنی فیکٹری کے معاملات ضیائی پر ہی چھوڑے رکھیں اور ان کی ساری توجہ اس کی طرف ہی مبذول رہے۔

❁❁

اس روز سیٹھ صاحب شام دیر گئے شیریں کے ساتھ اپنے دفتر میں جب معمول کی رنگ رلیاں منا رہے تھے، جب ایک فون کال نے ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑا دیئے۔ کسی نے سیٹھ صاحب کے خصوصی موبائل نمبر پر فون کر کے اطلاع دی تھی کہ فیکٹری میں موجود ان کے گودام میں ناجائز اسلحہ رکھا گیا ہے۔

یہ اطلاع انہیں بوکھلا دینے والی تھی کہ سیٹھ صاحب نے فون بند ہوتے ہی شیریں کو کچھ کہے بغیر اپنے گودام کا رخ کیا جو ان کے آفس سے ایک بلاک دور تھا اور وہاں فون کال کے عین مطابق وہی کچھ ہو رہا تھا۔

ان کی آنکھوں کے سامنے ایک پک اپ پر ضیائی اور قریشی اسلحہ لوڈ کروا رہے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"یہ کیا ہے؟"

سیٹھ نے غصے اور خوف کی ملی جلی کیفیت سے قریباً چیختے ہوئے سامنے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"کس کی بات کر رہے ہیں۔ اس کی یا اس کی؟"

ضیائی نے سامنے رکھی دو الگ الگ قسم کی بندوقیں باری باری اٹھا کر مسخروں کی طرح مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"مسٹر ضیائی یہ کیا بکواس ہے؟"

سیٹھ آپے سے باہر ہو رہا تھا۔

"سیٹھ صاحب، آپ کو کسی نے آج تک نہیں بتایا یہ کیا ہے؟ ارے بھئی یہ بندوقیں ہیں۔ آٹو میٹک گنیں...... لیکن آپ کو اس سے کیا لینا دینا۔ آپ کے نزدیک یہ اسلحہ ہی ہونا چاہئے...... اب ہم انہیں کھلونے کہنے سے تو رہے۔"

اس مرتبہ ضیائی کی بجائے قریشی نے تمسخرانہ انداز سے کہا۔

"لیکن یہ یہاں...... یہ سب کیا ہے؟"

سیٹھ نے قریباً بے بسی سے چیختے ہوئے پوچھا۔

"سیٹھ صاحب! آپ کو پہلے ہی بلڈ پریشر اور دل کا عارضہ ہے۔ اپنی صحت مزید خراب نہ کیجئے اور آرام سے بیٹھ جائیں۔ آپ سے کوئی نہیں پوچھے گا کہ یہ کیا ہے......"

ضیائی نے فاتحانہ انداز میں یوں کہا جیسے بزرگ بچوں کو سمجھایا کرتے ہیں۔

"میں پولیس کو رپورٹ کرتا ہوں۔"

سیٹھ نے کہتے ہوئے واپس مڑنا چاہا۔

لیکن......

سامنے کمرے سے شیریں اس طرف آتی دکھائی دی۔

"سیٹھ صاحب، خدا کے لئے ایسا نہ کیجئے۔ یہ بڑے ظالم لوگ ہیں۔ آئیں میں آپ کو دکھاؤں۔" یہ کہتے ہوئے وہ سیٹھ صاحب کا بازو پکڑے انہیں دوسرے کمرے میں لے گئی۔

یہ کمرہ مخصوص مہمانوں کے لئے ہی استعمال ہوتا تھا جسے خاصا لگژری بنایا گیا تھا۔ ایک طرف دھرے وی سی آر اور ٹی وی کے نزدیک رکھی ایک فلم اس نے وی سی آر میں ڈالی اور اس کا بٹن دبا دیا۔

سیٹھ ابھی تک اپنی جگہ کھڑا ہونقوں کی طرح اس کا منہ دیکھ رہا تھا کہ شیریں کیا کرنے جا رہی ہے۔

"بیٹھ جائیے، یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد کوئی فیصلہ کیجئے۔"

اس نے سیٹھ کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر اسے آرام دہ صوفے پر ڈھیر کر دیا اور خود اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ اب سیٹھ کے سامنے ایک فلم چل رہی تھی جس کے خاتمہ پر سیٹھ کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ اب تک زندہ کیوں ہے۔

فلم کیا تھی؟

اس کی موت کا سامان تھا۔

سیٹھ کے شیریں کے ساتھ لندن کے دورے کی مکمل تفصیلات کراچی سے لندن اور پھر واپسی تک اس میں موجود تھیں۔ لیکن اس پر بس نہیں، فلم کے اگلے سین تو اس کی جان نکالنے کے لئے کافی تھے۔

یہ سیٹھ صاحب کی فیکٹری کا منظر تھا جہاں ان کے ملازمین کو پک اپ سے اسلحہ اتارتے اور دوسری مرتبہ لوڈ کرتے دکھایا گیا تھا۔

فلم اس ہوشیاری سے بنائی گئی تھی کہ سیٹھ اس ماحول ہی کا ایک حصہ دکھائی دے رہا تھا۔

"یہ کیا ہے؟"

سیٹھ نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کی طرف آمیز نگاہوں سے دیکھا۔

"سیٹھ صاحب یہ بڑے ظالم لوگ ہیں۔ افسوس مجھے ضیائی کی فطرت کا علم کچھ روز پہلے ہی ہوا جب اس نے یہ فلم مجھے دکھا کر کہا کہ سیٹھ صاحب سے کہو چپ چاپ اپنا کام کرتے رہیں اور ہمیں اپنا کام کرنے دیں ورنہ ان کا انجام بہت برا ہوگا...... لیکن میں آپ سے بات کرنے کی ہمت نہ کر سکی۔ یہ تو آج......"

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر باقاعدہ آنسو بہانے شروع کر دیئے اور میز پر دھری شیشی سے دل سنبھالنے کی ایک گولی نکال کر سیٹھ کی طرف بڑھا دی جو سیٹھ صاحب نے فوراً ہی پانی کے گلاس سے نگل لی اور اب وہ بڑی بے بسی سے لمبی لمبی سانسیں لیتے ہوئے شیریں کی طرف دیکھ رہے تھے جو مسلسل روئے جا رہی تھی۔ پھر اس نے شاید سیٹھ صاحب کی حالت کا نوٹس لیتے ہوئے خود کو سنبھالا اور ان کے نزدیک بیٹھ کر انہیں حوصلہ دینے لگی۔

❁❁

"سیٹھ صاحب، ان لوگوں کے منہ نہ ہی لگئے تو اچھا ہے۔"

اس نے سیٹھ صاحب کے نارمل ہونے پر کہا۔

اور......

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سیٹھ نے اثبات میں گردن ہلادی۔ سوااس کے چارہ ہی کیا تھا۔ وہ بری طرح پھنس چکا تھا۔ ان لوگوں نے سیٹھ دارووالا کو اس طرح اپنی شکنجے میں جکڑا تھا کہ اب اس کے لئے ہاتھ پاؤں بھی مرضی سے ہلانے کی مہلت باقی نہیں رہی تھی۔

حیرت کی بات تو یہ تھی کہ اس ساری صورتحال میں اسے اپنا ہمدرد اگر کوئی دکھائی دے رہا تھا تو وہ شیریں تھی جس کے اشارہ ابرو پر اسے سب کچھ کرنا تھا۔

شیریں نے سیٹھ کو فی الوقت اس ٹینشن سے نجات کے لئے ہانگ کانگ کے ٹرپ کا مشورہ دیا تھا جو سیٹھ نے فوراً قبول کرلیا تھا۔

اور......

اگلے روز وہ ہانگ کانگ کے دورے پر جارہے تھے۔

سیٹھ کو اس بات کا بھی علم نہ ہوسکا کہ جس روز وہ ہانگ کانگ کے دورے پر گیا تھا، اس سے اگلے روز چوہان سے ملنے والے تباہ کن آر ایکس ڈی کو قریشی اور ضیائی نے اس کے گودام میں منتقل کردیا تھا۔

سیٹھ دارووالا کی فیکٹری اور اس کے تینوں گودام "مقامی تنظیم" کے محفوظ ترین گڑھ بن چکے تھے جہاں سیٹھ صاحب کی فیکٹری کے ملازمین کی شکل میں وہ پولیس کو مطلوبہ مفروروں کو یہاں چھپائے رکھتے تھے۔ بالکل اسی طرح وہ اپنا خطرناک اسلحہ جو انہیں سرحد پار سے تباہی پھیلانے کے لئے ملتا تھا، انہیں گوداموں میں محفوظ کرنے کے بعد یہیں سے آگے سپلائی کردیا کرتے تھے۔

یہی وہ تباہ کن اسلحہ اور گولہ بارود تھا جس نے اس شہر نگاراں کو خوف و دہشت کی چادر میں لپیٹ کر رکھ دیا تھا۔ خوف اور دہشت کی اس فضا کو اپنے گھناؤنے مقاصد کے لئے مقامی تنظیم کے لوگ حکومت کو ڈرانے کے لئے استعمال کرتے رہتے تھے۔

❁❁❁

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

"سیٹھ صاحب بہت دنوں سے مجھے آپ سے ایک بات کہنی تھی۔"

اس روز ہانگ کانگ کے ایک تفریحی مقام پر سمندر کنارے بیٹھے سیٹھ دارووالا سے شیریں نے کہا۔

"کیا؟"

سیٹھ نے اس کی طرف دیکھے بغیر سمندر کے پانی پر نظریں جمائے ہوئے پوچھا۔

"سیٹھ صاحب، میں نے دو سال پہلے اپنے خاوند سے طلاق لے لی تھی جس کے بعد سے میرے خاندان کا مجھ پر شادی کے لئے زبردست دباؤ ہے اور اب یہ دباؤ بڑھتا چلا جارہا ہے۔ میں بہت مجبور ہو چکی ہوں......"

اس نے کہا۔

اور......

سیٹھ کو یوں لگا جیسے اچانک زمین سے نکلنے والے سپرنگوں نے اسے فضا میں اچھال دیا ہو۔

"ک ک کیا مطلب ہے تمہارا...... کیا تم بھی......"

سیٹھ نے ہکلاتے ہوئے بمشکل کہا۔

"نہیں سیٹھ صاحب، میں تو اب آپ کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ آپ جانتے ہیں کہ آپ سے جدا ہوکر میں مرجاؤں گی۔ میں تو آپ کے بغیر......"

یہ کہہ کر اس نے باقاعدہ آنسو بہانے شروع کردیئے۔

اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ اتنی کامیاب اداکارہ بھی ثابت ہوسکتی ہے۔ اپنی اس صلاحیت کا انکشاف تو شیریں پر سیٹھ سے ملاقات کے بعد ہوا تھا۔ اب تو اس نے اتنی پریکٹس کرلی تھی کہ جب بھی چاہتی چند منٹ کے نوٹس پر آنسو بہاسکتی تھی۔

سیٹھ کے لئے اب ایک اور مصیبت کھڑی ہوئی تھی......!

یہ تو اس کی داشتہ تھی۔ اس کے سامنے تو اس کی بیوی بھی کبھی آنسو بہاتی تو سیٹھ صاحب کو خود پر قابو

www.iqbalkalmati.blogspot.com

نہیں رہتا تھا۔ سیٹھ داروو الا کی بیوی کے بعد دنیا کی جس خاتون کو اس کی اس کمزوری کا علم اور اس کے استعمال کا بہترین طریقہ آتا تھا، وہ یہی شیریں تھی۔

بدقت تمام سیٹھ نے اسے چپ کروایا۔

"شیریں تم کیا چاہتی ہو؟"

اسے سیٹھ کی آواز کسی گہرے کنویں سے آتی سنائی دی۔

"سیٹھ صاحب، میں آپ سے جدا ہونا نہیں چاہتی۔ خدا کے لئے آپ مجھ سے شادی کر لیجئے۔ میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ مرتے دم تک کسی کو کانوں کان اس بات کی خبر نہیں ہوگی۔ صرف میں اپنے رشتہ داروں کو جو سب ہی لندن میں رہتے ہیں، مطمئن کردوں گی......اور میرے دل پر پڑا بوجھ بھی اتر جائے گا۔"

اس نے موقع مناسب دیکھ کر اپنا داؤ بھی کھیل دیا۔

سیٹھ نے ایک لمبی سانس لی۔

واقعی شیریں ٹھیک کہہ رہی تھی۔ اس نے سوچا آخر اس بے چاری نے تو اس سے کبھی دھوکہ نہیں کیا۔ وہ بھی خواہ مخواہ اس کے ساتھ پھنس گئی ہے۔ اس بات کا علم تو اسے بعد میں ہوا کہ شیریں کو تو شروع ہی سے اپنے کزن ضیائی سے زبردست نفرت تھی۔ وہ تو سیٹھ صاحب کی وجہ سے اب تک اسے برداشت کرتی آ رہی تھی ورنہ عام حالت میں اسے منہ لگانا بھی پسند نہ کرتی۔

اس روز جب سیٹھ صاحب وی سی آر پر اپنے کالے کرتوت کی فلم دیکھ رہے تھے تو شیریں نے اسے بتایا تھا کہ ان کے لندن والے دورے کا علم سوائے ضیائی کے اور کسی کو نہیں تھا۔ اس نے ضیائی کو اپنا رشتہ دار جان کر اسے اپنی رہائش سے بھی آگاہ کر دیا تھا تاکہ کسی ایمرجنسی کی صورت میں کم از کم ان سے رابطہ تو کر سکے۔ اسے کیا علم تھا کہ ضیائی اتنا بے غیرت نکلے گا کہ اپنی ہی بہن کو بلیک میل کرنا شروع کر دے گا۔

وہ تو خودکشی کرنے پر تلی ہوئی تھی۔

لیکن......

سیٹھ صاحب کے کہنے پر رک گئی۔

سیٹھ اس بات سے پریشان تھا کہ اگر شیریں بھی اسے چھوڑ کر چلی گئی تو اس کا کیا بنے گا؟

اب کم از کم اسے ایک راز دار تو میسر ہے۔ اگر یہ بھی نہ رہا تو اپنا غم اپنے دل ہی میں لے کر جائے گا کیونکہ بے عزتی، گرفتاری اور سزا کے خوف نے اسے ادھ موا کر دیا تھا۔ سیٹھ مرنے سے بہت ڈرتا تھا۔ وہ مرنا نہیں چاہتا تھا خواہ اسے اپنی آدھی دولت ہی کیوں نہ زندگی کی بھینٹ کرنی پڑے۔

اس نے بالآخر بے چاری شیریں سے شادی کا فیصلہ کر ہی لیا کیونکہ وہ اچھی طرح سمجھنے لگا تھا کہ

اگر اس نے اپنی محبوبہ کو سہارا نہ دیا تو وہ خودکشی کر لے گی۔

وطن واپسی پر دونوں نے ایک عدالت سے باقاعدہ اپنے نکاح کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا اور سیٹھ نے آف دی ریکارڈ شہر کے ایک مہنگے علاقے میں موجود اپنا ایک بنگلہ اور بیس لاکھ روپے کی رقم بینک میں اس کے نام ڈیپازٹ کر دی۔

یہی وہ چاہتی تھی......

اسے بہرحال دولت حاصل کرنی تھی اور دولت حاصل کرنے کا یہ طریقہ اسے کملا سہنا نے گزشتہ روز ہی بتایا تھا جب اس نے حسب معمول ٹیلی فون پر اس سے طویل گفتگو کرتے ہوئے اسے مبارکباد دی تھی کہ اس کے قرضے کی خاصی قسطیں ادا ہو گئی ہیں اور اگر وہ اسی طرح تن من سے اس مشن پر لگی رہی تو اس کا نہ صرف سارا قرضہ ادا ہو جائے گا بلکہ اچھی خاصی جائیداد کی مالک بھی بن جائے گی۔

اس نے شیریں سے کہا تھا کہ اگر وہ کسی طرح سیٹھ کی قانونی بیوی بن جائے تو اس کی آدھی جائیداد کی مالک بھی بن جائے گی اور اس کے نام کی تمام جائیداد سیٹھ کے علم میں لائے بغیر ہی مقامی تنظیم کے ذریعے فروخت کر کے ساری رقم اس کے لندن کے بینک اکاؤنٹ میں جمع ہو جائے گی۔

"را" کوئی اور ہی کھیل کھیلنے جا رہی تھی۔

اور......

شیریں کو چاہتے یا نہ چاہتے ہوئے بہرحال وہی کچھ کرنا تھا جس کے لئے کہا جائے......

سیٹھ صاحب کو اس نے صرف گھر اور دفتر تک محدود کر دیا تھا جبکہ فیکٹری کے معاملات اس طرح اپنے کنٹرول میں کر لیے تھے کہ سیٹھ صاحب کی بیوی یا خاندان والوں کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی اور شیریں اپنے جوہر دکھاتی چلی گئی۔

اس نے سیٹھ صاحب سے کہہ دیا تھا کہ ان کی بیوی ہونے کے ناطے وہ ہرگز نہیں چاہے گی کہ کبھی مستقبل میں ان کو کسی بھی طرح کی ٹینشن کا سامنا کرنا پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے تمام معاملات اپنے ہاتھوں میں لے لیے تھے۔

دوسری طرف سیٹھ کی اشک شوئی کے لئے قریشی اور ضیائی دونوں نے کہہ دیا تھا کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں "مقامی تنظیم" کے حکم پر کر رہے ہیں اور جب تک تنظیم نہ چاہے کوئی سیٹھ صاحب کی فیکٹری یا گودام کی طرف میلی نظروں سے نہیں دیکھ سکتا۔ خواہ وہاں اسلحہ تیار کرنے کی فیکٹری ہی کیوں نہ کام کرتی ہو۔ انہوں نے سیٹھ سے اس کے دو تین بزنس مین ساتھیوں کی مثال دے کر اسے سمجھا دیا تھا کہ ان لوگوں کا تنظیم سے کوئی تعلق نہیں تھا اور انہوں نے اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی کوشش کی تھی جس کا نتیجہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سب کے سامنے ہے۔وہ بزنس مین دن دیہاڑے مارے جا چکے تھے اور تیسرا اغوا ہو کر گزشتہ سات روز سے اخبارات کی سرخیوں کا موضوع بنا ہوا تھا۔

"سیٹھ صاحب، اب تو ہم نے آپ پر اپنا ساتھی ہونے کی مہر لگا دی ہے۔ آپ ہمارے انقلابی ساتھی بن گئے ہیں۔کل جب ہماری حکومت بنے گی تو ایسی کئی اور فیکٹریوں کے آپ مالک بن جائیں گے......فی الوقت آپ کے لئے بہتر یہی ہے کہ چپ چاپ تنظیم کے احکامات کی پابندی کرتے رہیئے ......دل کھول کر چندہ دیجئے اور سکھ کی زندگی گزاریئے۔ آپ کے پاس ایک خوبصورت سیکرٹری موجود ہے۔اگر آپ کے کسی حکم کو ماننے سے انکار کرے تو ہمیں بتایئے......سالی کے سارے کس بل نکال دیں گے......اور آپ کو کیا چاہئے۔"

ضیائی نے کہا تھا۔

وہ لوگ سیٹھ دارو والا کو یہ باور کرا رہے تھے کہ شیریں بھی اس کی طرح ان کے حکم کی غلام ہے۔وہ شاید ابھی سیٹھ کو یہ احساس نہیں ہونے دے رہے تھے کہ شیریں کو اس گدھے کے کھونٹے کے ساتھ انہوں نے باندھا تھا۔انہوں نے اپنی کسی عمل سے سیٹھ کو اشارتاً بھی اس بات کا علم نہیں ہونے دیا تھا کہ انہیں سیٹھ اور شیریں کی خفیہ شادی کا علم ہو چکا ہے۔

ایک بات البتہ انہوں نے سیٹھ کو اچھی طرح سمجھا دی تھی کہ اگر اس نے کبھی کسی کے سامنے تنظیم کے کسی بھی کام سے متعلق یا ان سے متعلق زبان سے نشے کی حالت میں بھی ایک لفظ نکالا تو وہ اسے اس کی بیوی بچوں سمیت جہنم رسید کر دیں گے اور کوئی ان کا بال بیکا نہیں کر سکے گا۔

سیٹھ کو ان سے زیادہ ان کی طاقت کا احساس اور علم تھا۔اسے اپنی کمیونٹی کے ان لوگوں کے انجام کی اچھی طرح خبر تھی جنھوں نے اس تنظیم کے سامنے کھڑے ہونے کی کوشش کی اور اپنے کاروبار یا زندگی کسی ایک سے اور بعض صورتوں میں دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

قریشی نے اسے بتایا تھا کہ اس وقت شہر میں ایک بھی سیٹھ ایسا نہیں جو ان سے تعاون کے بغیر یہاں اپنا دھندہ کر رہا ہو۔اس نے سیٹھ سے کہا تھا کہ اس کی طرح اس شہر کا ہر عقل مند سرمایہ دار تنظیم سے تعاون کر رہا ہے کیونکہ ان کے پاس دوسرا کوئی راستہ ہی نہیں......

سیٹھ کو اچھی طرح اندازہ ہو گیا تھا کہ اب اس شہر میں لاء اینڈ آرڈر نام کی کوئی شے باقی نہیں رہ گئی۔

اس نے بادل نخواستہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنے رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا کہ اس کے سوا کوئی راستہ ہی باقی نہیں بچا تھا۔

❁❁❁

یعسوب کو اس بات کا علم تھا کہ یہاں اس کی ہر نقل و حرکت جو وہ آف دی ریکارڈ کرے گا،"را" کی طرف سے "موساعد" کے علم میں لائی جائے گی۔

اور......

وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو کانوں کان بھی اس بات کی خبر ہو کہ اس نے اپنے بچپن کو ابھی تک فراموش نہیں کیا۔اپنے لڑکپن کے ساتھیوں اسلم عباس اور عارفہ کو نہیں بھلایا اور آج بھی اس کے دل کسی کونے میں وہ ننھا یعسوب زندہ ہے جسے اسلم کی ماں اپنے بیٹے اسلم کی طرح پیار کیا کرتی تھی۔ جسے اسلم کی بہن عارفہ اپنے ساتھ گڈے گڑیا کے کھیل میں بالکل اسی طرح شامل کر لیا کرتی تھی جیسے وہ اپنے سگے بھائی اسلم کو......کسی بھی تہوار پر وہ اس کے بغیر کچھ کھانے پینے کا تصور نہیں کیا کرتے تھے......عید دونوں نہیں تینوں مناتے تھے......

اور......

اور......بہت کچھ۔

اسے بہت کچھ یاد آ رہا تھا۔

یعسوب کو حیرت ہوتی تھی کہ "موساعد" کا "کیٹما" ہوتے ہوئے وہ ابھی تک اندر سے اتنا کمزور ہے وہ جس کے رگ و پے میں مسلمانوں کے خلاف نفرت انجیکٹ کی گئی تھی......جس کے دل و دماغ میں اسلام دشمنی کوٹ کوٹ کر بھری گئی تھی......وہ یعسوب ابھی تک اسلم اور عارفہ کو اپنے بچپن کے ساتھیوں کو بھول نہیں پایا اور ان سے ملنے کے لئے کتنا بے قرار......

اس کی حیرانگی میں یہ سوچ کر تو مزید اضافہ ہو جاتا کہ دوران تربیت کئی امتحانوں، متعدد مرتبہ پولی گراف (جھوٹ پکڑنے والی مشین) کے عمل سے گزرنے کے باوجود وہ لوگ اس کا جھوٹ کیوں نہیں پکڑ سکے......

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شاید قدرت کو یہی منظور ہو۔

اس نے سوچا۔

شاید قدرت اس کا ملاپ اپنے بچپن کے ساتھیوں سے کروانا چاہتی ہو......

اس کی ماں نے اسے نہ بھی بتایا ہوتا کہ اس کے باپ کی قبر کہاں ہے، تو بھی اسے اپنے باپ کی قبر یاد تھی اور آج وہیں جا رہا تھا۔

اس نے جان بوجھ ''را'' کی طرف سے فراہم کردہ گاڑی اور ڈرائیور کو استعمال کرنے سے انکار کرتے ہوئے اپنے طور پر آزادانہ گھومنے پھرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس طرح وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ لوگ آخر کس حد تک اس کی نگرانی کر سکتے ہیں......!

اور......

اس شک کی تصدیق جلد ہی ہو گئی......

اپنی تربیت کی بنیاد پر اس نے اگلے پندرہ منٹ میں ہی اندازہ لگا لیا کہ اس کا مسلسل تعاقب کیا جا رہا ہے۔

یعسوب نے جان بوجھ کر ان لوگوں کو ''ڈاج'' نہ دینے کا فیصلہ کیا تھا اور اسی فیصلے پر عمل کرتے ہوئے اس نے خود کو تعاقب کرنے والوں سے مکمل بے نیاز کر لیا۔ وہ سیدھا اور کے اس پرانے کرسچین قبرستان میں گیا۔ جہاں اس کے باپ کی قبر کا کتبہ گردش زمانہ کے ہاتھوں ٹوٹ کر کئی ٹکڑوں میں قبر پر اوندھا پڑا تھا۔

قبرستان کے نگران کو اس نے فوراً اس کی مرمت اور نیا کتبہ لگانے کے لئے ایڈوانس رقم ادا کر دی جس میں اس کا انعام بھی شامل تھا اور قریباً ایک گھنٹہ گزار کر واپس آ گیا۔

یہاں سے اس نے دو تین تفریح گاہیں دیکھیں اور اپنا تعاقب کرنے والوں کو ایک لمحہ کے لئے بھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ ان کو جان گیا ہے۔

شام تک اسی طرح گھوم پھر کر وہ واپس لوٹ آیا کیونکہ شام چھ بجے کے بعد آہلووالیہ اور چوہان نے اس سے ملاقات کر کے اگلی حکمت عملی طے کرنی تھی۔

❁❁

شام کو طے شدہ وقت پر دونوں موجود تھے......

اس مرتبہ وہ ان کے ساتھ ''را'' کے جس آفس میں پہنچا تھا وہاں ایک ہال کمرے میں اسے لے جایا گیا جو پاکستان کے ایک خاص علاقے سے متعلق ایسے نقشوں سے بھرا پڑا تھا جن میں یہاں تک

جانے والی تمام سڑکیں، شاہراہیں، پگڈنڈیاں، راستوں کی آبادیاں، موسم، لوگ، حالات، غرض معمولی تفصیلات بھی درج تھیں۔

آہلووالیہ اور چوہان اسے کمرے کے جس کونے کی طرف لے گئے اسے ایک پردے کے ذریعے الگ کیا گیا تھا۔

جیسے ہی یہ پردہ ہٹا، یعسوب چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے سامنے پاکستان کے کسی ایٹمی مرکز کی مکمل ڈمی موجود تھی......

چوہان اور آہلووالیہ باری باری اس ڈمی پر مختلف جگہ چھڑی رکھ کر اس کی تفصیلات بتا رہے تھے۔ انہوں نے اس عمارت کے رہائشی علاقے کی نشاندہی کرنے کے بعد وہاں موجود رہائشی بلاکوں میں سے ایک بلاک کے کونے پر موجود ایک چھوٹے سے مکان کی نشاندہی کرتے ہوئے اسے بتایا کہ یہ ڈاکٹر شاہ کا گھر ہے۔

''کون ڈاکٹر شاہ؟''

یعسوب نے حیرانگی سے پوچھا۔ کیونکہ اس نے ابھی تک اپنی اکیڈمی میں یہ نام نہیں سنا تھا۔ اس نے کوئی اور ہی نام سنا تھا۔

تمہارا تجسس فطری ہے۔ مسٹر یعسوب پاکستانیوں کی یہ خوبی ہے کہ وہ اہم لوگوں کے نام تمہاری طرح سامنے نہیں آنے دیتے۔ پاکستان میں نیوکلیئر سائنس کے حوالے سے ایک دو نام ہی مشہور ہیں......لیکن ڈاکٹر شاہ سے متعلق ہمیں تین چار ماہ پہلے ہی علم ہوا ہے۔''

آہلووالیہ نے اسے بریفنگ دیتے ہوئے کہا۔

''ڈاکٹر شاہ اپنے میدان کا بہترین شہسوار ہے۔ چین اور یورپی ممالک کی مختلف لیبارٹریوں اور درس گاہوں سے بظاہر طالب علم کے روپ میں تعلیم حاصل کرنے والا یہ نوجوان بہت ذہین اور خداداد صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اس نے بین البراعظمی میزائل کا کامیاب تجربہ ایک دوست ملک میں کر کے دکھا دیا ہے۔ ابھی تک اس کے تیار کردہ میزائل کو پاکستانی منظر عام پر نہیں لائے...... میں نے بتایا ناں کہ وہ بہت چالاک لوگ ہیں...... مسٹر یعسوب تمہارا یہاں آنے کا ایک ہی مقصد ہے۔ تمہیں اس شخص تک رسائی حاصل کر کے اسے قتل کرنا ہے کیونکہ یہ ہمارے لئے جتنا خطرناک ہے تمہارے لیے کسی بھی طرح اس سے کم خطرناک نہیں ہے...... تمہیں قتل کرنے کی خاصی تربیت حاصل ہے۔ ہم نے اس شخص تک دو مرتبہ رسائی حاصل کی ہے لیکن یہ کمال کا محتاط اور چالاک آدمی ہے...... معمولی سے شک پر اس کے محافظ اس کا سارا پروگرام چند منٹ میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ اس کی حفاظت کرنے والے اس سے زیادہ محتاط

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور چالاک ہیں۔ ان لوگوں کے ساتھ ایک بڑا پلس پوائنٹ یہ بھی ہے کہ یہ اپنے ہیروز کی حفاظت اپنا دینی فریضہ سمجھ کر انجام دیتے ہیں ...... تمہیں اس شخص تک پہنچانے میں ہمارے دوست ضیائی اور قریشی تمہاری مدد کریں گے ...... کراچی میں مسٹر شاہ کا آبائی گھر ہے جہاں وہ کبھی کبھی اپنے گھر والوں سے ملاقات کرنے آتا ہے۔ ہمارے آدمیوں نے اس کی آمد و رفت پر مکمل نظر رکھی ہوئی ہے۔ جیسے ہی وہ کراچی آیا، تمہیں وہاں پہنچا دیا جائے گا...... ہم صرف مقامی کور (Cover) ہی دے سکتے ہیں۔ وہاں اپنے ایک دو سیف ہاؤس تمہیں دے سکتے ہیں۔ یا جو بھی ایسی مدد جو ہمارے اختیار میں ہے، فراہم کر سکتے ہیں لیکن یہ کام بہرحال تمہیں کو کرنا ہے۔"

آہلووالیہ نے اپنی بات ختم کی۔

اچانک ہی یعسوب مسکرا دیا۔

"کیا بات ہے۔"

آہلووالیہ نے بظاہر اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیتے ہوئے استفسار کیا۔

اور......

یعسوب اس کی بات ٹال گیا۔

یہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ بن کر جا گی تھی۔ اگر وہ اس کا پس منظر آہلووالیہ کو بتا دیتا تو اسے بھارت ہی میں گولی مار کر اس کی لاش کتوں کے سامنے پھینک دی جاتی......

اسے نجانے کیوں اچانک ہی پیرس والا فلسطینی یاد آ گیا۔

اس فلسطینی کو "موساعد" اس لئے قتل کرنا چاہتی تھی کہ اس پر ریموٹ بم بنانے کا شبہ تھا۔ اور "موساعد" کو یقین تھا کہ یہ شخص ہی ریموٹ بم لگاتا ہے جو آسانی سے تلاش نہیں کیا جا سکتا......

اس مسٹر شاہ کو "را" قتل کروانا چاہتی تھی کیونکہ انہیں شک تھا کہ اس شخص نے میزائل ٹیکنالوجی پر عبور حاصل کر لیا ہے۔

اس نے سوچا کیا بھارت یا اسرائیل میں ایسے ماہرین موجود نہیں جو اپنے اپنے میدان میں ان لوگوں کی طرح غیر معمولی اور خداداد صلاحیتوں کے مالک ہیں۔

کیا ان سب کو بھی قتل ہو جانا چاہئے؟

اگر کسی کی ذہانت اس کے قتل ہونے کے لئے کافی ہے تو اسرائیل کی آدھی آبادی کو قتل ہو جانا چاہئے۔

اور......

یہاں بھارت کیا کچھ نہیں تھا۔

یہاں ایسے سینکڑوں دماغ موجود تھے جو دن رات انسانی تباہی کا بھیانک ترین سامان تیار کرنے میں لگے تھے۔ یہ لوگ ایسے ایسے خطرناک میزائل تیار کر رہے تھے جن سے عالمی امن کو خطرہ پیدا ہونے لگا تھا۔

دنیا بھر کی آنکھوں میں دھول جھونک کر بھارتی حکمران اپنے سائنسدانوں کی مدد سے بھارت میں جراثیمی ہتھیار تیار کروا رہے تھے۔ ایسے ہتھیار جو چند منٹ میں لاکھوں انسانوں کو موت کی نیند سلا سکیں۔

لیکن......

اس کا علم سوائے "موساعد"، "سی آئی اے" یا دنیا کی ایک دو اور انٹیلی جنس ایجنسی کے اور کسی کو نہیں تھا۔ حیرت تھی کہ اس کی اس حرکت کا نوٹس عالمی سطح پر کہیں بھی نہیں لیا جا رہا تھا۔

اس نے آہلووالیہ کو متذبذب دیکھ کر اس کے ذہن کو خود ہی کوئی نظریئے قائم کرنے کے بجائے مطمئن کرنا ضروری سمجھا۔

"مسٹر آہلووالیہ، مجھے ہنسی اس بات پر آ رہی ہے کہ اب تک آپ جیسے ذہین اور ہوشیار لوگوں سے یہ شخص کیوں بچا ہوا ہے؟ آپ نے پنسل سکیچ کی مدد سے اس کی جو تصویر تیار کر رکھی ہے اس سے تو یہ بالکل عام سا آدمی دکھائی دیتا ہے...... پھر آخر یہ ہمارے لئے اتنا بڑا مسئلہ کیسے بن گیا۔"

اس نے کہا۔

"مسٹر یعسوب! شاید تمہیں پاکستان میں کوئی ٹاسک (Task) پہلی بار ملا ہے۔ ہمیں تمہاری قابلیت سے متعلق کوئی شک نہیں ...... میں نے خود تمہاری اکیڈمی میں دو کورس کئے ہیں۔ تمہاری تربیت کے معیار پر کوئی بحث نہیں ہو سکتی ...... مجھے علم تو نہیں لیکن اندازہ ضرور ہے کہ تم نے یورپ، امریکہ، کینیڈا، مڈل ایسٹ، سکنڈے نیویا کے ممالک میں ضرور خدمات انجام دی ہوں گی...... لیکن میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ یہاں تمہیں بہت مختلف تجربات ہوں گے...... یہ بظاہر عام سے، بے وسیلہ اور کم فہم لگتے ہیں...... لیکن وقت آنے پر لوہے کے چنے ثابت ہوتے ہیں...... میں کراچی کے بھارتی قونصلیٹ میں دو سال کام کرتا رہا ہوں۔ مجھے اس بات کا اندازہ ہے کہ انہوں نے کس طرح ہمارے ہاتھ پاؤں دکھائی نہ دینے والی رسیوں سے باندھ رکھے تھے...... ان لوگوں کو کبھی Under Estimate نہ کرنا...... کبھی بھی......!"

اس مرتبہ چوہان نے اس کی بات کا جواب دیا تھا۔

وہ بڑا سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یعسوب نے بے اختیار قہقہہ لگایا تھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ چوہان نے پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے متعلق ضرورت سے زیادہ ہی تحفظات اپنے ذہن میں بنا لیے تھے......

''شاید اب آپ انہیں Over Estimate کر رہے ہیں......''

یعسوب نے کہا۔

دونوں باتیں ہی کر رہے تھے جب اچانک ہی وہاں دھرے انٹر کام کی گھنٹی بجی۔ آہلووالیہ نے فون خود اٹینڈ کیا۔

دوسری طرف سے شاید کوئی ''ایمرجنسی پیغام'' ملا تھا ورنہ وہ لوگ اپنے اعلیٰ افسران کو یہاں ڈسٹرب ہرگز نہ کرتے۔

آہلووالیہ دوسری طرف سے ملنے والے پیغام کو سن کر گردن ہلاتا رہا پھر اس نے مسکراتے ہوئے فون رکھ دیا۔

''مسٹر یعسوب، ہمارے ایجنٹ کی اطلاع کے مطابق 26 تاریخ کو پروفیسر شاہ کے چھوٹے بھائی کی شادی ہے جہاں وہ بہرحال شرکت کرے گا۔ کراچی کے حالات تمہارے علم میں بھی یقیناً ہوں گے۔ آج 21 تاریخ ہے۔ ہم تمہیں 23 تاریخ کو ادھر لانچ کر دیں گے۔ میرے خیال سے تمہارے لیے اپنی صلاحیتیں دکھانے کا یہ بہترین موقع ہوگا۔ اس طرح تمہیں اندازہ بھی ہو جائے گا ہم انہیں Under یا Over کیا کر رہے ہیں۔''

آہلووالیہ نے فون رکھ کر اسے مخاطب کیا۔

''رائٹ۔''

یعسوب نے اثبات میں گردن ہلائی۔

تھوڑی دیر بعد وہ اسے کراچی سے متعلق دو تین فلمیں دے کر چلے گئے......!

یعسوب اپنے کمرے میں آ گیا۔

اس نے وی سی آر پر فلم لگانے کے بجائے سیٹلائٹ پر پروگرام دیکھنے شروع کر دیئے، پھر وہ ٹی وی بند کر کے چھت پر چلا گیا۔

یہاں آنے کے بعد سے اسے عجب بے کلی سی لگی ہوئی تھی۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ جائے اور اسلم سے مل کر اپنے بچپن کی یادیں تازہ کرے۔

لیکن......

ابھی وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے پاس تین دن تھے۔ ان تین دنوں اس نے آوارہ گردی کے

سوا اور کرنا بھی کیا تھا۔

شام کا اندھیرا پھیلنے پر اس نے ڈرائیور کو طلب کیا اور اس کے ساتھ گاڑی میں شہر گھومنے کی فرمائش کی۔

دوسرے ہی لمحے اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ اسے گھمانے کا فریضہ بخیر و خوبی انجام دینے کے لئے ''را'' کی ایک انسپکٹر کو طلب کیا گیا تھا۔

پندرہ منٹ بعد وہ اپنی معاون کے ساتھ گاڑی میں باہر جا رہا تھا۔ کسی بھی ہنگامی ضرورت کے لئے اسے ''را'' کی طرف سے پہلے ہی روز ایک موبائل فون دے دیا گیا تھا۔ اس فون کو اس نے شکریے کے ساتھ قبول تو کر لیا تھا۔

لیکن......

دل ہی دل میں وہ ان لوگوں کی بے وقوفی پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

کیا وہ اتنا ہی بے وقوف تھا کہ اس فون کو استعمال کرتا جس کی ہر کال بگ کرنے کا بندوبست پہلے ہی سے اس میں موجود تھا۔

اب بھی فون اس کے ساتھ تھا۔

اس فون پر اس کی معاون انویما نے اس کی پسند جان کر شہر کے ایک معروف اور نمبرون ریستوران میں دو سیٹیں فون پر ہی بک کروا دی تھیں۔ کیونکہ جیسے جیسے رات گہری ہوتی تھی یہاں آنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگتا تھا اور ڈائننگ ہال میں جگہ حاصل کرنے کے لئے خاصا انتظار کرنا پڑتا تھا۔

انویما کافی عرصے سے مہمان نوازی کے فرائض انجام دے رہی تھی لیکن ایسے روکھے مہمان سے اس کا واسطہ زندگی میں پہلی مرتبہ پڑا تھا۔ جو انویما کی طرف سے ہر طرح کی آفر کے باوجود اس کی طرف ڈھنگ سے دیکھ کر بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا اور اس کی اکثر باتوں کا جواب ہوں ہاں ہی میں دے رہا تھا۔

انویما کو اس مہمان کی اصلیت غلط بتائی گئی تھی۔ اس کا تعلق اسرائیل کی بجائے پاکستان سے ظاہر کیا گیا تھا۔ لیکن اسے شک ہو رہا تھا کہ وہ پاکستانی نہیں ہے۔ کیونکہ اسے پاکستانی مہمانوں کی میزبانی کا شرف بھی ماضی میں حاصل ہوتا رہا تھا۔

رات دیر گئے تک وہ اسے بمبئی کی سڑکوں پر گھماتی رہی اور دونوں ہوٹل میں آ گئے۔

یعسوب نے ہوٹل کے مین گیٹ سے ڈائننگ ہال تک سفر کرتے ہوئے اندازہ کر لیا تھا کہ اس کے میزبان اس کی حفاظت کے فرض سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہیں ہوئے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہاں بھی تین چار لوگ سائے کی طرح اس سے چپکے ہوئے تھے۔ الا یہ کہ اس کے ساتھ والی میز پر موجود جوڑا بھی اس کی ''محافظت'' کر رہا تھا۔

یعقوب نے اپنی پسندیدہ ڈش بڑے ذوق و شوق سے کھائی تھی اور وہ کھانے کے دوران اس کی تعریف بھی مسلسل کرتا جا رہا تھا۔

کھانے سے فراغت پر اس نے گھر جانے کا حکم دیا جہاں گیٹ کے باہر سے اس نے اپنی میزبان مس انویما سے معذرت کر لی اور اسے بتایا کہ وہ رات کے کھانے کے بعد اگر چہل قدمی نہ کرے تو اس کے لئے بڑے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بھی اس کی مجبوری ہے کہ وہ چہل قدمی بھی صبح کی سیر کی طرح اکیلے ہی کرتا ہے۔

انویما کو بادل نخواستہ اس کا حکم ماننا پڑا کیونکہ اس سے متعلق ضرورت سے زیادہ ہی خصوصی ہدایات دی گئی تھیں۔

انویما کو روانہ کر کے وہ ''سیف ہاؤس'' سے سمندر کی طرف پیدل روانہ ہو گیا اور ایک گھنٹہ تک رات کی تاریکی میں سمندر کنارے مٹر گشت کرنے کے بعد ایک بجے کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔

اگلے روز اس نے اسلم اور عارفہ سے ملنے کا عزم کر رکھا تھا۔

❁❁

صبح وہ جان بوجھ کر قدرے تاخیر سے ناشتے کی میز پر پہنچا۔ حسب سابق ایک مودب ویٹرس یہاں موجود تھی۔

یعقوب نے آج خلاف معمول اس سے مسکراتے ہوئے دو تین باتیں بمبئے کے موسم اور لوگوں کے مزاج سے متعلق کر لی تھیں اور اب وہ اپنے ہاتھ واش روم میں صاف کرنے کے بعد سامنے دھرے انٹرکام کی طرف جا رہا تھا۔

''مسٹر چوہان سے ملاؤ۔''

اس نے فون اٹھاتے ہی حکم دیا۔

''رائٹ سر۔''

ایکسچینج والے نے جواب دیا۔

اور......

دوسرے ہی لمحے چوہان لائن تھا۔

''یس مسٹر یعقوب، کیسے ہیں آپ؟''

اس نے سلسلہ ملتے ہی یعقوب کی خیریت دریافت کی۔

جواب میں نے اس بھی روٹین کے دو تین فقرے دہرائے اور آج کے پروگرام سے متعلق دریافت کیا۔

''ابھی تو کوئی خاص نہیں۔ اگر کچھ ہوا تو میں حاضر ہو جاؤں گا...... اپنی پرابلم......''

چوہان نے بڑے مودب لہجے میں دریافت کیا۔

''ٹھیک ہے آپ مجھے موبائل پر کال کر سکتے ہیں۔ آج میں ذرا آوارہ گردی کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کا شہر مجھے بہت پسند آیا۔''

اس نے چوہان سے کہا۔

اور اسے مزید کوئی بات کہنے سننے کا موقع دیئے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا۔

اب وہ اپنے کمرے میں پہنچ چکا تھا۔

یعقوب جانتا تھا اس آخری فقرے سے ان لوگوں پر کیا قیامت گزری ہو گی اور وہ اب اس کی نگرانی کے لئے کیا کیا بندوبست نہیں کریں گے۔

دل ہی دل میں وہ ان کی پریشانی سے خاصا محظوظ ہو رہا تھا۔ کمرے میں آ کر اس نے آج کے اخبارات پر ایک نظر ڈالی اور اپنے کپڑے تبدیل کرنے لگا۔

اپنی تربیت کے مطابق اس نے چونکہ عام حالات میں بھی اپنا پستول اور خنجر اپنے ساتھ رکھنا تھا، دونوں چیزیں اس کے بدن کا کچھ اس طرح حصہ بن گئی تھیں کہ ''موساعد'' کے کسی بھی ''کیٹسا'' کو ان کے بغیر اپنا جسم اور لباس نامکمل محسوس ہوتا تھا۔

موساعد اپنے ایجنٹوں کے ساتھ ضرورت پڑنے پر خود رابطہ کرتی تھی۔ یہ ان کا طے شدہ اصول تھا۔

کسی بھی ایمرجنسی کی صورت میں کسی بھی ایجنٹ کو کسی بھی حالت میں ''آفس'' سے رابطہ کی اجازت نہیں تھی۔ البتہ ''آفس'' خود اگر چاہتا تو ان سے بدترین یا بہترین حالت میں خود ہی رابطہ کر لیا کرتا تھا۔

یہ بات تمام ایجنٹ جانتے تھے کہ دنیا کے کسی بھی کونے میں کیسے بھی حالات میں وہ اپنے ''آفس'' کی نگرانی میں رہتے تھے۔

دنیا کی دوست انٹیلی جنس ایجنسیوں کے ساتھ کام کرتے ہوئے انہیں بطور خاص یہ ہدایت کی جاتی تھی کہ وہ ان اصولوں کی زیادہ سختی سے پابندی کریں۔ اور کسی بھی صورت اپنا کوئی رابطہ یا کور اس کے علم میں نہ آنے دیں۔ موساعد کی ڈکشنری میں کسی کے لئے بھی دوست لفظ نہیں تھا۔

یعقوب اور اس کے ساتھیوں کے اذہان میں یہ بات اچھی طرح اتار دی گئی تھی کہ کوئی ان کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دوست نہیں۔ انہیں اپنا کام اپنے دشمنوں کی طرح اپنے دوستوں کو بھی دھوکہ دے کر نکالنا ہے۔ کیونکہ وہ دنیا کے ذہین ترین اور بہترین لوگ ہیں۔ اس لئے کسی اور کو ان کی ضرورت ضرور رہتی ہوگی۔ انہیں کسی کی مدد کی ضرورت نہیں......

اگر انہیں کسی کی مدد کی ضرورت ہوگی تو وہ بھی اپنے اصول کے مطابق اپنے دوستوں کو بھی دھوکہ دیں گے۔ بے وقوف بنا کر اپنا اُلّو سیدھا کریں گے......

وہ لوگ دوست انٹیلی ایجنسیوں سے معلومات کا تبادلہ بھی محدود بنیادوں پر کیا کرتے تھے۔ کسی "دوست ملک" سے متعلق ملنے والی اطلاع کو وہ صرف تبادلے کی صورت میں ہی انہیں منتقل کرتے تھے۔

یکطرفہ محبت کی ٹریفک موساعد نے کبھی نہیں چلائی تھی......

سی آئی اے جیسی ایجنسی میں ان کے "سورس" موجود تھے۔ "را" کی تو بات ہی اور تھی۔

یہی وجہ تھی کہ انہیں اپنے متعلق ان ایجنسیوں میں طے پاتی ہر حکمت عملی کا بروقت علم ہو جاتا تھا جبکہ دنیا کی کوئی ایجنسی اس بات کا دعویٰ نہیں کرسکتی تھی کہ اس کی رسائی موساعد کے ہیڈ کوارٹر تک ہے۔

یعسوب کی طرح "موساعد" کے ہر "کیٹسا" کے پاس چند گھنٹوں کے نوٹس پر دنیا کی کسی بھی کرنسی میں مطلوبہ رقم پہنچ جاتی تھی۔ بصورت دیگر بھی انہیں خصوصاً امریکن ڈالر اتنے زیادہ دیئے جاتے تھے جن سے وہ کسی بھی ایمرجنسی کی صورت میں اپنا کام چلا سکتے تھے۔

گو کہ یعسوب کو جس کمرے میں ٹھہرایا گیا تھا اس میں دھرے سنگھار میز کے دراز میں خاصی بھارتی کرنسی اس کے استعمال کے لئے موجود تھی لیکن ابھی تک اسے اس کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔

آج پہلی مرتبہ اس نے اس کرنسی کو بھی استعمال میں لانے کا فیصلہ کیا تھا اور اپنے پاس موجود ڈالروں کی بڑی تعداد کو اپنے کپڑوں میں محفوظ کرلیا تھا۔

❁❁

جیسے ہی وہ کمرے سے باہر نکل کر مین گیٹ تک پہنچا، ایک ڈرائیور اور گاڑی کو اپنا منتظر پایا۔

"چلو۔"

اس نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کدھر سر......"

ڈرائیور نے پوچھا۔

"ابھی تو مجھے کچھ علم نہیں، تم ہی چلے چلو۔"

اس نے دیکھ لیا تھا کہ یہ رات والا ڈرائیور ہی ہے۔

"رائٹ سر۔"

اس نے کہا۔

شاید اسے بھی خصوصی بریفنگ کے ساتھ یعسوب سے جوڑا گیا تھا۔

ڈرائیور نے اس کی طرف دیکھنے کا تکلف بھی نہیں کیا تھا اور اپنے ذہن میں پہلے سے ایک راستہ طے کر کے اس طرف چل دیا۔

یعسوب نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کس طرف جا رہا ہے۔ اس نے ڈرائیور سے کچھ نہیں کہا، البتہ اسے گاڑی کے ٹیپ پر کیسٹ چلانے کی ہدایت کردی۔

یعسوب نے جان بوجھ کر انڈین گانے لگانے کی ہدایت کی تھی۔ اب وہ ایک معروف شاپنگ سنٹر پر پہنچ گئے تھے۔

"گاڑی ادھر لے لو......"

اس نے ڈرائیور کو ہدایت کی۔

"یس سر۔"

کہہ کر ڈرائیور نے بھابیہ شاپنگ سنٹر کے سامنے گاڑی پارک کردی۔

میں کچھ شاپنگ کرنے جا رہا ہوں۔ اگر پندرہ بیس منٹ تک آ جاؤں تو ٹھیک، ورنہ تم واپس چلے جانا، میں شام تک خود ہی پہنچ جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر وہ ڈرائیور کا جواب سنے بغیر تیزی سے شاپنگ سنٹر کی بھیڑ میں غائب ہوگیا۔ ڈرائیور اس اچانک پیش آمدہ صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں تھا۔ اسے اندازہ ہی نہ ہوسکا کہ یعسوب نے اس کے ساتھ سفر کرتے ہوئے اس امر کا یقین کرلیا تھا کہ ان کی گاڑی کے تعاقب میں اور کوئی نہیں آ رہا اور اس اطمینان کے بعد کہ اس کی نگرانی کے لئے صرف یہی کار ڈرائیور کافی سمجھا گیا ہے، اسے ڈاج کر کے یہاں سے کھسک جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

جیسے ہی وہ شاپنگ سنٹر میں داخل ہوا، ڈرائیور نے دوسرے ہی لمحے اپنے پاس موجود فون پر اس ہنگامی صورت حال سے سیف ہاؤس چیف کو آگاہ کیا تو وہ بھی سر پیٹ کر رہ گیا۔ گو کہ ان لوگوں نے بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا اور یہاں سے صرف دو کلومیٹر کی دوری پر اپنی ایک موبائل کو تیزی سے وہاں پہنچنے کی ہدایت کی تھی۔

لیکن...... یعسوب کو اب پکڑنا ان کے بس کی بات نہیں تھی......

وہ شاپنگ سنٹر کے ایک بڑے سٹور میں ایک دروازے سے گھسا اور دوسرے سے باہر نکل گیا......

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دوسری طرف سے بس سٹاپ پر کھڑی دو بسوں میں سے وہ ایک میں سوار ہو جو اس کے سوار ہوتے ہی چل دی۔

ابھی تک اسے اندازہ نہیں تھا کہ بس کہاں جا رہی ہے۔ اس نے ٹکٹ چیکر کے نزدیک آنے پر اس سٹاپ کا نام لے دیا جس کا ٹکٹ اس سے اگلے مسافر نے خریدا تھا......

پندرہ منٹ بعد اس سٹاپ پر اتر گیا۔

اس دوران اس نے بخوبی اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کا تعاقب نہیں ہو رہا ہے، یہ زیادہ رش والا علاقہ بھی نہیں تھا۔

یہ وکٹوریہ تھا......

اور......

وکٹوریہ سے آریہ نگر تک کا سفر اس نے چار مرتبہ ٹیکسیاں تبدیل کر کے کیا تھا۔

قریباً دو گھنٹے بعد وہ آریہ نگر پہنچ چکا تھا۔

یہاں کے عام نوجوانوں کی طرح اس نے بھی پتلون قمیض ہی پہن رکھی تھی۔ بیس سال پہلے کے سارے منظر زندہ ہونے لگے تھے۔ بلڈنگ اپنی جگہ موجود تھی لیکن اسے بلڈنگ کے بجائے کھنڈرات کہنا زیادہ صحیح تھا۔ تین منزلہ بلڈنگ کے پرنالے پھٹ چکے تھے اور ان میں سے پانی رس رس کر دیواروں میں راستہ بنا رہا تھا۔

بلڈنگ کے سامنے والا میدان ایک شاندار پلازہ میں تبدیل ہو چکا تھا۔ چالیس فٹ کی سڑک سمٹ کر بیس فٹ رہ گئی تھی اور آریہ بلڈنگ کے اردگرد قریباً تمام پرانی عمارتیں کئی منزلہ پلازوں میں تبدیل ہو چکی تھیں۔

یعسوب کو یہ سب دیکھ کر دکھ سا محسوس ہوا۔ نجانے اسے کیوں یہ سب کچھ مصنوعی سا لگ رہا تھا۔

ٹیکسی سے اتر کر اس نے دو تین لمبے لمبے سانس لے کر یہاں کی ہواؤں اور فضاؤں کو اپنے ماضی کے حوالے سے مکمل واقفیت کے ساتھ محسوس کرنا چاہا۔

تھوڑی دیر تک وہاں رک کر ماضی کے کھنڈرات میں چمگادڑوں کی طرح اڑتی اپنی یادوں کو سمیٹتا وہ بالآخر لمبے لمبے ڈگ بھرتا آریہ بلڈنگ کے مین گیٹ پر پہنچ گیا۔

گراؤنڈ فلور پر ہی اس کا فلیٹ تھا جس پر اب ایک زنگ آلود تالا لٹک رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی نے یہ فلیٹ خرید کر اس پر ہمیشہ کے لئے تالا لگا دیا ہو۔

کھڑکیوں کی جگہ لکڑی کے بوسیدہ تختے دکھائی دے رہے تھے۔ ساتھ والے فلیٹ کا بھی یہی حال تھا۔ البتہ سامنے والے دونوں فلیٹ ابھی آباد تھے۔

آج چونکہ اتوار تھا اسے امید تھی کہ اس وقت اسلم سے ضرور ملاقات ہو جائے گی۔ فلیٹ کی بوسیدہ حالت بتا رہی تھی کہ گزشتہ بیس سال سے اس کی تعمیر و مرمت پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہوا۔

فلیٹ کے باہر ایک بوسیدہ اور درمیان میں سے ٹوٹی ہوئی نیم پلیٹ پر ابھی تک انگریزی میں قاضی احمد عباس کا نام آسانی سے پڑھا جا سکتا تھا۔ یہ اسلم کے والد کا نام تھا۔ اس تختی پر ہی کال بیل کا بٹن لگا تھا۔ جو شاید نیا تھا کیونکہ یعسوب کے ذہن میں کسی اور طرح کے پش بٹن کا نقشہ تھا جو اس فلیٹ کے باہر ایک چھوٹے سے زیرو واٹ کے بلب کے ساتھ لگا ہوتا تھا۔ قاضی صاحب جب گھر سے باہر ہوتے تو یہ بلب بجھا رہتا اور گھر کے اندر ہوتے تو گھنٹی بجانے پر جلنے لگتا تھا۔

یعسوب کو ایک ایک تفصیل ازبر تھی۔

اس نے ملی جلی کیفیات سے پش بٹن پر ہاتھ رکھا۔ اندر گھنٹی بجنے کی آواز اسے باہر تک سنائی دی۔

"رکیے ذرا آتے ہیں......"

کسی عورت کی آواز سنائی دی۔

یعسوب نے فوراً اندازہ لگایا کہ یہ عارفہ کی آواز نہیں، ضرور اسلم کی بیوی کی آواز ہوگی۔ اسے یقین تھا کہ اسلم نے شادی کر لی ہوگی کیونکہ ان کے ہاں شادی چھوٹی عمر میں ہی ہو جاتی تھی۔ دروازہ ایک نوجوان عورت نے کھولا تھا جس نے بچہ گود میں اٹھا رکھا تھا۔

یہ اسلم کی بیوی عائشہ تھی۔ سامنے دروازے پر ایک لمبے تڑنگے اور کسرتی بدن کے نوجوان کو دیکھ کر، جس کے چہرے سے ہی اس کے وی آئی پی ہونے کی نشاندہی ہو رہی تھی، وہ پہلے تو گھبرا گئی۔ کیونکہ یہاں معاملات کچھ اور چل رہے تھے جن کا ابھی یعسوب کو علم نہیں تھا۔

"جی فرمائیے......"

اس نے بڑے مودب لہجے میں دریافت کیا۔

"اسلم گھر پر نہیں......؟"

یعسوب نے بے تکلفی سے پوچھا۔

"آپ کون ہیں؟"

خاتون نے دوبارہ اسی احترام سے پوچھا۔

"دیکھو بھابی اگر تم اسلم کی بیوی ہو تو میں تمہیں بھی بتاؤں گا کہ میں کون ہوں۔ ویسے خود پہچانیے کہ میں کون ہوں......"

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس کے جواب نے عائشہ کو گڑبڑا کر رکھ دیا۔
جس بے تکلفی سے وہ بات کر رہا تھا اس سے اسے یقین ہو جانا چاہئے تھا کہ یہ کوئی دشمن نہیں دوست ہے۔
لیکن......
وہ اس پر اعتبار کیسے کرے۔
''وہ ذرا بازار گئے ہیں سودا سلف لانے، ابھی آتے ہوں گے۔ اگر آپ......''
''قاضی صاحب ہیں گھر پر۔''
یعسوب نے اس کی بات کاٹتے ہوئے اگلا سوال کر دیا۔
قاضی صاحب یعنی ان کے والد محترم...... ''آپ کو علم نہیں انہیں تو فوت ہوئے چھ سال ہونے کو آ رہے ہیں۔''
اس نے حیرانگی سے جواب دیا۔
یعسوب کے دل کو زور سے دھچکا لگا۔ نجانے اس کے لاشعور کے کسی کونے میں ابھی تک قاضی صاحب براجمان تھے۔
''ماں جی تو ہیں ناں......''
اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔
''جی ان کی طبیعت بھی خراب ہے۔''
اب عائشہ کو یقین ہو چلا تھا کہ ضرور یہ اس کے سسرال کا کوئی پرانا ملنے والا ہے جو اب طویل مدت کے بعد ان سے ملنے آیا ہے۔ شاید کسی یورپی ملک چلا گیا ہوگا کیونکہ شکل سے بڑا امیر دکھائی دیتا تھا۔
''اگر آپ برا نہ مانیں تو میں اندر آ جاؤں۔ آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں......''
یعسوب نے اس سے کہا۔
''آ جایئے......''
عائشہ نے اب بھی جھجکتے ہوئے کہا۔
''اے بیٹی کون ہے؟''
انہیں اچانک ہی اسلم کی والدہ کی آواز سنائی دی۔
''میں ہوں ماں جی یعسوب......''
یعسوب نے اندر قدم رکھتے ہوئے کہا۔

عائشہ اس کے تعاقب میں دروازہ بند کر کے اندر آ گئی تھی۔
''یعسوب......''
چارپائی پر لیٹے لیٹے بوڑھی عورت نے دہرایا۔
اس اثناء میں یعسوب اس کی چارپائی کے نزدیک پہنچ گیا تھا اور شاید اسلم کی والدہ کو بھی اس کا نام یاد آ گیا تھا۔
اسے شاید یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی یعسوب ہے۔
چارپائی پر لیٹے لیٹے اس نے موٹے شیشوں کی عینک لگائی اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے سامنے لمبا تڑنگا یعسوب کھڑا تھا۔
''ارتم...... بیٹا......''
اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔
شاید وہ جلدی اٹھنے سے لاچار تھی۔ یعسوب نے محسوس کر لیا تھا، وہ خود ہی قدرے جھک کر ان کے نزدیک آ گیا۔
''ماں جی......''
اس نے جھکتے ہوئے کہا۔
نجانے کس جذبے سے مجبور ماں جی نے دوسرے ہی لمحے اسے اپنی کمزور بانہوں میں لے لیا۔
شاید وہ رو رہی تھی کیونکہ ان کے حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔
''بیٹا قاضی صاحب تو کبھی کے جا چکے...... مجھ بوڑھیا کو چھوڑ کر......''
یہ کہہ کر وہ باقاعدہ رونے لگیں۔
یعسوب کا دل بھر آیا۔
اسے آج احساس ہوا کہ وہ موساعد کا ''کیشا'' نہیں بلکہ وہی یعسوب ہے جو ٹونی کے نام سے اپنی زندگی کے گیارہ سال یہاں چھوڑ گیا تھا اور بیس سال تک یہودیت کی آغوش میں پلنے کے باوجود ابھی تک وہ اپنے اندر کے ٹونی کو مار نہیں سکا۔
''بہت افسوس ہوا ماں جی...... بہت افسوس ہوا۔''
اس نے الگ ہوتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
اچانک ہی دروازہ کھلا اور اسلم اندر آ گیا۔ اپنے گھر میں ایک اجنبی کو دیکھ کر وہ پہلے تو گھبرایا پھر جیسے ہی اس کی نظریں یعسوب کے چہرے پر ٹکیں، ویسے ہی اس کی ساری حسیات سمٹ کر آنکھوں میں سما گئی۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ٹونی تو......"

اس نے اپنی بانہیں پھیلا دیں اور اس کے گلے لگ کر رونے لگا۔ یعسوب کا بھی دل بھر آیا۔ اسے اپنی آنکھیں بھیگنے کا احساس ہونے لگا تھا۔ آہستگی سے اس نے اسلم کو خود سے الگ کیا اور اس کی پیٹھ تھپکا کر بیٹھنے کو کہا۔

"آج بیس سال بعد اچانک...... کیسے یاد آ گئی ہماری...... ٹونی مجھے تو یقین نہیں آ رہا...... دل نہیں مانتا کہ تو میرے سامنے موجود ہے۔ دل نہیں مانتا ٹونی...... عارفہ کہتی تھی کہ تو ضرور ایک روز آئے گا۔ ایسے ہی آ جائے گا جیسے آج آیا ہے...... لیکن میرا دل نہیں مانتا تھا تو نے تو...... تو نے تو ہمیں یاد ہی نہیں رکھا...... تو تو ہم سے جاتے سے کہہ گیا تھا کہ خط لکھوں گا...... لیکن تو نے...... تو نے......"

اسلم کی آواز جذبات سے کپکپا رہی تھی۔

یعسوب اس کے دل کی کیفیات کا اندازہ کر سکتا تھا۔ اس پر جیسے سکوت طاری ہو گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اسلم کو کیا جواب دے۔ کیسے کچھ بتائے......

"بس یار...... بس کر۔ میں ان بیس سالوں میں ایک دن بھی تمہیں نہیں بھلا پایا۔ اسلم میں بیس سال تک یہی سوچتا رہا کہ آج تمہارے پاس جاؤں کل جاؤں...... بس پہنچ گیا...... عجیب گورکھ دھندے میں پھنس گیا...... سکول، واپسی پھر سکول، رات کو پھر سکول۔ مجھے تو پڑھائی نے مار ڈالا۔ دادا جی جب تک زندہ رہے ان پر یہی جنون سوار رہا کہ مجھے بڑا آدمی بنا دیں...... وہاں امریکہ میں زندگی بہت تیز ہے۔ آدمی مشین بن جاتا ہے...... لیکن اس مشین سے دل نہیں نکالا جا سکا۔ میں سوچتا تھا کہ جلدی عارفہ اور تم سے مل لوں گا۔ دادا جب تک زندہ رہے اگلی چھٹیوں پر انڈیا لے جانے کا وعدہ کرتے رہے لیکن خود مستقل چھٹی کر گئے...... پھر ماں بیمار پڑ گئی...... وہ تم سب کو یاد کرتی تھی۔ اس کا دل بہت چاہتا تھا یہاں آنے کے لئے...... نہیں آ سکی۔ وہ بھی ایک روز مر گئی...... میں نے ملازمت کر لی۔ ایک سرکاری محکمے میں ملازم ہو گیا۔ اب ماں سے فارغ ہوا تو چلا آیا ہوں۔"

اس نے تھوڑے سے جھوٹ سے اپنی کہانی سنا دی۔

"ہائے بیٹا کیا دونوں مر گئے؟"

یہ کہہ کر بوڑھی ماں جی نے پھر رونا شروع کر دیا۔

❁❁

کافی دیر تک وہ ماضی کی یادیں تازہ کرتے رہے......

تینوں بہت جذباتی ہو رہے تھے۔ اسلم اور اس کی ماں کے تو آنسو بار بار نکل پڑتے تھے۔ عائشہ

اس کے لئے چائے بنا لائی تھی۔ گھر میں موجود کچھ چیزیں اس نے چائے کے ساتھ رکھ دی تھیں۔

اس کی گود میں کھیلتے اسلم کے بیٹے عارف کو یعسوب نے گود میں اٹھا لیا تھا۔ وہ حیرت سے اپنے اس چچا کو دیکھ رہا ہوں جو آج بیس سال بعد نجانے کہاں سے آن ٹپکا تھا۔

عارفہ کے لئے یعسوب اپنے دل میں عجیب سے جذبات محسوس کر رہا تھا۔

اسلم نے بتایا تھا کہ عارفہ کی شادی ہو چکی ہے۔ اس کی دو بیٹیاں ہیں اور وہ نزدیک ہی ایک جھونپڑی میں رہتی ہے۔ اس کی شادی اپنے ماموں کے بیٹے سے ہوئی تھی جو ایک سرکاری محکمے میں سینئر کلرک تھا اور بمشکل گھر کی دال روٹی چلا رہا تھا۔ اسلم کی زبانی اسے علم ہوا کہ آر یہ بلڈنگ فروخت ہو چکی ہے اور انہیں اگلے دو ماہ میں اسے خالی کرنا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ عدالت سے کیس ہار گئے ہیں۔ انہیں اب صرف دو ماہ کی مہلت ملی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں صرف آٹھ دس فلیٹ ہی آباد رہ گئے ہیں۔ جبکہ باقی کرایہ داروں نے نئے مالکوں سے کچھ پیسے لے کر گھر خالی کر دیئے ہیں۔

دونوں دو تین گھنٹے ماضی کی باتیں کرتے رہے۔

اسلم نے اسے عارفہ اور اپنی بیس سالوں کے ایک ایک لمحے کی کہانی سنا دی تھی۔ اسے بتایا تھا کہ قاضی صاحب ان کو بہت یاد کیا کرتے تھے۔ ان کی شدید خواہش تھی کہ تمہیں اور تمہاری ماں کو ایک مرتبہ ضرور دیکھ لیں...... اسلم نے اپنے بوسیدہ سے ٹرنک سے اسے ایک تصویر نکال کر دکھائی تھی جس میں وہ دونوں اور عارفہ موجود تھی۔ یعسوب کو یاد آ گیا کہ یہ تصویر دونوں نے عید کے روز نئے کپڑے پہن کر فٹ پاتھ پر بیٹھے ایک فوٹو گرافر سے بنوائی تھی۔ جس نے ایک ہی تصویر بنا کر دی تھی۔ اسلم تصویر اپنے گھر لے گیا تھا۔ یعسوب نے یہ تصویر اس ڈر سے اپنے دادا کو نہیں دکھائی تھی کہ مبادا وہ ناراض ہو کر اسے ڈانٹنے لگیں۔

کتنی نایاب تصویر تھی یہ......

اس کا جی تو چاہا کہ تصویر اسلم سے لے لے اور اس کی ایک کاپی بنا کر اپنے سینے میں ہمیشہ کے لئے باندھ لے......

لیکن......

وہ ایسا صرف سوچ سکتا تھا۔

چار پانچ گھنٹے کیسے گزرے......

شام کیسے ہو گئی......

اندھیرا کیسے اتر آیا......

اسے یہ کچھ علم نہ ہوسکا۔

دوپہر کا کھانا اس کی فرمائش پر ماں جی نے خود اسے بنا کر کھلایا تھا۔ آج بیس سال بعد یہ کھانا کھا کر اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے زندگی ایک دم سے بیس سال پیچھے چلی گئی ہو اور وہ پھر دس گیارہ سال کا بچہ بن گیا ہو......

❁❁

"مجھے اب چلنا ہوگا......"

یعقوب نے بالآخر ہمت کر کے کہہ ہی دیا۔ حالانکہ اس کا دل یہاں سے ساری زندگی جانے کو نہیں چاہتا تھا۔

"بیٹا...... اتنی جلدی......؟"

ماں جی نے کہا۔

"ہاں ماں جی...... میں کل پھر آؤں گا۔ عارفہ سے ملنے جاؤں گا۔ ابھی اسے نہ بتائیے گا۔ اچانک مل کر وہ خوش ہوگی۔ میں امریکہ سے ایک سرکاری وفد کے ساتھ آیا ہوں۔ وہ لوگ میرے غائب ہونے پر پریشان ہوں گے۔ اگر مجبوری نہ ہوتی تو میں کبھی یہاں سے نہ جاتا......"

یہ کہہ کر وہ عائشہ سے مخاطب ہوا۔

"بھابی میں آنے سے پہلے کافی دن سوچتا رہا کہ اپنے ساتھ کیا لے جاؤں۔ مجھے علم ہے اسلم اور عارفہ کی پسند کیا ہے؟ لیکن اب اس گھر میں اور لوگ بھی آ گئے تھے...... یہ کچھ حقیر سا نذرانہ ہے۔ اسے قبول کیجئے اور اپنی ماں جی کے لئے، عارفہ اور اسلم کے لئے اپنی اپنی مرضی کی چیزیں خرید لیجئے...... عارفہ سے میں کل خود ہی مل لوں گا......"

یہ کہہ کر اس نے اپنی جیب میں پہلے سے رکھا ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ لفافہ خاصا وزنی تھا۔

یعقوب نے یہ لفافہ تو دونوں بہن بھائی کے لئے تیار کیا تھا لیکن یہاں آ کر اور ان کے حالات دیکھ کر اسے افسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس رقم کو دس گنا کیوں نہ کر سکا۔ اب دنیا میں ان کے علاوہ اس کا اور تھا ہی کون...... اس کے پاس گزشتہ تین چار سال میں بے پناہ دولت جمع ہو چکی تھی......

ماں اور دادا کی جائیداد الگ تھی......

اس کا جی چاہا تھا کہ ان سب کی کایا پلٹ کر رکھ دے۔ ایک ہی دن میں اپنے بیس سالوں کے تعلق کا قرض چکا دے......

ناں ناں کرتے عائشہ نے لفافہ پکڑ لیا......

یعقوب نے جھک کر ماں جی سے پیار لیا۔ اسلم سے بغلگیر ہوا۔ عائشہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ ننھے یعقوب کے دونوں گال چوم کر اسے پیار کیا اور ان کو ہکا بکا چھوڑ کر جس طرح آیا تھا، اسی طرح چلا گیا۔

اس کی روانگی کے بعد گردش حالات کے شکار گھرانے کے سربراہ اسلم عباس قاضی نے لفافہ کھولا تو اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ لفافے میں تین ہزار امریکی ڈالر تھے جو بھارتی کرنسی میں ایک لاکھ روپے سے زیادہ رقم بنتی تھی......

"شاید اللہ نے اسے ہمارے لئے فرشتہ بنا کر بھیجا تھا۔"

بوڑھی ماں جی نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔

❁❁❁

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چوہان کے لئے یہ اطلاع بڑی پریشان کن تھی کہ بھابیہ سنٹر کے نزدیک اچانک ہی یعقوب غائب ہو گیا ہے۔ اس نے پہلے تو سیف ہاؤس کے چیف کو اچھی خاصی ڈانٹ پلا دی کہ اس نے صرف ایک آدمی پر ہی انحصار کیوں کیا اور اسے اکیلا جانے دیا...... کیونکہ اسے یعقوب کی حفاظت اور نگرانی کے لئے دس سمارٹ ایجنٹوں کا سکواڈ دیا گیا تھا۔

"سر میں نے تو آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے کہ اسے کہیں اپنی نگرانی کا احساس نہ ہو جائے۔"

اس نے اپنی صفائی پیش کرنی چاہی۔

"شٹ اپ...... اگر اسے کچھ ہو گیا تو یاد رکھنا تم بچ نہیں پاؤ گے۔"

یہ کہہ کر اس نے فون کریڈل پر پٹخ دیا۔

اب وہ صرف یعقوب کی لوکیشن جاننے کے لئے اسے دیئے گئے موبائل فون پر کال کر رہا تھا۔ کیونکہ کال کے ذریعے اسے علم ہو جاتا کہ وہ کس علاقے میں موجود ہے۔ اس فون میں ایسے آلات نصب تھے جو اسے استعمال کرنے والے کی لوکیشن سے بھی انہیں آگاہ رکھتے۔

فون کی گھنٹی کافی دیر تک بجتی رہی پھر اس پر ایک غیر مانوس سی آواز سنائی دی جس نے چوہان کو مزید پریشان کر دیا۔

"کون ہو تم......؟"

اس نے "ہیلو" کے جواب میں پھاڑ کھانے لہجے میں کہا۔

"سر! میں ڈیسائی ہوں۔ میں صاحب کے ساتھ ڈیوٹی پر تھا۔ وہ فون گاڑی ہی میں چھوڑ گئے ہیں۔"

یہ یعقوب کی گاڑی کے ڈرائیور کی آواز تھی۔

"رائٹ۔"

چوہان نے ٹھنڈی سانس لے کر فون بند کر دیا۔

اس نے دل ہی دل میں یعقوب کو داد دی۔ واقعی وہ "موساعد" کا "کیڈسا" تھا اور اس نے فی الوقت ان لوگوں کو اپنے تک پہنچنے کا کوئی راستہ کھلا نہیں چھوڑا تھا۔

چوہان کچھ الجھن کا شکار دکھائی دے رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر یعقوب کو کیا مصیبت ہو گئی تھی اس طرح غائب ہونے کی...... پھر اس نے سوچا کہ شاید وہ اپنی پرائیویسی میں مداخلت پسند نہ کرتا ہو......شاید!

اس نے سوچا اور مطمئن ہو کر گردن ہلا دی۔

وہ یعقوب سے اس کی دن بھر کی مصروفیات نہیں پوچھ سکتے تھے۔ کیونکہ موساعد کے کسی بھی "کیڈسا" کو جب وہ اپنی مدد کے لئے بلاتے تو اسے اپنے داماد کی طرح پروٹوکول بھی دینے کے پابند ہوتے تھے۔

وہ اس کے کسی عمل کی شکایت اس کی ایجنسی کو نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اسے ان کی کمزوری سمجھا جاتا۔

رات کا پچھلا پہر تھا جب اسے اطلاع ملی کہ یعقوب اپنے ٹھکانے پر پہنچ چکا ہے۔ تب اس نے بھگوان کا شکر ادا کیا۔

اسے ایک ہی خوف دامن گیر تھا کہ کہیں یعقوب کے ساتھ کوئی ہاتھ ہو گیا تو وہ اپنے افسروں کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہے گا۔ اسے الجھن سی ہونے لگی تھی کہ آخر اس مصیبت کو بلانے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا وہ لوگ اتنے ہی نااہل ہو گئے ہیں کہ اتنا معمولی سا کام بھی نہ کر سکیں......

اسے بتایا گیا تھا کہ یعقوب "موساعد" کی خصوصی برانچ "کائی ڈون" (Kidon) سے تعلق رکھتا ہے جس کا کام ہی دنیا کے کسی بھی خطے میں اپنے شکار کو قتل کرنا ہے اور یہ بھی کہ آج تک کوئی "کائی ڈون" ناکام نہیں ہوا۔

اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ہر "کائی ڈون" نے اپنا مشن مکمل کر لیا بلکہ دو ہی باتیں ہوتی تھیں۔ یا تو "کائی ڈون" کامیاب ہوتے تھے یا مارے جاتے تھے۔

پر ان کی روایت تھی۔

یہ روایت کب سے چلی آ رہی تھی، اس کا کسی کو علم نہیں تھا البتہ انہیں ذہنی طور پر اس بات کا قائل ضرور کر دیا جاتا تھا کہ ناکامی کا مطلب اپنی موت ہے۔ "کائی ڈون" کا نعرہ تھا۔

"اپنے ٹارگٹ کو مارو خواہ اس کے لئے خود ہی کیوں نہ مر جانا پڑے۔"

اور......

وہ ایسا ہی کرتے تھے۔

موساعد کے قیام سے آج تک صرف تین کائی ڈون ایسے تھے جنہیں ان معنوں میں ناکامی ہوئی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہ انہوں نے شکار کو مارنے کے بجائے خود موت کو گلے لگالیا۔

یعسوب کائی ڈون تھا......

وہ کچھ بھی کر سکتا تھا......

اس قوت نے انہیں پریشان کر رکھا تھا اور جلد از جلد اس سے اپنا کام نکلوا کر اسے رخصت کرنا چاہتے تھے۔

چوہان نے رات اس کے ساتھ کھانا کھایا۔

لیکن......

کیا مجال جو اس کی دن کی سرگرمی سے متعلق ایک سوال بھی کیا ہو۔ صرف اسے یہ بتایا کہ اس کا ڈرائیور یعسوب کا تین گھنٹے تک انتظار کرنے کے بعد واپس لوٹ آیا۔

"کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی۔"

اس نے اچانک ہی مسکراتے ہوئے یعسوب سے پوچھا۔

"نہیں ...... برامت مانیئے دراصل میں پابندیوں میں رہ نہیں سکتا۔ میری اس کمزوری کا میرے افسران کو علم ہے......فراغت کے ایام میں تو میں بالکل ہی پسند نہیں کرتا کہ مجھے ڈسٹرب کیا جائے۔ مسٹر چوہان! انڈیا خصوصی لوگوں کا ملک ہے اور جس سے اکیلے لطف اندوز ہونے میں جو مزہ ہے وہ کسی کے ساتھ یا کسی کی نگرانی میں ہرگز نہیں۔"

اس نے چوہان کو بظاہر مطمئن کرنا چاہا۔

اور......

چوہان کو سمجھ آ گئی کہ دراصل وہ اپنی کسی کمزوری کا ان لوگوں کو گواہ نہیں بنانا چاہتا۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ اس نے سوچا اور مطمئن ہو گیا۔

یوں بھی اسے اب یہاں دو تین دن ہی تو قیام کرنا تھا اس نے سوچا خواہ مخواہ بدمزگی پیدا نہ ہی کی جائے۔ اگر یہ گدھا اس طرح خوش رہتا ہے تو انہیں اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے افسروں کو بھی بتا تا رہے کہ وہ ان کی حفاظت میں ہے اور اس کو کھلا چھوڑ دیا جائے۔

"سالے کو جب بمبئے کے کسی جیب تراش کے ہاتھ لگے تو خود ہی عقل آ جائے گی۔"

اس نے دل ہی دل میں کہا۔

❁❁

تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد وہ چلا گیا۔ اس کی روانگی پر یعسوب نے اپنے

کمرے میں دھری فلمیں دیکھنی شروع کیں جو اسے کل دی گئی تھیں۔ گو کہ اس نے ابھی تک کراچی کا شہر نہیں دیکھا تھا لیکن یہ اس کی تربیت کا کمال تھا کہ تین فلمیں دیکھنے کے بعد اب وہ آنکھیں بند کر کے شہر کی تمام سڑکوں پر گھوم سکتا تھا۔

اس روز جب وہ آدھی رات گزرنے پر سونے کے لئے گیا تو بھی نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

یعسوب نے آج تک "آفس" کے حکم پر مڈل ایسٹ، یورپ اور دنیا کے دیگر ممالک میں درجنوں لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

وہ سب اسرائیل کے دشمن تھے۔

عظیم اسرائیل کے قیام کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والے......

لیکن......

آج نجانے کیوں پہلی مرتبہ اس کے دل میں خیال آیا کہ وہ جس شخص کو پاکستان کے شہر کراچی میں قتل کرنے جارہا ہے، کیا وہ بھی عظیم اسرائیل کا دشمن ہے؟

کیا دنیا کا کوئی بھی ایسا شخص جو اپنے ملک کی تعمیر و ترقی کے لئے سائنسی علوم میں مہارت حاصل کر لے گا، وہ واجب القتل ٹھہرے گا؟

اور یہ سلسلہ اگر چل نکلا ہے تو آخر کہاں رکے گا؟

کیا اس کے بعد پھر امریکہ کی باری نہیں آئے گی؟

کیا اسرائیل ساری دنیا کے ذہین لوگوں کو مار ڈالے گا محض اس خوف سے کہ وہ مستقبل میں کبھی اسرائیل کے لئے خطرہ ثابت نہ ہوں......

اور......اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے۔

یہ سب کچھ آخر وہ کیوں کر رہا ہے؟

اسلم عباس، اس کی ماں، اس کی بیوی اور عارفہ...... یہ سب لوگ بھی تو مسلمان ہیں۔ آخر اس کا دل ان کے لئے اتنا بے چین کیوں ہے؟

اس سے ان کا کیا رشتہ ہے؟

اس نے اسلم اور اس کی ماں کے لئے اتنا درد اور ہمدردی کیوں محسوس کی؟ وہ آج تک ان کو کیوں بھلا نہیں پایا؟

اور......

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سب سے اہم سوال کہ کیا وہ "آفس" کے حکم پر ان سب کو بھی قتل کر سکے گا؟

ساری رات وہ بے چینی سے کروٹیں بدلتا رہا۔

اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ جب سے اس نے پیرس میں اس فلسطینی کو قتل کیا تھا، اسے اپنے اندر ایک نامحسوس تبدیلی کا احساس ہونے لگا تھا۔

کیا وہ بزدل ہو گیا ہے؟

اچانک ہی اس سوال نے اسے پریشان کر دیا۔

اسے علم تھا کہ کسی بھی دوسرے ملک میں کوئی مشن انجام دینے کے بعد ان لوگوں کو "پولی گراف مشین" سے گزارا جاتا تھا۔

اگر اسے گزشتہ تین چار ماہ سے اس عمل سے نہیں گزرنا پڑا تو یہ "آفس" کا اس پر بے پناہ اعتماد تھا۔

لیکن...... ایسا ہمیشہ ممکن نہیں تھا۔

کبھی بھی کچھ بھی ممکن ہے۔ اگر کبھی اس کے لاشعور میں کلبلاتے خوف کے اس کیڑے نے اپنے پر پرزے نکال لیے۔

اگر کبھی اس کے "آفس" کو اس کا کوئی نفسیاتی ٹیسٹ کرنا جو یہاں ایک معمول کی بات تھی، وہ لوگ کسی بھی وقت اپنے کسی بھی "کیٹسا" کو اچانک کسی نفسیاتی ٹیسٹ سے گزارتے تھے تاکہ اس کے اندر ہونے والی معمولی تبدیلی سے خبردار رہ سکیں......

موساد اکیڈمی "مدراشا" میں اسے بتایا گیا تھا کہ وہاں سو فیصد سے کم کچھ نہیں، اپنی ہر بات میں ہر جاب پر مکمل اور بہترین رزلٹ دینا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ وہ انہیں ہمیشہ "طالب علم" سمجھتے تھے اور "ناقابل اعتبار"۔

یہی ان کا اصول تھا......

وہ دنیا کا ہر کام دھوکے سے فریب سے نکالتے تھے...... لیکن خود کسی سے دھوکہ نہیں کھاتے تھے۔

بظاہر ان کی کامیابی کا یہی راز تھا۔

اس رات وہ دیر گئے تک سو نہ سکا۔ اسی رات کے آخری پہر نیند آئی اور صبح سورج نکلنے کے کافی دیر بعد تک بھی وہ خلاف معمول سوتا رہا۔

ایسا اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ نجانے اسے کیوں محسوس ہو رہا تھا کہ اسلم عباس سے ملاقات کے بعد اس کے اندر ایک نامحسوس اور نامعلوم تبدیلی جنم لینے لگی ہے۔ اور شاید وہ کچھ کمزور بھی ہو گیا ہے۔

❁❁

صبح ناشتے کی میز پر اس کا کافی دیر سے انتظار ہو رہا تھا۔ اس نے دیر سے اٹھنے پر معذرت کی اور جلدی سے ناشتہ کرنے لگا۔

آج اسے عارفہ سے ملنے جانا تھا جس کے لئے اس نے اسلم کو وقت دے رکھا تھا۔ صبح کے دس بج رہے تھے جبکہ اس نے اسلم سے کہا تھا کہ وہ دس گیارہ بجے تک ضرور پہنچ جائے گا۔ گھڑی کی سوئیوں پر نظر پڑتے ہی اسے خود پر غصہ سا آنے لگا تھا۔

گزشتہ تین چار سال میں شاید پہلی مرتبہ اس سے وعدہ خلافی ہو رہی تھی ورنہ تو اب وہ وعدے کے عین مطابق وقت پر وعدہ نبھانے کا سختی سے پابند تھا۔

جلدی جلدی ناشتہ زہر مار کر کے اس نے معمول کے مطابق تیاری کی۔ اس مرتبہ اس نے کل سے زیادہ پیسے اپنے پاس رکھے اور چپ چاپ باہر نکل آیا۔

سیف ہاؤس کے مین گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے اسے سب نے دیکھا تھا لیکن یہاں کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس سے کچھ پوچھ سکتا۔

سیف ہاؤس سے چند گز کے فاصلے پر اس نے ایک ٹیکسی روکی اور اسے نزدیک منزل کا پتہ بتا دیا۔

ٹیکسی روانہ ہونے کے چند منٹ بعد ہی اس نے ایک موٹر بائیک سوار کو تعاقب کرتے دیکھ لیا تھا۔

یعسوب دل ہی دل میں چوہان کی بے وقوفی پر ہنس دیا۔ شاید اسے اب تک علم نہیں ہوا تھا کہ یعسوب کو باندھ کر رکھنا ممکن نہیں۔

اگلے ایک گھنٹے میں اس نے نگرانی کرنے والوں سے نجات حاصل کر لی اور گیارہ بجے سے کچھ دیر بعد ہی اسلم کے گھر پہنچ گیا جہاں اس کا بے چینی سے انتظار ہو رہا تھا۔

ماں جی نے اسے بے اختیار گلے لگایا۔ اسلم نے اس سے معانقہ کیا اور عائشہ نے حسب روایت اپنا سر جھکا کر اس کی دعائیں لیں۔ یعقوب کو اس نے کلی کی طرح گود میں اٹھایا اور اسے پیار کرتا رہا۔

نجانے یہاں پہنچ کر اسے کیا ہو جاتا تھا۔

"میرے خیال سے اب عارفہ کی طرف چلنا چاہئے۔"

اس نے اسلم سے کہا۔

اور...... ناں ناں کرنے کے باوجود عائشہ نے اسے زبردستی چائے کا ایک کپ پلا دیا۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ اسلم کے ساتھ عارفہ کے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ انہوں نے ایک ٹیکسی کے ذریعے آدھے گھنٹے کا سفر طے کیا اور اب وہ بمبئی کے مضافاتی علاقے کی ایک جھونپڑ پٹی کے سامنے کھڑے تھے...... ایسی "جھونپڑ پٹیاں" بمبئی میں آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہیں لیکن ابھی ان کا مکمل صفایا نہیں ہوا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسلم نے اسے راستے میں عارفہ کے خاوند اور سسرال کا مکمل تعارف کراتے ہوئے یہ بھی بتایا تھا کہ اس کا خاوند جس جھونپڑ پٹی میں رہتا ہے وہاں کی زیادہ آبادی غریب مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ لیکن یہ لوگ بڑے منظم ہیں یہی وجہ ہے کہ ابھی تک کوئی مقامی بلڈر انہیں قابو نہیں کر سکا۔

لیکن......

گزشتہ تین ماہ سے یہ جھونپڑ پٹی آر ایس ایس (ہندو انتہا پسند تنظیم) کے ایک غنڈے کے زیر عتاب آئی ہوئی ہے جو مقامی قبضہ گروپ کا سرغنہ بھی ہے اور اس نے یہ ''جھونپڑ پٹی'' خالی کروانے کے لئے بمبئے کے ایک سیٹھ سے لاکھوں روپے ایڈوانس وصول کئے ہیں۔

''میں نے تو علیم میاں سے کہا تھا کہ وہ یہاں سے نکل جائیں لیکن بے چارے جائیں کہاں...... اس کے والدین خود کرائے کے دو کمروں میں زندگی گزار رہے ہیں اور ہم اگلے ماہ تک اپنا گھر خالی کر رہے ہیں...... بہت مشکل ہے یعسوب بھائی، یہ بڑے ظالم لوگ ہیں۔ کسی بھی مذہبی بنیاد کی آڑ میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل سکتے ہیں...... میں تو سچی بات ہے، تمہیں وہاں لے جانا بھی نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہاں آج کل بڑی ٹینشن چل رہی ہے......''

بالآخر اسلم نے ہمت کر کے کہہ ہی دیا۔

''کیا مطلب؟''

یعسوب نے چونک کر دیکھا۔

''آج کل یہاں حکومت بھی آر ایس ایس کی ہے اور مقامی انتظامیہ میں انہوں نے چن چن کر اپنے مخالفین کا صفایا کروایا ہے۔ پولیس کو سختی سے ہدایت کی گئی ہے وہ مہا سبھائی غنڈوں کے ہر حکم کو مانیں ورنہ نوکری سے چھٹی کریں...... ان لوگوں نے دو تین روز پہلے ہی عارفہ کے خاوند علیم میاں اور دوسرے مسلمانوں کو بلا کر دھمکی دی تھی کہ اگر انہوں نے اگلے تین چار روز میں اپنا سامان نہ اٹھایا تو انہیں جو معمولی رقم مل رہی ہے وہ بھی نہیں ملے گی اور نہ ہی ان کے جان و مال کی ضمانت دی جا سکتی ہے...... اب مسئلہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا کیس عدالت میں چل رہا ہے۔ جب تک انہیں معقول رقم نہیں ملے گی، بے چارے کیسے یہاں سے جائیں۔''

اسلم نے کہا۔

''مطمئن رہو یار، یہاں یہ کچھ تو ہوتا ہی رہتا ہے...... کوئی عارفہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔''

یعسوب نے اپنی دانست میں اسے تسلی دی۔

❁❁

آج مقامی ہندو تہوار کی وجہ سے چھٹی تھی اور عارفہ کا خاوند بھی گھر پر ہی موجود تھا۔ شاید اسلم نے عارفہ کو پہلے سے اس کی آمد کی خبر کر رکھی تھی کیونکہ گھر کی حالت کچھ بدلی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔ عارفہ کی دونوں بچیوں نے نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور شاید وہ گھر پر ان کے لئے دوپہر کا کھانا بھی تیار کر رہے تھے۔

یعسوب کو دیکھ کر پہلے تو ایک لمحے کے لئے ٹھٹکی پھر ''بھیا'' کہہ کر اس سے لپٹ گئی۔ یعسوب کو حیرانگی اس بات پر ہو رہی تھی کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ عارفہ سے ملنے کے بعد بے اختیار اس کے گالوں پر آ جانے والے آنسوؤں نے اسے احساس دلایا کہ وہ ابھی تک اندر سے وہی ''ٹونی'' ہے۔ جس کی صبح کا آغاز ان دونوں بہن بھائیوں سے ملاقات اور شام کا اختتام بھی دونوں سے زبردستی علیحدگی پر ہوا کرتا تھا......

''موساعد'' کا ''کیٹسا'' ہونے کے باوجود ابھی تک ان مسلمانوں کے سحر سے نکل نہیں پایا تھا۔

کیا اس کی تربیت میں کوئی کمی رہ گئی ہے؟

اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔

شاید ایسا ہی ہو...... اسے اپنے سوال کا جواب بھی مل گیا۔

علیم میاں نے مہمان کی شخصیت سے تو کچھ اور ہی اندازہ لگایا تھا لیکن والہانہ انداز میں اس نے عارفہ کی دونوں بچیوں کو باری باری گود میں اٹھا کر پیار کیا اور جس طرح بے اختیار اس کی بیوی روتی ہوئی یعسوب سے لپٹی تھی، اس سے علیم میاں کو اپنے اندازے غلط ہوتے دکھائی دیئے۔

اپنی شکل ہی سے بہت امیر نظر آنے والا یہ غیر ملکی کوئی روایتی مہمان نہیں تھا...... اس کی بیوی نے اپنے بچپن اور لڑکپن کے حوالے سے اسے گزشتہ تین سال میں اس سے متعلق اتنی باتیں بتا دی تھیں کہ اب وہ علیم میاں کے لئے بھی اجنبی نہیں رہا تھا لیکن اس بات کا اندازہ اسے ہرگز نہیں تھا کہ یہ لوگ ایک دوسرے کو واقعی اتنا چاہتے ہیں۔

دوپہر کا کھانا اس نے خود ہی بنایا تھا......

عارفہ سے زیادہ کون یہ بات جانتا تھا کہ یعسوب کو کھانے میں کیا پسند ہے؟

گو کہ اب اس کے سارے ذائقے بدل چکے تھے لیکن وہ بے چاری ابھی تک ماضی کے یعسوب کو ہی اصلی یعسوب سمجھ رہی تھی۔

کھانے کے بعد پھر تینوں نے اپنے بچپن اور لڑکپن کی یادیں شروع کر دیں۔ دونوں بہن بھائیوں کی خواہش تھی کہ یعسوب انہیں بمبئے سے روانگی کے بعد کی زندگی کا احوال بتائے۔

لیکن...... وہ اس موضوع سے نجانے کیوں کنی کترا رہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے بہت مختصر بتایا تھا کہ یہاں سے روانگی کے بعد وہ لوگ امریکہ کی ایک ریاست فلوریڈا میں آباد ہو گئے۔ روانگی کے چند سال بعد دادا فوت ہو گئے۔ اور دو سال پہلے ماں بھی مر گئی۔ اس نے خود ایک سرکاری نوکری کر لی ہے اور اب ایک وفد کے ساتھ یہاں آیا ہوا ہے۔

دونوں نے محسوس کر لیا تھا کہ یعسوب اپنے قیام کے حوالے سے زیادہ بات کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اس لئے دونوں محتاط بھی ہو گئے تھے۔

شام ڈھل رہی تھی جب یعسوب نے اپنے ہاتھ میں پکڑے چھوٹے سے چرمی بیگ سے ایک بھاری لفافہ نکال کر عارفہ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"عارفہ مجھے تو یہ علم ہی نہیں کہ تمہارے کتنے بچے ہیں ورنہ کچھ اور لے آتا۔ بہر حال یہ میری طرف سے بیٹیوں کے لئے حقیر سا نذرانہ ہے۔ زندگی رہی اور کبھی پھر ملاقات ہوئی تو ضرور تم سب لوگوں کی خدمت کرتا رہوں گا۔ فی الحال یہ رکھ لو......"

عارفہ نے عجیب سی نظروں سے اپنی طرف دیکھا اور اپنے خاوند کی طرف سے آنکھوں ہی آنکھوں میں اجازت ملنے کے بعد وہ پیکٹ رکھ لیا۔

اسے علم نہیں تھا کہ اس میں بھی اتنی ہی رقم ہے جتنی وہ کل اسلم کی والدہ کو دے کر آیا تھا۔

❁❁

"مجھے اب چلنا چاہئے دیر ہو رہی ہے۔"

یعسوب نے کہا۔

"چلے جانا بھیا...... جانے اب زندگی میں کب ملاقات ہو گی؟"

عارفہ نے رندھے ہوئے گلے اور انتہائی جذباتی لہجے میں کہا۔

"ارے اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ وعدہ کیا ہے ناں کہ ضرور ملتا رہوں گا۔ بے فکر ہو، میں دادا اور اماں کی طرح اتنی جلدی مرنے والا نہیں۔"

اس نے عارفہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"اللہ نہ کرے، خدا کے لئے ایسے منحوس الفاظ منہ سے نہ نکالو۔ اچھا یہ جلوس گزر جانے پر نکلنا...... بہت بدمعاش لوگ ہیں تمہیں پریشان نہ کریں۔"

عارفہ نے جھونپڑی کی طرف آتی ڈھول تاشوں کی زوردار آوازوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

آوازیں آہستہ آہستہ بلند ہو رہی تھیں۔

زور زور سے ڈھول اور تاشے بجائے جا رہے تھے۔

ان کے ساتھ ہی ابھرتی مذہبی نعروں کی گونج نے وہاں عجیب سا ماحول پیدا کر دیا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی جنگل میں اچانک تمام جانوروں نے مل کر چیخنا چلانا شروع کر دیا ہو۔

یعسوب کی چھٹی حس نے اس نجانے کیوں چونکا دیا۔

اسے یہ کسی "دھارمک جلوس" کے بجائے قاتلوں اور غنڈوں کے کسی گروہ کی بے ہودہ چیخیں محسوس ہو رہی تھیں۔

نجانے کیوں اسے اسلم کی راستے میں بتائی باتیں یاد آنے لگیں۔

یہ آر ایس ایس کے ورکروں کا جلوس تھا جسے مذہبی جلوس تو ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ اسے یوں لگا جیسے یہ تمام لوگ اس گھر کا صفایا کرنے آ رہے ہوں اور وحشی آدم خوروں کی طرح حملہ آور ہونے سے پہلے زور زور سے چیخ چلا کر انہیں ڈرا رہے ہوں۔ وہ عجیب مخمصے میں پھنس گیا تھا۔

"مُدراشا" (موساد کی اکیڈمی) کی تربیت کہتی تھی کہ فوراً یہاں سے نکل جائے لیکن کسی نادیدہ قوت نے اسے جکڑ کر دوبارہ بید کی کرسی پر بیٹھا دیا تھا اور اسے کہہ دیا تھا کہ اگلے حکم تک یہیں بیٹھا رہے۔

آنے والی تباہی سے بے نیاز تینوں آپس میں پھر باتیں کرنے لگے۔ نجانے کیوں عارفہ کی دونوں بیٹیاں سہم کر اب اپنے ماموں اور والد کی گود میں دبک رہی تھیں۔ بالکل صحرا کے ان اونٹوں کی طرح جو طوفان کی آمد سے پہلے ہی اپنی تھوتھنیاں آسمان کی طرف اٹھا کر محفوظ پناہ گاہوں کی طرف بھاگنا شروع کر دیتے ہیں۔

آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

زہریلے نعروں میں مزید شدت آ رہی تھی......

اچانک ہی ان میں انسانوں کے چیخنے چلانے کی آوازیں شامل ہو گئیں......

"یا اللہ خیر......"

بے ساختہ عارفہ کے منہ سے نکلا۔

اس کا خاوند بانس کی سیڑھی کے ذریعے بھاگ کر اپنی ایک منزلہ جھونپڑی کی چھت پر گیا اور دوسرے ہی لمحے انہی قدموں سے نیچے اتر آیا۔

"کیا ہوا؟"

اسلم نے بے چینی سے پوچھا۔

"غنڈوں نے بستی پر حملہ کر دیا او میرے خدایا! ہمیں پہلے ہی شک تھا کہ آج ایسا ضرور ہو گا۔ کل

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کی وارننگ کا ٹائم پورا ہو گیا تھا۔ سب آر ایس ایس والے ہیں۔ حرامیوں نے دھارمک جلوس کی آڑ میں حملہ کر دیا ہے...... یہاں تو بہت قتل و غارت ہو گی...... بھائی صاحب آپ نکل جائیں۔ ہمیں تو آج مرنا ہی ہے......ایک روز ایسا ہونا ہی تھا...... یہاں ایسے ہی ہوتا ہے......ہم یہاں زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس ملک میں کوئی کمزور زندہ نہیں رہ سکتا۔"

وہ نجانے عالم وحشت میں کیا کیا کہے جا رہا تھا...... جب اچانک ہی گھر کے دروازے کے باہر گالیوں کا شور سنائی دیا۔

اس سے پہلے کہ صورتحال کسی کی سمجھ میں آئے، دو غنڈے تلواریں لہراتے اندر گھس آئے۔

"کہاں ہے سالا مُسلے کی اولاد......کہاں ہے؟"

انہوں نے عارفہ کے خاوند کو گالیاں بکنا شروع کیں اور ایک غنڈہ اسلم کی طرف بڑھا جس کے پیچھے عارفہ اور اس کی دونوں بیٹیاں نیم مردہ حالت میں کھڑی کپکپا رہی تھیں۔

شاید وہ غنڈہ اسلم پر حملہ آور ہوا۔

لیکن......

پلک جھپکتے ہی سارا منظر بدل گیا......

موت کے خوف سے سہمے کمزور اور مقہور انسان ڈھنگ سے دیکھ بھی نہ پائے کہ اپنی جگہ کھڑے یعسوب کے بدن میں حرکت پیدا ہوئی اور اس نے جانے کیا داؤ آزمایا تھا کہ وہ غنڈہ اپنی تلوار سمیت منہ کے بل زمین پر گرا اور دوبارہ اٹھ نہ سکا۔ یعسوب نے اس کے سر کے کسی مخصوص حصے پر اپنا ہاتھ آزمایا تھا......

بے ہوش غنڈے کے دوسرے ساتھی نے حیرت اور غصے سے اس کی طرف دیکھا اور گالی بکتا اس کی طرف تلوار سونت کر حملہ آور ہوا۔ اس نے اپنا ہاتھ بلند کر کے شاید پورے زور سے تلوار یعسوب کے جسم میں اتارنے کی ترکیب کی تھی۔

لیکن......

یہ الگ بات کہ اس کا ہاتھ فضا میں بلند ہی رہ گیا۔ زمین پر گرتے ہوئے یعسوب نے اس کے جسم کے نازک حصے پر پوری قوت سے شاید اپنے پاؤں سے ضرب لگائی کیونکہ حملہ آور اس طرح منہ کے بل گرا کہ اس کی تلوار والا ہاتھ اس کے جسم کے نیچے آ گیا اور اپنی تلوار سے شاید اس کو خاصی ضرب لگی تھی کیونکہ تکلیف سے تڑپتے ہوئے اس نے زمین پر لوٹنیاں لگانا شروع کر دی تھیں۔

یعسوب نے کھڑے ہو کر اس کے سر کے ایک حصے پر اپنے پاؤں سے ضرب لگائی اور اس کا بدن

جھٹکا کھا کر ڈھیلا پڑ گیا۔

تمام لوگ پھٹی پھٹی حیرت زدہ آنکھوں سے سارا تماشا دیکھ رہے تھے۔

علیم میاں کے حواس بحال تھے کیونکہ انہوں نے شاید پہلے ہی سے ہنگامی طور پر تیار کردہ ایک اٹیچی کیس ہاتھ میں پکڑ لیا تھا جس میں شاید ان کا قیمتی اثاثہ یا پھر عدالتی کاغذات محفوظ تھے۔

"آؤ نکلیں۔"

یعسوب نے عارفہ کی ایک بچی خود اٹھاتے ہوئے انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ روتی ہوئی دوسری بچی کو عارفہ نے سینے سے چمٹیا ہوا تھا اور وہ خوفزدہ ہرنی کی طرح چوکڑیاں بھرتی اس کے پیچھے دروازے سے باہر آئی تھی۔

یہاں کا منظر بڑا جان لیوا تھا......

ان کے ارد گرد قریباً تمام جھونپڑیاں آگ میں جل رہی تھیں۔ ان کے ساتھ والی جھونپڑی پر ایک غنڈہ تیل چھڑک رہا تھا جبکہ اس کے دو ساتھی سامنے والے گھر کی بوڑھی مالکن اور اس کے بیٹے کو زمین پر لٹا کر ان پر تلوار زنی کر رہے تھے۔

یہ منظر دیکھ کر عارفہ کی چیخ نکل گئی۔

❁❁

انہیں باہر نکلتے دیکھ کر تین غنڈے تلواریں لہراتے ان کی طرف بڑھے۔

یعسوب نے اپنے سینے سے چمٹی بچی اسلم کو پکڑا دی اور خود ان سے تین چار گز آگے بڑھ کر کھڑا ہو گیا۔

سب سے پہلے سب سے آگے تیزی سے بھاگ کر آنے والے غنڈے کی شامت آئی جسے داؤ لگا کر یعسوب نے زمین پر گرا دیا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری اور اسے اپنی آہنی گرفت میں لیتے ہوئے یعسوب نے تیزی سے زمین سے اٹھایا اور کسی بنڈل کی طرح اس کے تعاقب میں آتے اس کے دونوں ساتھیوں پر پھینک دیا۔

یہ حملہ ایسا اچانک اور بھرپور تھا کہ دونوں حواس باختہ ہو گئے اور ان کی تلواریں اپنے ہی ساتھی کے جسم میں اتر گئیں......

اسی اثناء میں تیل چھڑکنے والے نے ان کی جھونپڑی کا کام بھی شاید مکمل کر لیا تھا کیونکہ اس کے دوسرے ساتھی نے اپنے ہاتھ میں پکڑی جلتی ہوئی مشعل ادھر پھینکی تو بھک کی آواز سے جھونپڑی سے شعلے بلند ہونے لگے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس طرح انہوں نے اپنے اندر موجود دونوں ساتھیوں کا خود ہی "کریا کرم" بھی کر دیا تھا۔

❁❁

"راستہ کس طرف ہے؟"

یعسوب نے ان سے نمٹنے کے بعد پوچھا۔

"اس طرف......"

اسلم نے اپنے پیچھے کی سمت اشارہ کیا اور وہ ادھر بھاگنے لگے۔

شاید کسی حملہ آور کو اس نوعیت کی مزاحمت کی توقع ہی نہیں تھی کیونکہ اچانک ہی یعسوب رکا، اسے اپنی تربیت کا بہترین اصول یاد آ گیا۔

دو غنڈے اندر جل کر مر رہے تھے......

ایک غنڈہ اپنے ہی ساتھی کی تلوار سے مارا گیا تھا۔

لیکن......

دو ابھی یہ کہانی سنانے کے لئے زندہ تھے۔ جو بعد میں عارفہ اور اس کے خاوند کے لئے مسائل پیدا کر سکتے تھے۔

"ایک منٹ رکئے۔"

یہ کہہ کر یعسوب برق رفتاری سے پلٹا اور اس نے مردہ ساتھی کے بدن سے تلوار کھینچتے ایک غنڈے کو گردن سے دبوچا اور دونوں ہاتھوں سے فضا میں اچھال کر سامنے جلتی ہوئی جھونپڑی پر پھینک دیا۔ اس نے جلنے سے پہلے اس غنڈے کو بے ہوش کر دیا تھا۔ اب اس کا صرف جلا ہوا جسم ہی یہاں سے مل سکتا تھا۔

دوسرے غنڈے نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس "یمراج" (موت کا فرشتہ) کی طرف دیکھا اور خالی ہاتھوں سے حملہ آور ہوا۔

اسے بمشکل ایک منٹ کی مہلت ملی تھی......

حیرت سے گنگ عارفہ، اسلم اور علیم میاں کے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے حملہ آور کے پیٹ میں کہنی جمائی اور اس کے سر کو تربیت یافتہ کمانڈو کی طرح اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر ایسا جھٹکا دیا کہ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز وہاں تک سنائی دی تھی۔

اب یہاں ان کے علاوہ ان واقعات کا کوئی گواہ باقی نہیں رہا تھا۔

"جلد نکل چلو......جلدی......"

یہ کہہ کر اس نے حیرت کا مجسمہ بنی عارفہ سے بچی کو پکڑا اور ان کے ساتھ ساتھ بھاگتا ہوا سامنے والی سڑک عبور کر گیا۔

❁❁

اگلے پندرہ منٹ بعد وہ اٹیچی کیس اور بچیوں سمیت دو تین سڑکیں عبور کر کے محفوظ علاقے میں پہنچ چکے تھے۔

تینوں ابھی تک مہر بہ لب تھے......

تینوں میں کوئی ایسی پوزیشن میں بھی نہیں تھا کہ اپنے زندہ بچ جانے پر اس کا شکریہ ادا کر پاتا اور یعسوب بالکل نارمل تھا......

تینوں کے لئے وہ کوئی اساطیری کردار بن چکا تھا۔

"رقم محفوظ ہے ناں؟"

اس نے علیم میاں سے پوچھا۔

"ہاں جی میں نے محفوظ کر لی تھی۔"

علیم میاں نے اپنی قمیص کے نیچے محفوظ رقم کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ لوگ بالکل نارمل ہو جائیں......کسی سے ان واقعات کا ذکر نہ کیجئے۔ میری آمد کا تو ہرگز نہیں......یہ سمجھئے کہ میں وہاں تھا ہی نہیں......آپ بمشکل جان کر نکل پائے ہیں۔ وہاں کے واقعات ان حرام خوروں کو بتانے کے لئے کوئی زندہ نہیں بچا ہو گا۔ عارفہ بہن، علیم میاں، مجھے دکھ ہے، ہم اچھے حالات میں الگ نہیں ہو رہے۔ میں آپ کے لئے دعا گو ہوں......جب بھی زندگی نے مہلت دی آپ سے ضرور رابطہ قائم کروں گا......اب آپ لوگ اطمینان سے ٹیکسی میں جہاں جانا چاہتے ہیں، جائیں۔ مجھے بھی اپنے ہوٹل پہنچنا ہے کیونکہ ہمیں رات کی فلائٹ سے دہلی جانا ہے......اگر واپسی پر ممکن ہو سکا تو ضرور ملاقات ہو گی......لیکن اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجئے۔"

یہ کہہ کر اس نے پتھر کی طرح ساکت اسلم کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

اسلم بے اختیار اس سے لپٹ گیا۔

"عارفہ اور اس کی بچیوں کا خیال رکھنا......ممکن ہو تو یہاں سے فلیٹ پہنچ کر کسی دوسرے علاقے میں منتقل ہو جانا......اور عارفہ کو تو ہرگز اب وہاں نہ رہنے دینا۔ یہ بہت بدمعاش لوگ دکھائی دیتے ہیں۔ اپنے چار پانچ ساتھیوں کی موت تو انہیں پاگل کر دے گی......اس لئے زیادہ محتاط رہنا"

اس نے اپنے گلے لگے اسلم کے کان میں سرگوشی کی اور آہستہ سے الگ کر دیا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اب وہ علیم میاں سے بغلگیر ہو رہا تھا جو اپنے آسمان سے اترے اس رحمت کے فرشتے سے یوں گلے مل رہے تھے جیسے کوئی انتہائی عقیدت مند مرید اپنے پیر سے ملتا ہے۔

''اچھا عارفہ بہن...... زندہ رہے تو پھر ملیں گے۔ بچوں کا خیال رکھنا۔ انہیں اچھی تعلیم دلانا...... یہ کچھ اور پیسے رکھ لو تمہارے کام آئیں گے۔''

یہ کہہ کر اس نے اپنی جیبوں میں موجود تقریباً تمام رقم سوائے چند روپے کے نکال کر زبردستی عارفہ کو تھما دی۔

اس کی دونوں بچیوں کو باری باری گود میں اٹھا کر انہیں پیار کرنے کے بعد اس نے ان سب کو خود ایک ٹیکسی میں ان کی منزل کی طرف روانہ کیا اور خود وہاں موجود ایک کافی ہاؤس میں جا گھسا۔ یہاں سے کافی کا ایک کپ پینے کے بعد وہ باہر آیا اور اطمینان سے ایک ٹیکسی کے ذریعے نزدیکی علاقے کی طرف چل دیا۔

تین مزید ٹیکسیاں بدلنے کے بعد وہ اپنے ٹھکانے سے قریباً ڈیڑھ دو کلومیٹر پہنچ گیا تھا۔

یہاں سے ریسٹ ہاؤس کا فاصلہ اس نے پیدل ہی طے کیا تھا۔

❁❁❁

سیف ہاؤس پہنچنے تک وہ مکمل نارمل تھا...... کیا مجال جو اس کے ذہن میں دور دور تک بھی کوئی شائبہ یا کسی بھی طرح کا دھڑکا باقی رہا ہو۔ اس کا تعلق موساد کی ''کائی ڈون'' برانچ سے تھا۔ اسے انسانوں کو طرح طرح کے طریقوں سے قتل کرنے کی تربیت دی گئی تھی اور اب تک اس کے ہاتھوں درجنوں لوگ مارے گئے تھے۔

لیکن......

عجیب بات یہ تھی کہ وہ کسی کو قتل کرنے کے چند روز بعد تک عموماً مقتول سے متعلق سوچتا ضرور تھا۔ خصوصاً وہ فلسطینی نوجوان تو اسے اب تک نہیں بھولا تھا جسے وہ اپنے ہاتھوں قتل بھی نہیں کر سکا اور یہ ذمہ داری اس نے اپنے دوسرے ساتھی پر ڈال دی تھی۔ وجہ کچھ بھی رہی ہو اسے قتل کر کے اپنے باقی ساتھیوں کی طرح خوشی نہیں ہوتی تھی۔ بس وہ اس لیے قتل کرتا تھا کہ اسے ''آفس'' نے حکم دیا ہے۔

لیکن......

حیرت انگیز طور پر آج چار آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر وہ خود کو بڑا پرسکون محسوس کر رہا تھا۔

کیا یہ عارفہ، اسلم اور باقی لوگوں کے زندہ بچ جانے کی خوشی تھی یا پھر وہ چار ہندو بلوائیوں کو قتل کر کے خوش ہو رہا تھا۔

وہ ہندو جن کی مدد کرنے کے لئے اسے ''آفس'' نے یہاں بھیجا تھا۔ جن سے تعاون اس کی حکومتی پالیسی کا حصہ تھا اور جن کے ساتھ مل کر وہ اپنے مشترکہ دشمن پاکستان کے خلاف جنگ لڑنے جا رہے تھے......

اس نے اپنے ''دوستوں'' کو مار ڈالا، اور وہ خوش ہے؟

کیوں؟

آخر کیوں؟

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور......اس کیوں کا اسے کوئی جواب نہیں مل رہا تھا......

ایک پھانس سی اس کے اندر کہیں اٹک کر رہ گئی تھی۔ اس نے سوچا اگر کبھی کسی مرحلے پر ''را'' کو یہ شک ہو گیا کہ ان چار ہندوؤں کا قاتل وہ ہے......

اگر کسی مرحلے پر موساعد نے بھید جان لیا۔ اگر اسے واپسی پر کوئی شک ہونے پر ''پولی گراف'' مشین سے گزرنا پڑا تو......تو کیا ہوگا؟

وہ ان لوگوں کو کیسے مطمئن کر پائے گا؟

اس کے لئے اس بات کا تصور ہی بڑا اندوہناک تھا کہ اس کے ''آفس'' کو یہ اطلاع بھی مل جائے کہ اس نے اسلم وغیرہ سے ملاقات کی ہے یا اس کے دل و دماغ کے کسی کونے میں دنیا کے کسی بھی مسلمان کے لئے ذرہ برابر ہمدردی کے جراثیم موجود ہیں۔

ایسا شک گزرنے پر اسے پاگل خانے پہنچا دیا جاتا کیونکہ کسی موساعد کے تربیت یافتہ یہودی کے دل و دماغ میں اگر مسلمانوں کی محبت کا کیڑا کلبلانے لگے تو اس کا علاج سوائے اس کی موت اور کچھ نہیں سمجھا جاتا۔

اسے علم تھا کہ خود اسرائیل میں چند ماہ پہلے جب ایک دانشور اور قدرے ماڈرن نظریات رکھنے والے یہودی نے فلسطینیوں کے حق میں کلمہ خیر کہا اور اپنی حکومت کو صرف یہ باور کروانے کی جسارت کی تھی کہ آخر انہوں نے سارے دنیا کے سامنے بھلے دکھاوے ہی کے لئے سہی فلسطینی عوام سے کچھ وعدے کیے ہیں جنھیں پورا کرنا ان کا فرض ہے......

لیکن......اس جسارت کی قیمت اسے کیا ادا کرنا پڑی تھی......

اسے کس طرح ''کائی ڈون'' نے مار ڈالا تھا......

بڑی خاموشی سے......

اسرائیل میں نہیں......

فرانس میں......فرانس میں جہاں وہ ایک سیمینار میں شرکت کرنے گیا تھا اور اس قتل کی ذمہ داری فلسطینی انتہا پسندوں پر ڈال دی گئی تھی......

ان حالات میں اس کے دماغ میں جو فتور اٹھا ہے اس کو یہاں کون برداشت کرے گا......

لیکن......وہ کیا کرے!

اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ وہ تو ''مدراشا'' کا بڑا ذہین طالب علم شمار ہوتا تھا۔ اسے تو ہر امتحان میں صد فیصد نمبر ملا کرتے تھے اور وہ تو بڑھ چڑھ کر مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینے کے بلند بانگ

دعوے کیا کرتا تھا۔

یہ اتنا بڑا انقلاب اس کے اندر اتنی خاموشی سے کیسے برپا ہو گیا......پھر کسی نادیدہ طاقت نے اسے احساس دلایا کہ ضرور اس کے لاشعور کے کسی گوشے میں بہت عرصے سے یہ لاوا پک رہا تھا جس نے اچانک آتش فشاں کی شکل اختیار کر لی اور پھٹ پڑا۔

اسے حیرت تو اس بات پر تھی کہ چار ہندو بلوائیوں کو قتل کرنے کے بعد اس نے ایک لمحہ سوچنے کا تکلف بھی نہیں کیا تھا۔ کتنی آسانی سے اور کتنے سکون سے اس نے ان چاروں کو مار ڈالا......

بس ایک پچھتاوا کبھی کبھی اچانک سر اٹھانے لگتا کہ کہیں آر ایس ایس کو یہ شک نہ ہو جائے کہ اس قتل میں عارفہ کے شوہر کا ہاتھ ہے کیونکہ وہ ''جھونپڑ پٹی'' کو قبضہ گروپ سے بچانے والے گروپ کا سرکردہ ممبر تھا۔

لیکن......اس اکیلے پر ہی کیوں؟

اور لوگوں پر کیوں نہیں؟ آخر وہ اکیلا تو اس کمیٹی کا ممبر نہیں تھا......کیا کیا جائے؟

کہیں وہ بے چارہ بے موت نہ مارا جائے!

اس سوچ نے اچانک ہی اس کے دماغ میں جنم لیا اور اس نے فوراً ہی ایک پلان ترتیب دے لیا......

کمرے سے اس نے اپنے لئے کھانا منگوایا جو تھوڑی دیر بعد ایک ویٹرس سمیت وہاں موجود تھا۔

کھانے سے فراغت پر اس نے چوہان سے فون پر رابطہ کر کے اس کی خیریت دریافت کی اور اسے اپنی آج کی مصروفیات سے متعلق ایک کہانی بھی سنا دی۔ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ چوہان نے فی الوقت اس کے اچانک غائب ہو جانے پر کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا تھا۔

فون رکھنے کے بعد اس نے کپڑے تبدیل کیے اور ایک مرتبہ پھر اپنے سرہانے دھری تپائی پر رکھے اخبارات سے ان کے ٹیلی فون نمبر ازبر کرنے کے بعد حسب معمول رات کی سیر کے بہانے باہر آ گیا۔

❁❁

بہت چوکنا ہو کر اس نے اطراف کا جائزہ لیا اور وہاں دو ایجنٹوں کو دیکھ کر سر ہلاتا ہوا ساحل سمندر کی طرف چل دیا۔ اس مرتبہ اس نے جان بوجھ کر سمندر کے غیر آباد ساحل کے بجائے اس علاقے کا رخ کیا جہاں آمد و رفت لگی رہتی تھی۔ یہاں ایک خوبصورت سا سٹور سمندر کنارے بنا ہوا تھا جس کے ساتھ ایک کافی ہاؤس اور دو تین دکانیں بھی تھیں جن پر اکثر رش لگا رہتا تھا۔ ان دکانوں پر مصنوعی زیورات فروخت ہوتے تھے جو عموماً ہر سمندری ساحل کی دکانوں پر ہوا کرتے ہیں۔

اپنے تعاقب میں آنے والوں کو اس نے دو تین چکروں میں ہی چکرا کر رکھ دیا تھا اور وہ اس خوف

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے کہ کہیں ان کی پہچان نہ ہو جائے، دوسری طرف چلے گئے شاید دور سے ہی انہوں نے یعقوب پر نظر رکھنے کا فیصلہ زیادہ مناسب جانا تھا۔

یوں بھی انہیں یعقوب کی گفتگو نہیں سننی تھی، صرف اس کی نقل و حرکت کا جائزہ ہی لینا تھا۔ یعقوب جان بوجھ کر ایک ایسی دکان میں گھسا تھا جس میں پہلے ہی خاصا رش تھا، کیونکہ آج مقامی تہوار بھی تھا جس کی وجہ سے یہاں لوگوں کی تعداد معمول سے خاصی زیادہ دکھائی دے رہی تھی۔

حیرت کی بات یہ تھی کہ یہاں کسی کو جھونپڑ پٹی میں ہونے والی قتل و غارت گری کی خبر ہی نہیں تھی۔

شاید یہ یہاں کی معمول کی بات سمجھی جاتی تھی۔

اس دکان کے ایک کونے میں بیٹھے نجومی مرد اور عورت کے گرد ہاتھ دکھانے والوں کا تانتا لگا تھا اور باقی لوگ شوکیسوں پر جھکے مصنوعی زیورات دیکھ اور خرید رہے تھے۔

"معاف کیجئے، مجھے ایک کال کرنی ہے۔ معلوم نہیں میری مسز ابھی تک کیوں نہیں پہنچ سکی......"

اس نے اچانک ہی دکان کے منیجر کے سامنے پہنچ کر کہا، جو ابھی فون کال سن کر فارغ ہوا تھا۔

منیجر نے ایک نظر اس کے سراپے پر ڈالی، پھر اس کے ہاتھ کی طرف دیکھا جس میں پکڑا نوٹ اس نے منیجر کی طرف بڑھایا ہوا تھا تا کہ اسے کوئی مفت خورہ سمجھ کر نظر انداز نہ کر دیا جائے۔

منیجر نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ یہ کوئی موٹی مرغی ہے۔

"آیئے سر!"

اس نے فون کی طرف اشارہ کر کے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا۔ یعقوب نے اس کے ناں ناں کرنے کے باوجود دس روپے کے دو نوٹ اسے پکڑا دیئے تھے۔

"بیگم صاحبہ سرکاری آفیسر ہیں، دو تین جگہ فون کرنا پڑے گا۔"

اس نے مسکراتے ہوئے منیجر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جی آپ کی مرضی جناب......"

شاید سرکاری آفیسر کے نام پر منیجر اور زیادہ مودب ہو گیا تھا۔

یعقوب نے اطمینان سے ایک مقامی اور اشاعت کے لحاظ سے سب سے بڑے اخبار کا فون نمبر ملایا اور لائن ملنے پر نیوز ایڈیٹر سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

امریکی انداز سے انگریزی بولتے ہوئے اس نے اپنا تعارف ایک غیر ملکی اخبار کے رپورٹر کی حیثیت سے کروایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اگلے ہی لمحے نیوز ایڈیٹر لائن پر تھا۔ ورنہ تو یہ لوگ منسٹروں سے بھی سیدھے منہ بات نہیں کرتے تھے۔

"یس......"

دوسری طرف سے انتہائی مصروف ایڈیٹر نے کہا۔

"میری بات دھیان سے سنو۔ میں تمہیں کل کے اخبار کی مین سٹوری اور ہیڈ لائن دے رہا ہوں......"

یعقوب نے بالکل بدلی ہوئی آواز میں مقامی زبان میں کہا۔

"کیا مطلب، کون ہے بے تو......"

شاید نیوز ایڈیٹر کو غصہ آ گیا تھا کہ اسے دھوکہ دے کر لائن پر لایا گیا ہے۔

"میں آدم فورس کا ایریا کمانڈر بول رہا ہوں...... آج جھونپڑ پٹی پر جو حملہ ہوا تھا اس میں آر ایس ایس کے چار غنڈے ہم نے مارے ہیں اور آئندہ بھی جہاں کہیں یہ لوگ زیادتی کریں گے، ان کے ساتھ یہی کچھ ہوگا......"

اس نے اپنی بات دہرائی اور اس کے ہیلو...... ہیلو کو نظر انداز کرتے ہوئے فون بند کر دیا۔

منیجر اس دوران اپنی گاہک خواتین کی طرف متوجہ ہو چکا تھا جب اس نے پھرتی سے ایک دوسرے اخبار کے چیف رپورٹر سے اسی تعارف سے بات کرنے کی خواہش کی اور اس کے لائن پر آنے کے بعد اسی زبان اور لہجے میں وہی پیغام دہرایا۔

چار نمبر یکے بعد دیگرے ملا کر اس نے باری باری یہ پیغام متعلقہ ذمہ داروں کو نوٹ کروایا اور فون رکھ کر مسکراتا ہوا منیجر کی طرف بڑھا جو اب لڑکیوں سے فارغ ہو چکا تھا۔

"دیکھا جناب وہی، شریمتی جی اے سی کے ہاں ضروری میٹنگ میں موجود تھیں...... ارے واہ بھگوان بیوی بھی دی تو سرکاری افسر...... ہمت تیرے کی......"

اس نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

اور......

منیجر کی طرف دیکھے بغیر اس کا شکریہ ادا کر کے باہر آ گیا۔

منیجر نے اندازہ لگا لیا تھا کہ بے چارہ کسی سرکاری افسر کا مظلوم شوہر ہے۔ ایسے لوگوں سے اس کا واسطہ اکثر رہا کرتا تھا۔

کندھے اچکا کر اس کی حالت پر افسوس کا اظہار کرنے کے بعد وہ اپنے گاہکوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔

یعقوب دکان سے باہر نکلا اور بھیڑ کے بیچوں بیچ راستہ بناتا اس سٹیمر کی طرف چل دیا جس کا ٹکٹ خرید کر لوگ سمندر کی سیر کر رہے تھے۔ اس نے بھی سٹیمر کی سیر کے لئے ٹکٹ خریدا اور باقاعدہ سیر کرنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کے بعد واپس آ گیا۔

سٹیمر سے اترتے ہوئے اس نے اپنے دونوں "محافظوں" کو دیکھ لیا تھا جو اس سے نظریں چرائے کچھ فاصلے پر بظاہر لاتعلق سے ہو کر کھڑے تھے۔یعسوب مسکراتا ہوا ان کے سامنے سے گزر گیا۔

❁❁

کمرے میں پہنچ کر اس نے ٹی وی آن کیا۔

مقامی خبریں چل رہی تھیں جن میں آر ایس ایس کے کچھ لوگوں کے مرنے کی خبر تھی اور بتایا جا رہا تھا کہ کمیونسٹوں کے ایک انتہا پسند گروپ "آدم فورس" نے کچھ دیر پہلے اخبارات کو فون کر کے ان لوگوں کو قتل کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہے۔

اس خبر کے فوراً بعد کیمرہ مقامی آر ایس ایس قبضہ گروپ کے سربراہ پر گیا جس نے ناظرین کو بتانا شروع کیا کہ "آدم فورس" کی طرف سے حملے کی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد اس بات کی سب کو سمجھ آ جانی چاہئے کہ اس شہر میں ہونے والے فسادات کا ذمہ دار کون ہے؟

"اس نے کہا، یہ ہندو مسلم فسادات نہیں بلکہ کمیونسٹ دہشت گردوں کی کارروائی ہے جو کچھ عرصہ سے آر ایس ایس اور شیوسینا کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں اور ہندو مسلم فسادات کا نعرہ لگا کر اپنا الو سیدھا کر رہے ہیں۔اس نے اپنے ورکروں کو صبر اور ہمت سے حالات کا مقابلہ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا تھا کہ وہ کمیونسٹ پارٹی کے دفاتر یا کسی جگہ کو حملے یا انتقام کا نشانہ نہ بنائیں کیونکہ موجودہ سرکار ان کی سرکار ہے جو خود ہی ملزموں سے نمٹ لے گی......"

یعسوب اس کے بیان کے خاتمے پر بے اختیار ہنس دیا۔

اس نے تو اپنی دانست میں اسلم کے خاندان کے گلے سے بلا اتاری تھی جبکہ دوسری طرف معاملہ کچھ اور ہی شکل اختیار کر گیا تھا۔اس نے اندازہ لگا لیا کہ اس گدھے نے اپنے کارکنوں کو کمیونسٹ پارٹی کے دفاتر پر حملے کرنے کا اشارہ دے دیا ہے اور اب شہر میں فسادات کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔

گو کہ اس نے دونوں کے آپس میں ٹکرانے کا تصور بھی نہیں کیا تھا لیکن یہ ضرور چاہا تھا کہ یہ بلا بے چارے جھونپڑ پٹی کے مظلوم مسلمانوں کے گلے پڑنے کی بجائے کسی اور کے گلے پڑ جائے اور لے دے کر اس کو ایک یہی نام سوجھا تھا جو اس نے فون پر لیا تھا کیونکہ کل ہی کے اخبار میں اس نے کمیونسٹوں کے انتہا پسند گروپ جو خود کو "آدم سینا" کے نام سے متعارف کروا کر رہا تھا، پر ایک مضمون پڑھا تھا۔

اور......

آج اس نے ان کے کھاتے میں اپنا کارنامہ ڈال دیا تھا۔نجانے وہ اس کارنامہ کو ہضم بھی کر

پائیں گے یا نہیں......

"جاؤ جہنم میں......"

اس نے بالآخر کہا اور پلنگ پر لیٹ گیا۔

❁❁

یعسوب کی آنکھ تو جلدی لگ گئی تھی۔

لیکن......

اچانک ہی وہ ہڑبڑا کر یوں اٹھا تھا جیسے کسی نے اسے بازو سے جھٹکا دے کر اٹھایا ہو۔

وہ "موساعد" کا "کیلسا" تھا۔

خوف اسے کبھی چھو کر بھی نہیں گزرا تھا۔

اس کی انتہائی سخت اور جان لیوا تربیت نے اسے خوف نام کے لفظ ہی سے ناآشنا کر دیا تھا۔

لیکن......آج نجانے اسے کیا ہوا تھا۔ابھی تک اس کا دل معمول سے زیادہ رفتار سے دھڑک رہا تھا۔

پلنگ سے پاؤں لٹکا کر وہ بیٹھا اور خود کو نارمل کرتے ہوئے اس خواب پر غور کرنے لگا جو آج دوسری مرتبہ اسے آیا تھا۔اس سے پہلے یہی خواب اسے اسرائیل میں بھی پریشان کر چکا تھا۔

آج پھر وہی مقتول فلسطینی نوجوان سفید براق کپڑوں میں اس کے سرہانے کھڑا ہو کر اس سے خود کو قتل کئے جانے کی وجہ دریافت کر رہا تھا......

ایسا ہی اسرائیل میں ہوا تھا۔

اسی طرح اچانک آدھی رات کو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا تھا جب اس فلسطینی نے خواب میں اس کا گریبان پکڑ کر دریافت کیا تھا کہ اس نے اسے قتل کیوں کیا ہے؟

آج پھر وہ یہی سوال کر رہا تھا؟

"اف میرے خدایا......"

نجانے وہ کیسی مصیبت میں پھنس گیا تھا۔آج تک درجنوں قتل کرنے کے بعد بھی کسی نے اسے خواب میں آ کر نہیں دھمکایا تھا۔

لیکن......

یہ بلا تو اس کے گلے پڑ گئی تھی۔

"کہیں یہ اس فلسطینی کی بھٹکتی روح تو نہیں؟

اس نے اپنے آپ سے عجیب سا سوال کیا اور پھر اپنی بے وقوفی پر خود ہی مسکرا کر رہ گیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے گو کہ کبھی عام حالات میں روحوں اور بھوت پریت پر یقین نہیں کیا تھا اب ایسا کیسے ممکن تھا۔ پھر یہ سب کیا ہے؟

اس کا واہمہ......

اسے جواب ملا۔

اور...... وہ مطمئن ہو کر لیٹ گیا۔ یہ الگ بات کہ دیر تک کروٹیں بدلتا رہا۔ نجانے کون سی قوت اس سے بار بار فلسطینی مقتول کی طرف سے کئے جانے والے سوال کا جواب مانگ رہی تھی۔

وہ کیا جواب دیتا......

اس کے پاس ایسے بے ہودہ اور فضول سوالات کا جواب تھا بھی کیا؟ اس نے تو حکم کی تعمیل کرنی تھی۔ اگر "آفس" کبھی اسے اپنی ماں کو قتل کرنے کا حکم دیتا تو اسے اس کی تعمیل کرنی پڑتی......

یہ اس کا فرض تھا......

اس نے یہ سب کچھ کرنے کا حلف اٹھایا تھا اور یہ بات اسے شروع ہی میں سمجھا دی گئی تھی کہ اپنے اٹھائے ہوئے حلف کی خلاف ورزی کرنے کی سزا انہیں بہر حال بھگتنی پڑے گی......

اور...... یہ سزا کم از کم موت تھی......

ایسا ہو چکا تھا۔ انہیں ان کے انسٹرکٹر برملا بتایا کرتے تھے کہ کسی بھی ایجنٹ کی نیت میں آنے والے معمولی سے فتور پر وہ کس طرح اسے آسانی سے مار دیا کرتے تھے۔

ایسے ملزم سے صرف ایک رعایت کی جاتی تھی کہ اگر اس نے ماضی میں "آفس" کی بہت زیادہ خدمات انجام دی ہوں تو اسے اپنی مرضی کی موت منتخب کرنے کا موقع دے دیا جائے۔

اس نے دل ہی دل میں اس بات پر بھی خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ آج اسرائیل میں موجود نہیں، ورنہ اس کی معمولی سی ذہنی یا جسمانی تبدیلی بھی اس کے افسران کی گہری نظروں میں کھٹکتی تو دوسرے ہی لمحے اسے "پولی گراف ٹیسٹ" سے گزارا جاتا...... اور اس کے بعد......؟

اس سے آگے وہ کچھ سوچنے کے لائق نہیں رہا تھا۔

صبح دیر گئے اس کی آنکھ کھلی۔ آج بہت عرصے کے بعد وہ خلاف معمول دیر سے اٹھا تھا۔ گزشتہ ایک گھنٹے سے چوہان اور آہلووالیہ اس کے منتظر تھے...... انہوں نے ابھی تک اسے نیند سے اٹھانے کی ہمت نہیں کی تھی۔

❁❁

گھڑی کی سوئیوں پر نظر ڈالنے سے اسے خود پر قدرے غصہ بھی آیا کہ کیا وہ اپنے معمول سے دو

گھنٹے زیادہ سویا رہا۔

پندرہ منٹ بعد وہ ڈائننگ روم کی طرف جا رہا تھا۔ بیدار ہونے پر اس نے سب سے پہلے انٹرکام پر انچارج کو اطلاع کر دی تھی کہ وہ تھوڑی دیر بعد نیچے آ رہا ہے کیونکہ اسے علم تھا کہ اس کے دوست صبح ہی سے اس کے منتظر ہوں گے۔

اسے کل پاکستان جانا تھا......

اپنا اگلا مشن انجام دینے کے لئے اور آج ان کی اہم میٹنگ ہونی تھی۔

"بہت افسوس ہے جنٹل مین......"

اس نے کمرے میں گھستے ہی دونوں سے معذرت کی۔

اور......

تھوڑی دیر بعد تینوں ناشتہ کر رہے تھے۔

"دراصل رات دیر گئے تک میں دوبارہ وہی فلمیں دیکھتا رہا......"

اس نے نجانے کیوں جھوٹ بول دیا۔ جیسے اسے شک ہو کہ انہیں کہیں اس کے خواب کا علم تو نہیں ہو گیا۔

"اٹس آل رائٹ"

چوہان نے مطمئن ہونے کے انداز میں کہا۔

"بہت خوبصورت شہر ہے۔ میں تو درخواست کر کے یہاں کبھی اپنی چھٹیاں گزارنے ضرور آؤں گا۔"

اس نے برسبیل تذکرہ کہا۔

"مسٹر یعسوب اینی ٹائم...... یو آر ویلکم......"

آہلووالیہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی دانتوں کی نمائش کی۔

ناشتے سے فراغت پر وہ تینوں مخصوص میٹنگ روم میں چلے گئے۔ وہاں ایک بریف کیس پہلے سے موجود تھا۔

"یہ ہے آپ کا پاسپورٹ، ٹکٹ اور دوسرے شناختی کاغذات۔"

انہوں نے بریف کیس اس کی طرف بڑھا دیا۔

بریف کیس کھولنے پر اس میں سے ایک برٹش پاسپورٹ برآمد ہوا جس میں اس کا مسلمان نام حمید خان لکھا ہوا تھا۔ اس پاسپورٹ کے مطابق اس کا جنم لندن میں ہوا تھا۔ اس کے والدین پاکستان تھے اور گزشتہ تیس سال سے لندن میں قیام پذیر تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

وہ خود ایک گارمنٹس مینوفیکچرنگ کمپنی کا ڈائریکٹر تھا اور اکثر تجارتی دورے کرتا رہتا تھا۔ اب بھی وہ لندن سے بمبئے، وہاں سے کراچی اور پھر کراچی سے بمبئے اور دوبئی ہوتا ہوا واپس لندن جارہا تھا......

یہ ایک طرح سے اس کا بزنس اور تفریحی ملا جلا ٹرپ تھا۔ اسے کل ایک غیر ملکی ایئرلائن سے صبح کی پرواز پر کراچی جانا تھا۔ فرسٹ کلاس میں اس کی سیٹ ریزرو تھی اور واپسی کا سارا پروگرام بھی ٹکٹ کے حساب سے مکمل تھا......

اس کی بطور بزنس مین پوزیشن بنانے کے لئے اس بریف کیس میں اس کی بزنس دستاویزات جن میں کچھ تجارتی معاہدے اور دوسری جعلی دستاویزات شامل تھیں، بھی موجود تھیں۔

یہ بات وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کی جعلی دستاویزات گو کہ اصلی نہیں ہوسکتیں۔

لیکن...... ان کے بہت جلد پکڑے جانے کا خدشہ بھی نہیں تھا۔ کیونکہ جس کمپنی کے نام سے یہ کاغذات تیار کئے گئے اور دوسرا گورکھ دھندہ پھیلایا گیا تھا، وہ واقعی لندن میں موجود تھا۔ یقیناً وہ ''را'' کا کوئی مقامی آفس رہا ہوگا کیونکہ یہ لوگ بھی موساعد کی طرح غیر ممالک میں تجارتی فرم اور دفاتر کی آڑ میں اپنا جاسوسی کا بزنس چلایا کرتے تھے۔

بریف کیس میں مختلف کریڈٹ کارڈز اس بات کی نشاندہی کے لئے کافی تھے کہ ان کا مالک کوئی معمولی قسم کا ٹریولر نہیں......

اس کے جعلی دستخطوں والے ٹریولر چیکس شاید ان لوگوں نے موساعد کی مدد سے حاصل کئے تھے۔

موساعد کے ہر ایجنٹ کو کچھ خاص قسم کے نام اور دستخط کرنے کی باقاعدہ تربیت دی جاتی تھی۔ ان دستخطوں کے ذریعے وہ دنیا کے مختلف بینکوں اور ممالک میں اپنا کام دھندہ چلاتے تھے۔

ان دستخطوں کا کمال یہ ہوتا تھا کہ دستخط کرنے والے کے نام کے ہجے نہیں پڑھے جاتے تھے، نہ ہی اس بات کا علم ہوتا تھا کہ اس کا مذہب کیا ہے یا اس کا تعلق کس ملک سے ہے۔ چونکہ اس طرح کے خصوصی دستخط دنیا کے بڑے بڑے بزنس مین کیا کرتے تھے، اس لئے کسی کو شک بھی نہیں گزرتا تھا اور یہی سمجھا جاتا تھا کہ ایسے خاص دستخط کسی جعل سازی سے بچنے کے لئے کئے جاتے ہیں......

''ویل ڈن......''

اس نے تمام کاغذات اور دستاویزات کا باریک بینی سے مشاہدہ کرنے کے بعد انہیں داد دیتے ہوئے سب کچھ بریف کیس میں واپس رکھ لیا...... چونکہ وہ خود جعلی دستاویزات تیار کرنے کا ماہر تھا اس لئے بخوبی اندازہ لگا سکتا تھا کہ یہ اناڑی ہاتھوں کا نہیں کھلاڑی ہاتھوں کا کام ہے......

''تھینک یو......''

آہلووالیہ نے مسکراتے ہوئے داد وصول کی۔

''میں چاہوں گا کہ اپنا پستول ساتھ رکھوں۔''

اس نے اپنی خواہش ظاہر کی۔

چوہان اور آہلووالیہ ایک لمحے کے لئے کسی سوچ میں پڑ گئے۔

''ٹھیک ہے مسٹر خان...... لیکن یہ آپ کو کراچی پہنچنے پر مل سکے گا۔''

بالآخر کسی نتیجے پر پہنچنے کے بعد اس نے چوہان سے کہا۔

''تھینک یو...... اینی وے......''

اس نے چوہان کی طرف مسکراہٹ اچھالی۔

''مسٹر خان (وہ اب اسے پاسپورٹ والے نام ہی سے مخاطب کررہے تھے۔) آپ کا غائبانہ تعارف تو مسٹر قریشی، ضیائی اور مس شیریں سے ہوچکا ہے...... ان کی فلم بھی آپ نے دیکھ لی ہے...... ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرمالیں۔''

یہ کہہ کر چوہان نے سامنے دھرے وی سی آر کا بٹن دبایا اور ایک بڑی ٹی وی سکرین پر فلم چلنے لگی۔

اس فلم میں شیریں، قریشی اور ضیائی کے علاوہ سیٹھ دارووالا کو بھی مختلف تقاریب، آفس اور شہر کے مختلف مقامات پر مصروف دکھایا گیا تھا۔ پندرہ منٹ کی اس فلم میں ان کے گھر، روزانہ کے معمولات، اس کا رہن سہن اور کچھ عادات کی بخوبی نشاندہی ہوسکتی تھی......

''یہ آپ کے میزبان ہیں۔''

چوہان نے فلم کے خاتمے پر کہا۔

''آپ کو ایئرپورٹ سے مس شیریں اور مسٹر ضیائی لینے آئیں گے۔ جو آپ کے نام کا ''ہورڈنگ'' پکڑے ایگزٹ لاؤنج کے باہر آپ کے منتظر ہوں گے...... آپ کا پستول بھی وہاں پہنچنے کے تین گھنٹے بعد آپ تک پہنچ جائے گا۔

مسٹر یعسوب! ٹارگٹ آپ کے علم میں ہے...... یہ لوگ آپ کے ہر حکم کی اطاعت غلاموں کی طرح کریں گے۔''

آہلووالیہ نے مسکراتے ہوئے کافی کا گھونٹ حلق میں انڈیلا۔

''لیکن کام آپ ہی کو کرنا ہے۔''

اس نے اپنی بات مکمل کی۔

''مسٹر خان، ہمارا مطلب ہے پلاننگ آپ نے کرنی ہے۔ اپنی ہر ڈیمانڈ آپ بلاتکلف انہیں بتا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سکتے ہیں۔اس ٹیم کا کیپٹن قریشی ہے۔جس کے بعد ضیائی، پھر شیریں کا نمبر آتا ہے.....شیریں کا باس مسٹر داروو الا صرف بلیک میل ہو کر ہمارا کام کر رہا ہے۔اس امکان کو ہر وقت ذہن میں رکھئے کہ وہ کسی بھی وقت خوفزدہ ہو کر یا اپنی کسی غلطی سے یا جھنجھلاہٹ کا شکار ہو کر آپ کے لئے مسائل کھڑے کر سکتا ہے.....آپ کو اپنی پلاننگ اس امکان کو ذہن میں رکھنے کے بعد کرنا ہو گی.....باقی لوگ اپنے قابو میں ہیں۔خاص طور پر قریشی اور ضیائی پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کیا جا سکتا ہے۔"

چوہان نے اسے بریفنگ دیتے ہوئے کہا۔

تینوں کچھ دیر باتیں کرتے رہے.....پھر وہ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔

"ہم اب چلتے ہیں.....آپ سے کل ایئر پورٹ پر ملاقات ہو گی۔ویسے تو آپ مرضی کے مالک ہیں لیکن میری درخواست ہے کہ آج شہر میں اکیلے نہ جایئے کیونکہ رات سے بہت ہنگامہ ہو رہا ہے۔دو سیاسی پارٹیاں ایک دوسرے پر حملے کر رہی ہیں۔کل ایک معمولی واقعے کے بعد سے حالات کچھ خراب ہو گئے تھے۔"

آہلووالیہ نے اسے بالآخر کہہ ہی دیا۔

"اوہ.....وری سیڈ۔"

یعسوب نے افسوس کے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے اگر مجھے باہر جانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو ڈرائیور اور گارڈ کے ساتھ ہی جاؤں گا۔"

اس نے کہا۔

"او کے۔اپنا پستول دے دیجئے۔کل آپ کو کراچی میں مل جائے گا۔اس طرح واپسی پر بھی آپ قریشی کے پاس جمع کروا دیجئے اور یہاں آ کر وصول کر لیجئے۔"

چوہان نے کہا۔

"او کے۔"

یعسوب نے انہیں اپنا پستول دے دیا اور دونوں چلے گئے۔

❁❁❁

اگلے روز وہ معمول سے کچھ پہلے بیدار ہو گیا.....اب وہ اپنی ذہنی حالت پر خود پریشانی محسوس کرنے لگا تھا۔خدا جانے وہ بزدل ہو گیا تھا یا پھر کچھ اور بات تھی کہ اسے پاکستان جاتے ہوئے خوف محسوس ہو رہا تھا۔

اس نے گزشتہ دو سال میں مختلف مشن انجام دینے کے لئے متعدد مرتبہ اسرائیل کی سرحد عبور کی اور غیر قانونی طور پر شام گیا تھا۔شام سے متعلق وہ لوگ خاصے محتاط رہا کرتے تھے۔

لیکن.....خوف اسے کبھی چھو کر بھی نہیں گزرا تھا۔

اسے جو بھی مشن سونپا گیا، اسے مکمل کرنے کے بعد وہ اطمینان سے بغیر کسی کی مدد کے سرحد عبور کر کے اسرائیل واپس آ جایا کرتا تھا۔

اسے پاکستان کیوں بھیجا جا رہا تھا؟

اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔

کیا صرف پروفیسر شاہ کو قتل کرنے کے لئے، جس کا یہ گناہ ہے کہ ایک غیر ترقی یافتہ مسلمان ملک میں جنم لے کر اس نے اتنی ذہنی استعداد کیوں حاصل کر لی کہ آج ایٹمی میدان میں وہ دنیا کے بڑے بڑے مگرمچھوں کے لئے چیلنج بنا ہوا ہے؟

کیا اسرائیل کو پاکستان سے براہ راست کوئی خطرہ ہے؟

ماضی میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ پاکستان نے اسرائیل پر حملہ کر دیا ہو یا اس کی فوجیں کسی عرب ملک کی فوج کے ساتھ مل کر اسرائیل کے خلاف جنگ میں حصہ لے چکی ہوں۔

تو پھر یہ سارا گورکھ دھندا کیا ہے؟

کیا "را" کے پاس ایسا کوئی سورما نہیں جو ڈاکٹر شاہ کو قتل کر سکے؟

ان لوگوں کا اگر کراچی میں اتنا مضبوط نیٹ ورک موجود ہے تو پھر مشکل پیش آ رہی ہے؟

www.iqbalkalmati.blogspot.com

بجا کہ ''را'' اور ''موساعد'' کے مثالی تعلقات قائم ہو چکے ہیں اور اس کی اطلاع کے مطابق ''را'' عرب ممالک میں خصوصاً اسرائیل کے لئے بہت سے ''کارنامے'' انجام دے چکی ہے۔

ایران میں ''را'' ہی کی مدد سے وہ اپنا کاروبار چلا رہے ہیں۔

لیکن......

اس سب کے باوجود ڈاکٹر شاہ کا قتل کوئی ایسا مشکل کام نہیں جس کے لئے وہ ''موساعد'' کی خدمات حاصل کرتے۔

پھر ایک لہر آتی اور سوچ کے زاویے کو نیا رخ دے جاتی۔

عین ممکن ہے وہ لوگ واقعی بے بس ہوں ...... آخر پاکستان کی سکیورٹی ایجنسیوں سے متعلق تو وہ بھی کسی غلط فہمی کا شکار نہیں تھے۔

اسے یاد آ گیا۔

انٹیلی جنس کا مضمون پڑھاتے ہوئے انسٹرکٹر ریف نے اسے آئی ایس آئی کے متعلق بعض ایسی ایسی باتیں بتائی تھیں جنہوں نے ان سب کو چونکا کر رکھ دیا تھا۔

یوں تو انہیں دنیا کی ہر قابل ذکر انٹیلی جنس پر لیکچر دیئے جاتے تھے لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ سب سے زیادہ سی آئی اے اور عرب ممالک کی انٹیلی جنس ایجنسیوں سے بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ آئی ایس آئی کا مضمون پڑھایا گیا تھا۔

انسٹرکٹر ریف نے انہیں آخر دنوں میں ایک ایسی بات کہہ دی تھی جس نے آج اچانک یعسوب کے دل و دماغ کو جکڑ کر اسے بے بس کر دیا تھا۔ اس نے اپنے شاگردوں سے کہا تھا۔

''دنیا بھر کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے لوگ کوئی بھی مشن اس لئے اپنی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ انجام دیتے ہیں کہ انہیں متعلقہ ملک نے اس کی بہترین تربیت اور وسائل مہیا کئے ہوتے ہیں۔

لیکن آئی ایس آئی کا معاملہ مختلف ہے۔ ان کا بجٹ محدود اور وسائل خصوصاً ہمسایہ ملک بھارت کی ''را'' کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ تربیت کا معیار بھی نارمل ہی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن حیرت انگیز طور پر انہوں نے ''را'' کے برعکس بہترین نتائج حاصل کئے ہیں ...... اس کی صرف اور صرف ایک وجہ ہے جو انہیں دنیا کی تمام انٹیلی جنس ایجنسیوں سے منفرد اور نمایاں کرتی ہے کہ وہ لوگ کوئی کام اس لیے کرتے ہیں وہ ان کی ''کمٹمنٹ'' ہے...... یہی ان کا طرہ امتیاز بھی ہے...... یہی ان کی کامیابی کا راز ہے۔''

یوری شیرف نے انہیں کہا تھا۔

''آئی ایس آئی کو کبھی انڈر اسٹیمیٹ (Under Estimate) نہ کرنا۔ ان لوگوں نے

کٹ آؤٹ

بھارت کی سات لاکھ فوج کو گزشتہ چھ سال سے کشمیر میں پھنسا رکھا ہے...... اس سے زیادہ ان کی پروفیشنل سکل (Skill) اور کیا ہوگی...... یہ بہترین معیار ہے......'' اس کے باقی انسٹرکٹر بھی اکثر اسباق پڑھاتے ہوئے کسی نہ کسی حوالے سے آئی ایس آئی کو زیر بحث لایا کرتے تھے۔

ان کے انسٹرکٹر بطور خاص اس بات کا دھیان رکھتے تھے کہیں لاشعوری طور پر ہی وہ کوئی ایسی بات نہ کہہ جائیں جس سے ان کے شاگرد ''موساعد'' کو دنیا کی کسی بھی انٹیلی جنس ایجنسی سے کم درجہ دینے لگیں کیونکہ ان کا یہ طے شدہ فیصلہ تھا کہ دنیا کے بہترین لوگ وہ ہیں اور دنیا کی سب سے مضبوط اور اپنے میدان میں اعلیٰ ترین پیشہ وارانہ اہلیت کی حامل انٹیلی جنس ایجنسی کا نام ''موساعد'' ہے۔

انہیں ہر لیکچر کے ابتدا میں یہ بات کہی جاتی تھی کہ وہ بہترین اور ذہین ترین انسان ہیں۔ دنیا بھر میں صرف وہ ایسے لوگ ہیں جو صد فیصد سے کم کسی رزلٹ کو نہیں مانتے۔

اور......

یہ اہتمام بطور خاص کیا جاتا تھا کہ وہ دنیا کی کسی بھی انٹیلی جنس ایجنسی کو خود سے زیادہ برتر خیال نہ کریں۔

لیکن......

جس انداز سے وہ آئی ایس آئی کا تذکرہ کرتے تھے اس سے ان کے شاگرد نوٹس لیے بغیر نہیں رہتے تھے۔ اتنا تفصیلی تذکرہ تو ان کے اساتذہ نے کبھی سی آئی اے یا شام کی ملٹری سیکرٹ سروس کا بھی نہیں کیا تھا۔

❁❁

شاید یہی سچ ہو۔ شاید ''را'' واقعی پروفیسر شاہ کو نہ مار سکتی ہو۔ کیونکہ وہ ''کائی ڈون'' ہے اسے دنیا کے کسی بھی کونے میں کسی بھی شکار کو مارنے کی بہترین تربیت حاصل ہے۔ شاید اسی لئے اسے میدان میں اتارا گیا ہے۔

لیکن......

کیا اس مرتبہ وہ صد فیصد رزلٹ دے سکے گا؟

اچانک ہی اس پریشان کن سوال نے اسے لرزا کر رکھ دیا۔ اسے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ کا احساس ہوا۔

کسی بھی انسان کو دنیا کے کسی بھی ملک میں قتل کرنا اس کے لئے کھیل تماشے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا...... لیکن، یہاں شاید ایسا نہ ہو...... کسی نادیدہ طاقت نے اس کے کانوں میں سرگوشی کی......

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جہاز فضا میں اپنی مخصوص بلندی پر پہنچ چکا تھا اور ''فلائیٹ پرسر'' مسافروں کو سیفٹی بیلٹ کھولنے کی اجازت دے رہی تھی۔

مخصوص نشستوں پر سموکنگ سائن جلنے لگے تھے۔

فرسٹ کلاس کا مسافر ہونے کے ناطے یوں تو بمبئے سے جہاز میں سوار ہوتے ہی اس کی خاطر مدارات شروع ہو گئی تھی...... لیکن اب بطور خاص اس پر توجہ دی جارہی تھی۔

اب بھی ایک ایئر ہوسٹس پلیٹ میں گرم پانی کے چھوٹے چھوٹے رول نما تولیہ اور ہاتھ میں سٹیل کا چھوٹا سا چمچہ لیے اس کے دائیں ہاتھ کھڑی تھی۔

یعسوب نے شاید پریشان خیالی سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک رول نما تولیہ رکھ لیا تھا۔

دو تین مرتبہ تولیے کو ہوا میں لہرا کر اس کی بھاپ اڑانے کے بعد اس نے اپنے منہ اور ہاتھوں پر تولیہ پھیرنے کے بعد واپس اسی پلیٹ میں رکھ دیا۔ ایک دوسری ہوسٹس نے اس کے سامنے دھری طشتری کے ایک کونے میں رکھے پلاسٹک کے کپ میں کافی انڈیل دی تھی۔

بے خیالی میں شاید اس نے ضرورت سے زیادہ گرم کافی کے کپ کو منہ سے لگایا تھا جس سے اسے ہونٹ جلنے کا احساس ہوا تو وہ چونکا......

ابھی تک عجیب و غریب ڈگر پر سوچوں نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ ابھی تک پیرس والا مقتول فلسطینی اس کے دماغ پر سوار تھا۔

ابھی تک اسے عارفہ کی یہ بات ہچکولے دے رہی تھی جب اس نے جھونپڑ پٹی سے فرار ہونے کے بعد یعسوب سے کہا تھا کہ آخر ان کا گناہ کیا ہے؟ کیا صرف یہ کہ وہ مسلمان ہیں؟ اگر کوئی مسلمان اپنا مذہب تبدیل کر لے تو کیا وہ راتوں رات دنیا کا بہترین انسان بن جاتا ہے ورنہ وہ صرف اس لیے واجب القتل ہے کہ وہ مسلمان ہے؟

یہی سوال اس سے فلسطینی نے کیا تھا۔

وہ بار بار ایک ہی سوال کرتا تھا۔

تم مجھے کیوں مار دینا چاہتے ہو......؟ تم ہمیں کیوں مارتے ہو؟ کیا ہمیں تمہاری طرح آزاد انسانوں کی طرح زندہ رہنے کا حق نہیں؟

کیا تمہارا مذہب تمہیں یہ سکھاتا ہے کہ اپنے علاوہ دنیا کے ہر مذہب کے پیروکار کو مار ڈالو......

اگر ایسی بات ہے تو تم عیسائیوں اور ہندوؤں کو قتل کیوں نہیں کرتے؟ آخر تم ہمیں ہی کیوں مار دینا چاہتے ہو؟

اور......

اب اچانک اس کے ضمیر نے اس سے پوچھ لیا تھا کہ وہ پروفیسر شاہ کو کیوں قتل کرنا چاہتا ہے؟

پھر سوچ نے پلٹا کھایا......

کیا ''را'' ایک تیر سے دو شکار نہیں کر رہی......

کیا ایسا ممکن نہیں کہ وہ اس کے ہاتھوں یہ ''کارنامہ'' انجام دلانے کے بعد خود ہی ایسے حالات پیدا کریں کہ پاکستان کی کاؤنٹر انٹیلی جنس کو ثبوت مل جائے کہ پروفیسر شاہ کو ''موساعد'' نے قتل کروایا ہے...... اس طرح وہ ان کو آپس میں ٹکرا کر اپنا الو سیدھا کر لیں۔

اس طرح براہ راست وہ لوگ موساعد کے سامنے آ جائیں۔ ایک نیا محاذ کھل جائے اور ان کا دشمن مزید الجھ جائے۔

''جہنم میں جائے سب کچھ......''

اس نے دل ہی دل میں کہا اور اپنے سامنے والی سیٹ کے پشت پر لگے تھیلے سے مختلف میگزین نکال کر ان کی ورق گردانی کرنے لگا۔

''خواتین و حضرات، ہم تھوڑی دیر بعد کراچی کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر اترنے والے ہیں۔ یہاں درجہ حرارت......''

اور اس اعلان نے اسے چونکا دیا...... اور اپنی سیٹ بیلٹ باندھنے کے بعد وہ سیدھا اور مستعد ہو کر بیٹھ گیا۔

اس کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔

جہاز نے شاید چکر کاٹا تھا جس کے بعد اس کی اونچائی کم ہونے لگی اور اب وہ بادلوں کی چادر سے نکل کر براہ راست سورج کی شعاؤں کی زد میں تھا۔

یعسوب نے کھڑکی سے باہر جھانکا، چھوٹے چھوٹے مکانات اور عمارتیں آہستہ آہستہ نمایاں ہونے لگی تھیں۔

جہاز کے پہیے کھل گئے تھے...... آہستہ آہستہ زمین نزدیک آ رہی تھی۔ اعلان کے بمشکل دس منٹ بعد ہی اس نے بالآخر کراچی ایئرپورٹ کے رن وے کو چھو لیا اور تھوڑی دیر بعد وہ اپنا بریف کیس اٹھائے دوسرے مسافروں کی تقلید میں جہاز سے باہر آ رہا تھا۔

❁❁

اس کی شخصیت تھی یا پھر یہاں موجود عملے کا احساس کمتری کہ وہ جس کاؤنٹر پر گیا اس کے پاسپورٹ پر

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد وہاں موجود اہلکار نے "سر" کہہ کر اس پر مہر لگا کر آگے بڑھا دیا۔

جہاز کے پیٹ سے برآمد ہونے والے سامان میں سے اپنا بیگ اس نے خود نہیں اٹھایا تھا۔ یہ کام اس قلی نے کیا تھا جو اس کے بیگج لاؤنج میں گھستے ہی لوہے کی ریڑھی گھسیٹتا اس کے سامنے سوالی بن کر آن کھڑا ہوا تھا۔

"ایک بیگ ہے نیلے رنگ کا۔"

اس نے اپنا بیگج ٹیگ قلی کی طرف بڑھا دیا جس نے دوسروں کی طرح دھکے مارتے ہوئے جگہ بنا کر بالکل وہاں سے بیگ اٹھا لیا جہاں سے سامان ایک سرنگ سے نکل کر بلیٹ پر گر رہا تھا۔

"یہی ہے سر؟"

اس نے اپنے کارنامے کی داد وصول کرنے کے لئے ایک طرف اطمینان سے کھڑے یعسوب کے پاس پہنچ کر کہا۔

"اوہ یس۔"

یعسوب نے بے نیازی دکھاتے ہوئے کہا۔

"آیئے سر......"

قلی نے کہا۔

اور......

وہ یعسوب کو گرین چینل سے باہر لے آیا۔

یعسوب حیران تھا کہ کسی نے اس کے بیگ کی طرف دیکھنے کا تکلف بھی نہیں کیا تھا۔ شاید وہ لوگ اس کی شخصیت سے کچھ زیادہ ہی متاثر دکھائی دے رہے تھے۔ اسے اس بات پر کوئی حیرانگی نہیں تھی کہ اس نے جعلی دستاویزات پر کامیاب سفر کیا ہے۔ کیونکہ وہ ایسا پہلی مرتبہ نہیں کر رہا تھا۔ البتہ وہ یہ دیکھ کر قدرے پریشان ہو گیا تھا کہ یہاں کسی مرحلے پر اسے شک کی نظر سے نہیں دیکھا گیا نہ ہی کسی بھی ذمہ دار نے اس نقطہ نظر سے اس کے پاسپورٹ کا جائزہ لیا ہے کہ وہ جعلی بھی ہو سکتا ہے۔

"سٹرینج (Strange)"

اس نے زیر لب بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

اور...... قلی کی معیت میں باہر آ گیا۔

گیٹ سے باہر ایک طوفان بدتمیزی برپا تھا۔ کچھ لوگ مختلف ناموں کے ہورڈنگ پکڑے کھڑے تھے......

ایک خوبصورت خاتون نے اس کے نام کا کارڈ اٹھا رکھا تھا۔ یعسوب نے اس کے نزدیک پہنچ کر اسے مخصوص اشارہ کیا اور دوسرے ہی لمحے وہ "ہیلو مسٹر خان" کا نعرہ لگا کر اس سے بغلگیر ہو گئی۔

یہ سب اسے بوکھلا دینے کے لئے کافی تھا۔ لیکن وہ سنبھل گیا شاید وہ خود کو بہت بے تکلف ظاہر کرنے کے لئے ایسا کر رہی ہو......

"ہیلو سر...... آئی ایم ضیائی......"

خاتون کے پیچھے کھڑے ضیائی نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے اس سے گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔

یعسوب نے دونوں کو بخوبی پہچان لیا۔ دونوں کی فلمیں اور تصاویر اسے بار بار دکھائی گئیں تھیں۔

"اس طرف آیئے سر۔"

شیریں نے قلی سے بیگ ریڑھی سمیت وصول کر کے اس کی طرف ایک بڑا نوٹ بڑھا دیا تھا۔

"تھینک یو مس۔"

کہہ کر قلی واپس لوٹ گیا۔

"میرا نام شیریں ہے مسٹر خان۔"

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔"

یعسوب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اس نے احتیاطاً اپنی آنکھوں پر "رے بین" کی عینک سجائی تھی جس سے اس کی پرسنلٹی کو اور بھی چار چاند لگ گئے تھے۔

ریڑھی دھکیلتی وہ یعسوب کے ساتھ ہی سڑک کے ملحقہ فٹ پاتھ پر کھڑی ہو گئی۔ دونوں ضیائی کے منتظر تھے جو پارکنگ سے گاڑی لے کر اس طرف آ رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد گاڑی وہاں پہنچ گئی۔

ضیائی نے اندر ہی سے کوئی بٹن دبا کر ڈگی کھولی اور شیریں نے اس کا بیگ ڈگی میں رکھ کر ڈگی بند کر دی۔

دونوں اب پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے تھے۔

ضیائی گاڑی چلاتا ہوا کراچی کے ایک ماڈرن اور خاصے مہنگے علاقے کی طرف جا رہا تھا۔ بالآخر اس نے گاڑی ایک بنگلے کے سامنے روک دی۔

گاڑی پر شاید کسی کی پہلے سے نظر تھی، کیونکہ جیسے ہی گیٹ کے سامنے رکے، دروازہ کھل گیا۔ یہ اندر آنے کا اشارہ تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ضیائی نے گاڑی آگے بڑھادی اور گیٹ دوبارہ بند ہو گیا۔ مین گیٹ کے اندر ایک کونے میں موجود لکڑی کے ڈربے سے باہر کھڑے پٹھان چوکیدار نے ہاتھ اٹھا کر انہیں تعظیم دی تھی۔

یعسوب بنگلے کے اندر کا منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ایسے شاندار بنگلے اس نے دنیا میں کم ہی دیکھے تھے۔ یہاں ایسے بنگلے قطار اندر قطار موجود تھے اور وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ کس گدھے نے پاکستان کو غریب ملک کہا ہے۔ بظاہر تو یہ دنیا کا امیر ترین ملک دکھائی دے رہا تھا۔

پورچ میں گاڑی رک گئی۔

ضیائی اپنا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور اس نے پچھلا دروازہ کھول دیا جس سے شیریں باہر نکل آئی۔ اپنی طرف سے وہ یعسوب والا دروازہ کھولنے والا تھا لیکن اس کے اترنے سے پہلے ہی یعسوب دروازہ کھول کر باہر نکل آیا تھا۔

اس نے دو بار لمبے لمبے سانس لے کر فضا میں پھیلی مختلف پھولوں اور درختوں کی خوشبو کو پوری واقعیت سے محسوس کیا اور ان کی طرف مسکراہٹ اچھال دی۔

"آئیے سر۔"

ضیائی نے ڈگی سے اس کا بیگ نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔

"یہ مجھے دے دیجئے۔"

یعسوب نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

"اوہ نو سر...... کوئی بات نہیں......"

ضیائی نے جو اس کی شخصیت سے خاصا دبا محسوس ہو رہا تھا، کہا۔

"نو مسٹر ضیائی ...... میں اپنا بوجھ کبھی دوسروں پر نہیں ڈالتا...... اور ہاں بائی دی وے میرا نام "سر" نہیں حمید خان ہے...... تم لوگ مجھے خان یا خان صاحب کہہ سکتے ہو۔"

اس نے ضیائی سے قریباً بیگ چھین ہی لیا تھا۔

"جیسے آپ پسند فرمائیں۔"

ضیائی نے بے شرمی سے دانت نکال دیئے۔

"چلئے۔"

اس نے شیریں کو ہاتھ کے اشارے سے آگے چلنے کے لئے کہا جو حیرانگی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

تینوں ڈرائنگ روم میں آ گئے۔

"مسٹر خان، آپ کو یہاں قیام کرنا ہے۔ میرے بنگلے میں ...... یہ میرا گھر ہے۔ یہاں کبھی کبھی میرے خاوند سیٹھ دارو والا بھی رات گزارنے آتے ہیں۔ اگر کبھی وہ اچانک آ بھی جائیں تو قطعاً پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ انہیں ہماری طرح ہی اپنا فرمانبردار پائیں گے۔"

شیریں نے کہا۔

"تھینک یو...... شاید میں آپ کو زیادہ مہمان نوازی کی زحمت نہ دوں۔"

یعسوب نے مسکراہٹ اچھالی۔

"جناب، ہمیں آپ کی خدمت سے خوشی ہو گی۔"

ضیائی نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"شکریہ...... میرا کمرہ مجھے دکھا دیجئے۔ میں ذرا آرام کروں گا...... آپ لوگوں سے اب لنچ پر ملاقات ہو گی۔"

اس نے ضیائی سے کہا۔

"آئیے سر۔"

اس مرتبہ پھر شیریں نے کہا۔

"خان...... پلیز خیال رکھئے۔"

یعسوب نے اسے یاد دلایا۔

"او کے مسٹر خان۔ میں اب آپ سے شام کو ملوں گا۔ آپ کی 'امانت' بھی ہمارے پاس پہنچ گئی ہے۔ مسٹر قریشی کو اچانک حیدرآباد جانا پڑا۔ انہیں آپ کی آمد کی اطلاع مل گئی ہے وہ بھی شام کو تشریف لائیں گے۔ اس کے بعد ہی ہم مزید بات چیت بھی کریں گے...... آپ آرام فرمائیں۔"

یہ کہہ کر ضیائی نے اس کی طرف مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

"او کے۔"

یعسوب نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے اور اس سے مصافحہ کر کے شیریں کے تعاقب میں چلنے لگا جو اسے اس کا کمرہ دکھانے جا رہی تھی۔

"یہ ہے آپ کا کمرہ۔"

اس نے لکڑی کا ایک خوبصورت دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو۔"

یعسوب نے کہا اور اپنا بیگ ایک طرف رکھ کر کمرے کی سمندر کی سمت کھلنے والی کھڑکی کھول دی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

جہاں سے تازہ ہوا کے جھونکوں نے اس کے مشامِ جان کو معطر کر دیا۔

"ایئر کنڈیشن آن کر دوں مسٹر خاں؟"

شیریں نے پوچھا۔

"نو......ضرورت ہوئی تو میں خود چلا لوں گا۔"

اس نے کہا۔

"رائٹ مسٹر خان......آپ آرام کیجئے۔ دو بجے آپ کو کھانے کے لئے زحمت دوں گی۔"

شیریں نے کہا اور اس کا جواب سنے بغیر دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی۔

نجانے حمید خان کی شخصیت میں ایسی کیا بات تھی کہ شیریں چاہنے کے باوجود ابھی تک اس سے کھل مل نہیں پائی تھی۔

ایئر پورٹ پر اس کا اچانک ایکشن پہلے سے ہدایت یافتہ تھا۔ اسے حکم ملا تھا کہ وہ ایئر پورٹ پر مسٹر خان سے بغلگیر ہو کر اسے "ویلکم" کرے گی تا کہ دونوں کی آپس میں قریبی رشتہ داری ظاہر ہو۔

❁❁

شیریں کے کمرے سے نکلنے کے فوراً بعد یعسوب نے کھڑکی کے سامنے پردہ گرایا اور اب وہ کمرے کے ایک کونے میں دھری کرسی کو کمرے کے درمیان میں رکھ کر اس پر کھڑا ہو کر چھت سے لٹکتے پنکھے، گلوب اور کھڑکی کا اچھی طرح معائنہ کرنے کے بعد پلنگ کی طرف آیا تھا جس پر پڑے گدے کو الٹا کر اس نے پلنگ کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا جس کے بعد ملحقہ باتھ روم کا نمبر آیا۔

اس سارے عمل میں بمشکل پانچ چھ منٹ صرف ہوئے تھے۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ یہ کمرہ "بگ" (خفیہ گفتگو سننے کا نظام) نہیں ہے تو مطمئن ہو کر اس نے دوبارہ پلنگ پر گدا جما دیا اور اس پر کمر کے بل اس طرح لیٹا کہ اس کی ٹانگیں فرش پر ہی تھیں۔

چار یا پانچ منٹ کی مخصوص ورزش کرنے کے بعد اب وہ اپنے جسم کو خاصا ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

ڈیڑھ بج رہا تھا۔

اگلے آدھے گھنٹے میں اس نے اپنے کپڑے تبدیل کئے اور ٹھیک دو بجے وہ کمرے کے باہر موجود تھا۔ جب اسے کوریڈور کے ایک کونے سے اوپر آتی سیڑھیوں پر شیریں کا تمتماتا چہرہ دکھائی دیا۔

"ویل مسٹر خان، آپ تو پہلے ہی سے تیار ہیں۔ میں آپ ہی کو لینے آ رہی تھی۔"

❁❁❁

"آپ نے دو بجے کا حکم دیا تھا، سو بندہ حاضر ہے۔"

اس مرتبہ یعسوب نے جس لہجے اور انداز سے بات کی تھی اس سے شیریں کو حوصلہ ہوا۔

"آیئے پلیز......"

اس نے یعسوب کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

ڈرائنگ روم سے ملحقہ ڈائننگ روم میں ان دونوں کے علاوہ صرف ایک مستعد بیرہ موجود تھا جس نے دیکھتے ہی دیکھتے میز مختلف کھانوں سے سجادی۔

"میں نے دو تین قسم کی چیزیں بنوائی ہیں......آپ کی پسند کا علم نہیں تھا اور میں پوچھنا بھول گئی۔"

شیریں نے انگریزی میں کہا۔

شاید وہ بیرے کے سامنے مقامی زبان میں بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"مجھے آپ سمیت یہاں کی ہر شے پسند ہے۔"

یعسوب نے اس کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا اور شیریں کے جوہر کھلنے لگے۔

اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں اب تک شیریں کا واسطہ کافی مردوں سے پڑ چکا تھا۔

لیکن......حمید خان میں نجانے ایسی کیا چیز تھی جس نے اسے باندھ کر رکھ دیا۔ اس کی خواہش تھی کہ اس کا زیادہ سے زیادہ وقت حمید خان کے ساتھ ہی بسر ہو۔

کھانے کی میز پر اس نے درجنوں مرتبہ یعسوب سے "یہ لیجئے وہ لیجئے" کہا تھا اور متعدد مرتبہ اپنے ہاتھ سے اس کی پلیٹ میں کچھ ڈالنا چاہا تھا۔

لیکن......

نجانے وہ کس مٹی کا بنا تھا کہ اس نے سوائے ایک دو جملے شکریہ ادا کرنے کے اور ایک لفظ بھی اس سے نہیں کہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کھانے سے فراغت پر یعسوب کی خواہش پر شیریں نے قہوہ تیار کروایا تھا اور عین ان لمحات میں جب بیرا قہوے کی پیالیاں ایک طشتری میں سجائے ان کی طرف آ رہا تھا، ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔

شیریں نے خود فون اٹھایا اور ہیلو کہنے کے بعد دوسری طرف سے کچھ بات سن کر یعسوب کی طرف متوجہ ہوئی۔

"قریشی صاحب اور ضیائی صاحب آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ اگر آپ مصروف نہ ہوں تو انہیں بلا لیا جائے یا پھر جب آپ چاہیں۔"

اس نے اجازت طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ارے کیوں نہیں، فوراً بلائیے۔"

یعسوب نے کہا اور قہوے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

شیریں سے اس نے کراچی سے متعلق باتیں شروع کر دیں۔ وہ بڑے نامحسوس انداز سے موجودہ حالات سے متعلق اس کی رائے دریافت کر رہا تھا اور شیریں اس کے سوالات کے جوابات بڑے محتاط انداز سے دے رہی تھی۔

اسے اب تک یہ بھی اندازہ نہیں ہو پایا تھا کہ حمید خان کا تعلق کس ملک سے ہے اور یہ پوچھنے کی ہمت وہ کر نہیں سکتی تھی۔

ابھی تک اسے یہ سمجھ نہیں آئی تھی کہ حمید خان جو کبھی کبھی اچانک کوئی ذومعنی سا فقرہ اس کی طرف اچھال رہا ہے، واقعی اس سے فلرٹ کر رہا ہے یا کچھ اور......

❁❁

دونوں اب ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے جب انٹر کام پر قریشی اور ضیائی کی آمد کی اطلاع ملی......

قریشی نے بڑی گرمجوشی سے یعسوب سے ہاتھ ملایا تھا جبکہ ضیائی نے قدرے احترام کا مظاہرہ کرنے کے بعد اپنے ہاتھ میں پکڑا بریف کیس کھولا اور اس کا پستول نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔

"شکریہ۔"

کہتے ہوئے یعسوب نے پستول کو کھول کر چیک کیا اور مطمئن ہو کر سر ہلاتے ہوئے اسے ایک طرف رکھ دیا۔ گولیوں کے پیکٹ بھی ضیائی نے وہاں رکھ دیئے تھے۔

شیریں نے ان کے لئے چائے منگوائی تھی اور اب وہ تینوں اگلے منصوبے کی پلاننگ کر رہے تھے۔

قریشی نے شیریں کو کسی کام سے باہر بھجوا دیا تھا۔ یعسوب بھی یہی چاہتا تھا کہ اس کی تربیت کے مطابق وہاں سوائے ایک شخص کے جس نے اسے معلومات فراہم کرنی تھیں، اور کسی کی موجودگی کا کوئی جواز ہی نہیں تھا۔

لیکن......

"را" کا اپنا طریق کار تھا اور وہ اس کے کسی کام میں مداخلت نہیں کر سکتا تھا۔ یہ بات اس کا "آفس" بھی پسند نہ کرتا۔

اسے بتایا گیا تھا کہ اس کی حدود کہاں سے شروع ہوتی ہیں اور کہاں پر ختم ہوں گی اور وہ اپنی حدود سے تجاوز نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے بہرحال کچھ طے شدہ اصولوں کی پابندی کرنی تھی۔

❁❁

"مسٹر خان! ہم آپ کو آج شام اس بنکویٹ ہال میں لے جائیں گے جہاں ڈاکٹر شاہ نے شادی میں شرکت کرنی ہے۔ شادی کو ابھی دو دن باقی ہیں۔ آپ صورت حال کا جائزہ لے کر جس طرح کے انتظامات کا حکم دیں گے، وہ کر دیئے جائیں گے۔"

قریشی نے اسے بتایا۔

"ٹھیک ہے، مجھے ڈاکٹر شاہ کے متعلق بتائیے۔"

یعسوب نے اچانک ہی سوال کر دیا۔

"جی میں تو صرف......"

ضیائی نے مداخلت کرنی چاہی لیکن قریشی نے اس کی بات کاٹ دی۔

"مسٹر خان......ڈاکٹر شاہ کی زندگی پر اسرار کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ آپ کو حیرت ہو گی کہ اپنا جوانی کا بیشتر حصہ اس شہر میں گزارنے کے باوجود جب ہم نے اس سے متعلق معلومات جمع کرنی شروع کیں تو ہمارے علم میں آیا کہ اس کے ماضی سے متعلق سوائے چند بنیادی معلومات کے باقی سارا ریکارڈ غائب کر دیا گیا ہے۔ مسٹر خان...... یہ آئی ایس آئی والے بڑے خطرناک اور چالاک لوگ ہیں۔ جس کام کے پیچھے پڑ جائیں اسے کر کے ہی دم لیتے ہیں......اور محتاط اتنے ہیں کہ خدا کی پناہ......اب یہی دیکھ لیجئے انہوں نے ڈاکٹر شاہ سے متعلق ماضی کا اہم ریکارڈ ہی غائب کر دیا ہے تاکہ ہماری طرح دوسری انٹیلی جنس ایجنسیاں بھی اس سے متعلق کچھ نہ جان سکیں۔"

قریشی نے اپنی بات مکمل کی۔

یعسوب نے اندازہ کر لیا کہ بہت چالاک ہونے کے باوجود "را" کا یہ مقامی گینگ لیڈر پر لے درجے کا گدھا ہے اور وہ باتیں بھی کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا جو اسے نہیں کہنی چاہئیں۔

شاید وہ یعقوب پر اس طرح اپنی معلومات کا رعب جھاڑنا چاہتا تھا۔

''مسٹر قریشی یہ ڈاکٹر شاہ راتوں رات اتنا بڑا آدمی کیسے بن گیا؟ اس نے کیا ایسا کارنامہ کر لیا ہے۔ کچھ آپ جانتے ہیں؟''

اس نے اپنی معلومات میں اضافے کے لئے اگلا سوال کر دیا۔

''سر! کچھ نہ پوچھیے۔''

قریشی بالکل تابعدار ملازمین کی طرح اس سے مخاطب ہوا اور اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے یعقوب کے سوالات سے خاصی خوشی ہوئی ہے۔

سگریٹ کا لمبا کش لگا کر وہ دوبارہ اس سے مخاطب ہوا۔

''خان صاحب، اس شخص نے ساری دنیا کے سائنسدانوں کو حیران کر دیا ہے۔ بلکہ یوں کہیے پریشان کر دیا ہے۔ ہمارے چوہان صاحب کو تو بوکھلا کر رکھ دیا ہے۔ آپ نے کبھی ایسے پرانے مستری دیکھے ہیں جو گاڑیوں کے نایاب پرزوں کی جگہ معمولی قسم کے پرزے لگا کر بہتر نتائج حاصل کر لیں......''

اس نے سوالیہ نظروں سے یعقوب کی طرف دیکھا۔ پھر خود ہی سر ہلا کر دوبارہ کہنا شروع کیا۔

''یہ ایسا شخص ہے جس نے اس ملک میں کچھ نہ ہونے کے باوجود وہ کچھ کر دکھایا ہے جو امریکہ اور یورپ کے سائنسدان اور ماہرین اس سے ہزار گنا زیادہ وسائل رکھنے کے باوجود سالوں کے بعد کر پاتے تھے...... میں نے کہا ناں کہ اس کا ذہن شیطان کا ذہن ہے...... وہ ٹیکنالوجی جو ہمارے بھارتی دوستوں نے کروڑوں ڈالر صرف کرنے کے بعد حاصل کی اس شخص نے مقامی طور پر تیار کر دی اور اس کا معیار بھی زیادہ بہتر ہے......''

قریشی نے اسے ڈاکٹر شاہ کے کارنامے سنانے شروع کئے۔

''پھر تو اس شخص کو واقعی مار دینا چاہئے۔ ورنہ یہ کل ہمارے لئے بہت خطرناک ثابت ہوگا۔''

یہ بات یعقوب نے سوالیہ انداز سے قریشی کی طرف دیکھتے ہوئے کی تھی۔

''اور کیا......؟''

ضیائی نے لقمہ دیا۔

''لیکن مسٹر قریشی، ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی؟''

نہ چاہنے کے باوجود یعقوب سے کسی نادیدہ قوت نے اگلا سوال کروا دیا۔

''کیا؟''

قریشی نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''یہ پروفیسر شاہ اگر مارا بھی گیا تو بھی ان لوگوں کا سلسلہ رک تو نہیں جائے گا۔ ایسے بے وقوف تو یہ لوگ نہیں ہیں کہ انہوں نے اس کا متبادل نہ رکھا ہو...... یہ بات تو ان کے علم میں ہوگی کہ ہم لوگ ڈاکٹر شاہ کے پیچھے لگے ہیں...... اور لاکھ حفاظتی بندوبست کے باوجود انہوں نے ''بدترین حالات'' کو نظر انداز نہیں کیا ہوگا...... میرا مطلب ہے کہ اس شخص کے مرنے سے یہ سلسلہ رک جائے گا؟''

اس نے سوالیہ نظروں سے قریشی کی طرف دیکھا تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

ضیائی بھی چکر میں پڑ گیا۔

''یہ کیا مصیبت آ گئی ہے۔''

دونوں نے دل ہی دل میں سوچا۔

انہیں حمید خان سے متعلق جو بریفنگ مقامی بھارتی قونصلیٹ میں موجود ان کے ''ماسٹر'' نے دی تھی اس میں بتایا تھا کہ حمید خان کو کسی بھی طرح ناراض ہونے کا موقع نہ ملے اور اس کی ہر خواہش کا احترام کیا جائے۔ خواہ اس کی کچھ بھی قیمت ادا کرنی پڑے۔

لیکن......

یہ کیا مصیبت آ گئی۔

یہ شخص تو ان سے ایسے سوالات کر رہا تھا جیسے ان کی ''را'' سے وفاداری کا امتحان لے رہا ہو۔

دونوں گدھوں کے ذہن میں یہی خیال سمایا تھا کہ شاید حمید خان ان کی وفاداریاں آزمانے کے لئے ایسی بات کر رہا ہے۔

دونوں سنبھل کر بیٹھ گئے......

''دیکھیے مسٹر خان، ہم تو یاروں کے یار ہیں۔ ہمیں اس سے کیا لینا دینا کہ بعد میں کیا ہوگا کیا نہیں ہوگا۔ ہم نے تو حکم کی تعمیل کرنی ہے۔ کیونکہ قدرتی طور پر ہمارے اور آپ کے درمیان یہی معاہدہ ہوا ہے...... یہ سوچنا آپ لوگوں کا کام ہے کہ اس کا کیا نتیجہ نکلے گا......''

قریشی نے گردن ہلاتے ہوئے بڑی بے غیرتی سے کہا۔

''شاباش مسٹر قریشی، ہمیں ایسے ہی وفادار ساتھیوں کی ضرورت ہے جو نفع نقصان سوچے بغیر ہمارا ساتھ دیں...... ڈاکٹر شاہ کی موت کے بعد آپ کو کتنا انعام ملے گا، اس کا شاید آپ تصور بھی نہ کر سکیں......''

اس نے قریشی کو مطمئن کرنے کے بعد کہا۔

''سر...... ہم تو آپ کے تابعدار ہیں......''

ضیائی نے بھی اپنی غلامی اور بے غیرتی کا اظہار مناسب جانا۔

"میرے خیال سے اب ہمیں چلنا چاہیے۔"

یعسوب نے سامنے گھڑی پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"لیس سر۔"

قریشی کی باچھیں کھل رہی تھیں۔

"میں نے آپ لوگوں سے پہلے بھی درخواست کی تھی کہ مجھے "سر" نہ کہیں۔ آپ کو میرے نام کا علم ہے، آپ مجھے مسٹر خان کہہ سکتے ہیں۔"

یعسوب نے انہیں ٹوکا۔

"رائیٹ مسٹر خان۔"

قریشی نے دانت دکھائے۔

تھوڑی دیر بعد وہ شیریں کے ساتھ اسی گاڑی میں بنکویٹ ہال کی طرف جارہا تھا جہاں ڈاکٹر شاہ نے شادی کی تقریب میں شرکت کرنی تھی۔

❁❁❁

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"مسٹر صدیقی...... مجھے رزلٹ چاہیے...... میں جانتا ہوں آپ ایک قابل آفیسر ہیں۔ ماضی میں آپ کی کارکردگی شاندار رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے بطور خاص آپ کو اپنے ساتھ رکھا ہے۔"

کرنل ملک نے صدیقی سے کہا جس نے اسے ایک گھنٹہ مسلسل سامنے پڑے شہر کے بڑے سے نقشے پر مختلف مقامات پر نشانات لگانے کے بعد بریفنگ دی تھی۔ صدیقی نے عجیب سی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"سر...... آپ جانتے ہیں یہاں ہمارے پاس "فری ہینڈ" نہیں ہے...... بہت سی کارروائیاں مصلحتوں کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں...... سیاسی لوگ ہماری جان کو آ جاتے ہیں......"

صدیقی واقعی زچ تھا......

وہ گزشتہ ایک سال سے کراچی میں تعینات تھا اور مقامی ہونے کے سبب اسے یوں تو ایک "ایج" حاصل تھا ہی...... لیکن ملک اور نظریے سے اس کی کمٹمنٹ نے اس سے کئی ایسے کارنامے انجام دلائے تھے کہ بڑے بڑے دانتوں میں انگلیاں لے کر رہ جاتے۔

لیکن......

حیرت انگیز طور پر اسے گزشتہ تین ماہ سے "افسر بکار خاص" بنا کر ایک کونے میں بٹھا دیا گیا تھا۔

کرنل ملک ان کا نیا "ڈپٹی کمانڈر" تھا۔

اور......

اس نے یہاں چارج لینے کے فوراً بعد اپنے تمام ماتحتوں کے مکمل کوائف جمع کئے تھے۔ دو دن تک اس نے "روٹین" کا کوئی کام نہیں کیا تھا۔ اسے ہمیشہ "معمول کی کارروائیوں" سے نفرت رہی تھی۔

وہ "آپریشن" کا آدمی تھا۔ کچھ کر گزرنے والا...... ماضی میں اس نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ فائلوں کا پیٹ بھرنے کے بجائے میدان عمل میں اتر کر بہترین نتائج حاصل کرنا زیادہ احسن خیال کرتا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہے۔ وہ اپنی اس جبلت سے مجبور تھا اور میٹنگوں، ملاقاتوں وغیرہ سے اسے کبھی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ اپنی اس ''کمزوری'' کی وجہ سے کبھی کبھی سرزنش بھی ہو جاتی تھی۔

لیکن......

وہ اب بھی ایجنسی کے نزدیک بہترین آفیسرز میں سے ایک تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسے بلوچستان کے ایک سرحدی علاقے سے اچانک کراچی میں تعینات کر دیا گیا تھا۔

کرنل ملک کراچی کے حالات سے کبھی بے خبر نہیں رہا تھا۔ اس نے اپنی ابتدائی تعلیم یہاں حاصل کی تھیں۔ اس کے والد نے اپنی سروس کے پندرہ سال اس شہر میں گزارے تھے اور اس کی یہاں دو تین مضبوط رشتہ داریاں موجود تھیں۔ لیکن...... حسن اتفاق تھا کہ گزشتہ تین سال سے اس کی ڈیوٹی کبھی کراچی میں نہیں لگی تھی......

یہاں آنے کے فوراً بعد اس نے اپنے ''ڈیٹ'' کی ساری سٹرنتھ (Strength) کا بغور جائزہ لیا۔

ایک ایک شخص کی کارکردگی کو اس کے ماضی کے حوالے سے جانچا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر صدیقی صاحب کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے کہ انہیں ایک اہم پوسٹ سے اٹھا کر کاغذات لکھنے پڑھنے اور فائلیں بنانے پر رکھ لیا گیا ہے۔

اس نے صدیقی صاحب کو شام کے بعد اپنے گھر چائے پر بلایا تھا اور اب وہ دونوں باتیں کر رہے تھے۔

''لک مسٹر صدیقی، یہ بات آپ بھی جانتے ہیں کہ گزشتہ دونوں جو دھماکہ ہوا ہے اس میں نیا ایکسپلوسو (Explosive) استعمال ہوا...... اور یہ سپلائی بھی نئی ہے...... جو ایریا آج کل ''انڈرلائن'' ہیں وہ بھی ہم جانتے ہیں...... اور دوسرے اپنے لوگوں نے یہ اطلاع بھی دی تھی کہ کچھ ہونے جا رہا ہے۔ اس کے باوجود......''

اس نے بات نامکمل چھوڑ کر صدیقی کی طرف دیکھا۔

''سر...... میں خود اس پر بہت پریشان ہوں۔ اس مرتبہ ان لوگوں نے جو بارود کی ٹیوبیں استعمال کی ہیں وہ بے حد خطرناک ہیں۔ ایک ایک ٹیوب ایک بڑے بم سے زیادہ تباہ کن نتائج پیدا کرتی ہے...... میں آپ کے جذبات سمجھ سکتا ہوں۔ خود میری بھی یہی حالت ہے...... لیکن میں نے آخری دنوں میں پولیس کو اس ایریا میں موبائل بڑھانے کی سفارش کی تھی۔ اس پر عمل کروانا آفیسرز کا ذمہ ہے سر...... میرا نہیں...... میں اب بھی اپنی اس بات پر قائم ہوں کہ میرا نشان زدہ ایریا ہی ''ڈینجر زون'' ہے۔ اور جب تک ہم وہاں اپنی گرفت [illegible] کرتے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔''

صدیقی نے اپنی بات دہرائی۔

''آل رائٹ مسٹر صدیقی...... ایک تو آج سے یہ بات بھول جائیے کہ آپ کے پاس فری ہینڈ نہیں ہے...... ملک دشمنوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ہمیں کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ آخر ہم کس بات کی تنخواہ لے رہے ہیں...... آپ مجھے پلان تیار کر دیں...... اور ہاں ایئرپورٹ پر لڑکوں کو الرٹ کریں۔ بھارتی سرزمین سے یہاں اترنے والی ہر پرواز کی پسنجر لسٹ مجھے باقاعدگی سے ملنی چاہئے...... ہر روز...... آپ جو بھی کرنا چاہتے ہیں کر گزریئے...... جو کچھ ہوگا میں دیکھ لوں گا...... میں خود نمٹ لوں گا ان بدمعاشوں سے...... جو اس ملک کا کھاتے اور اس کی جڑیں کاٹنے والوں کے ہاتھ صرف اپنی چار دن کی بادشاہت قائم رکھنے کے لئے مضبوط کر رہے ہیں۔ ڈیم اٹ......''

اس نے غصے سے اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا۔

یہ اس کی پرانی عادت تھی۔

❁❁

صدیقی صاحب صرف سرکاری ملازم نہیں تھے۔

وہ ایک محب وطن اور ایماندار آدمی بھی تھے جن کے آباؤ اجداد نے اس ملک کے لئے سب کچھ گنوایا اور لٹایا تھا۔

بھارتی صوبے یوپی کے ایک دور دراز قصبے سے جس طرح وہ لوگ ہجرت کر کے کراچی تک پہنچے تھے، وہ کہانی انہوں نے بچپن میں اکثر اپنی والدہ سے سنی تھی جو صدیقی کی کم سنی میں انہیں چھوڑ گئی تھیں۔

انہیں یاد تھا جب ان کی والدہ کا انتقال ہوا، گھر کا ہر فرد ایک ہی بات دہرا رہا تھا ''ہائے بیچاری کو اپنی دونوں بیٹیوں کا غم کھا گیا......''

صدیقی صاحب کی دونوں بہنیں پاکستان کی طرف آتے ہوئے راستے میں بلوائیوں کے حملے کے بعد اپنی عزت بچانے کے لئے دوسری بہت سی عورتوں کے ساتھ ویران کنویں میں چھلانگ لگا کر مر گئی تھیں۔ اور ان کے والد بمشکل صدیقی کے ایک بھائی اور اپنی حواس باختہ بیوی کے ساتھ پاکستان پہنچے تھے۔

صدیقی کی پیدائش پاکستان بننے کے سات آٹھ سال بعد ہوئی تھی اور کم سنی میں ماں بھی مر گئی۔

لیکن...... حب الوطنی کا جو جذبہ ان کی سرشت بن چکا تھا، وہ کبھی ختم نہ ہو سکا۔ اس کی شدت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ گو کہ کالج کی زندگی میں ان کا واسطہ ایسے ہی لیڈروں سے پڑتا تھا جو اپنی تقریر کا آغاز مادر وطن کو گالی اور اختتام بھی اسی سے کرتے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لیکن......

وہ لوگ کبھی صدیقی کو گمراہ نہ کر سکے۔

اپنا تعلیمی سفر صدیقی صاحب نے امتیازی نمبروں سے طے کیا اور ایک دن وہ بھی آیا جب وہ اپنی خواہش کے مطابق مقابلے کے دو تین امتحان یکے بعد دیگرے پاس کرتے انٹیلی جنس کے اس اعلیٰ عہدے پر فائز ہوگئے۔

کراچی بڑا پرامن شہر تھا۔

لیکن......

صدیقی صاحب کے دیکھتے دیکھتے کراچی پر کسی نے کالا علم پڑھ کر پھونک دیا۔ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہاں زندگی دشوار ہوتی چلی گئی۔

ان حالات کے ذمہ دار کون تھے؟

صدیقی صاحب کے پاس اس سوال کا جواب بہت پہلے سے موجود تھا۔ ان کے والد جو ابھی ماشاء اللہ بقید حیات تھے، انہیں بتایا کرتے تھے کہ پاکستان کا قیام ہندو نے کبھی تسلیم نہیں کیا۔

وہ ٹھنڈے پیٹوں پاکستان کو قائم نہیں رہنے دیں گے۔ ہزار سال غلامی کے بعد اب یہ لوگ ایک مرتبہ پھر اشوک اعظم بننے کے خواب دیکھ رہے ہیں......

یہ سارا کیا دھرا انہیں کا تھا۔

محرومیاں کہاں نہیں ہوتیں؟

دنیا کے مہذب ترین ترقی یافتہ ممالک کے سارے عوام کیا اپنی حکومتوں سے مطمئن ہیں؟

وہ اکثر یہ بات سوچتے اور اپنے سوال کا جواب نفی میں پاتے۔ انہیں حیرانگی ہوتی کہ ان پرامن باشعور لوگوں میں بغاوت کا بیج کس نے بو دیا؟ اور جب وہ انٹیلی جنس آفیسر بنے تو انہیں اچھی طرح سمجھ آ گئی۔

جب کبھی وہ اخبارات میں اپنے لیڈروں کے تند و تیز بیانات پڑھتے اور ان کی فائلوں پر نظر ڈالتے تو ان کا جی چاہتا کہ ابھی جائیں اور ان حرام کاروں کا قلع قمع کر دیں جو کھاتے اس ملک کا ہیں اور گن دشمن کے گاتے ہیں۔ محض اس لیے کہ وہاں ان کی ناجائز خواہشات کا احترام ہو رہا ہے۔

انہیں حیرانگی ہوتی تھی کہ دشمن انٹیلی جنس ایجنسیوں سے روابط کے ثبوت ملنے کے باوجود ان لوگوں کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کی جاتی؟

لیکن...... جلد ہی انہیں سمجھ آ گئی کہ سچ وہ نہیں جو انہیں لکھایا اور پڑھایا گیا ہے بلکہ سچائیاں کچھ

اور ہیں۔

اور......

یہ سچائیاں اتنی مکروہ، جان لیوا اور خطرناک تھیں کہ خود صدیقی صاحب ان کا سامنا کرنے سے ڈرتے تھے۔

اکثر یہاں آفیسرز میں ایک بے چینی پائی جاتی تھی کہ جب کبھی وہ کوئی آپریشن کرنے کا فیصلہ کرتے، فوراً اوپر سے ہدایت آ جاتی کہ اسے روک دیا جائے۔

حکومت معاملات کو سیاسی انداز سے ڈیل کر رہی تھی۔

اور...... صدیقی صاحب کو اس سیاست کی کبھی سمجھ نہ آ سکی۔

کرنل ملک کی آمد سے پہلے ان سے متعلق کہانیاں یہاں پہنچ چکی تھیں۔ وہ لوگ جان گئے تھے کہ یہاں ایک بہادر آفیسر آ رہا ہے جس کی قوت فیصلہ بہت مضبوط ہے اور جو کچھ کر گزرنے کی سکت بھی رکھتا ہے۔

یہی ان کی شہرت تھی...... جو بیشتر کے نزدیک اچھی اور چند لوگوں کے نزدیک ناپسندیدہ رہی تھی۔

صدیقی صاحب کو جب کرنل ملک نے اپنے گھر بلوا کر اس سے بات کی تو اس کا حوصلہ اور عزم دو چند ہو گیا۔

اور......

یہ امیدیں بندھ گئیں کہ اب بہتری کی کوئی صورت اور پیدا ہو گی......

❁❁

کرنل ملک نے اگلے ہی روز انہیں اپنی اس خصوصی ٹیم میں شامل کر لیا تھا اور اب صدیقی صاحب کی ہدایت پر ہی ملک نے ان ''ڈینجر زون'' کی نگرانی شروع کروا دی تھی جس کا مشورہ صدیقی صاحب نے دیا تھا۔

انڈسٹریل ایریا خصوصاً جہاں ''مقامی پارٹی'' کا کنٹرول رہتا تھا، ان کی نظروں میں بطور خاص آ چکا تھا اور کرنل ملک نے یہاں اپنے لوگ پھیلا رکھے تھے۔ صدیقی نے باقاعدہ ایک پلان بنا کر یہاں اپنا ایک انسپکٹر سیٹھ دارو والا کی فیکٹری میں بھرتی کروا دیا تھا۔ اس کے لئے اس نے مروجہ طریق کار اپناتے ہوئے ''مقامی پارٹی'' کے ایک لیڈر کی خدمات حاصل کی تھیں اور اسے مطلوبہ رقم ادا کرنے کے بعد انسپکٹر سعید کو سیٹھ دارو والا کی فیکٹری میں کلرک بھرتی کروا دیا تھا۔

سعید سے متعلق یہ بات پہلے ہی وثوق سے بتا دی گئی تھی کہ وہ دل و جان سے ''مقامی پارٹی'' کا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہمدرد ہے اور سعید نے بھرتی ہونے کے دس بارہ روز بعد یہ بات ثابت بھی کر دی تھی۔ کیونکہ اس سے پہلے وہ اپنے علاقے کی "مقامی پارٹی" کی برانچ میں خاصا سرگرم رہا تھا۔

یہ الگ بات کہ یہ سب کچھ اس کی ڈیوٹی کا حصہ تھا۔

ضیائی نے خود اس کا انٹرویو لینے کے بعد اس کی ڈیوٹی فیکٹری کے مین گیٹ پر لگا دی تھی۔ اس کا کام یہاں آنے اور باہر جانے والے مال کا اندراج اور اس کی مکمل رپورٹ رکھنا تھا۔

اپنے کام کے سلسلے میں سعید کا اکثر آنا جانا سیٹھ دارو والا کے آفس میں لگا رہتا تھا اور اسے پہلے ہی روز سیٹھ صاحب اور ان کی سیکرٹری کے درمیان تعلقات مالک اور ملازم سے کچھ زیادہ ہونے کا احساس ہوا تھا۔ تیسرے روز اس نے اندازہ لگا لیا کہ سیٹھ دارو والا کا اس فیکٹری سے تعلق صرف اتنا ہے کہ وہ اس کا مالک ہے۔ اس کے علاوہ اسے کسی سے کچھ سروکار نہیں۔ یہاں کے تمام معاملات براہ راست ضیائی یا پھر مس شیریں کی نگرانی میں طے پاتے تھے۔ اور یہ کہ باہر سے آنے والی پارٹیوں کو بھی یہی لوگ "ڈیل" کرتے تھے...... سیٹھ صاحب کا کام صرف فائلوں پر دستخط کرنا رہ گیا تھا۔

سعید کی تیسرے روز کی رپورٹ پر صدیقی نے ہوا میں تیر چلانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ حالانکہ انہیں ابھی تک کوئی ثبوت یہاں نہیں مل سکا تھا لیکن اس فیکٹری میں مقامی پارٹی کے لیڈر "قریشی" کی مستقل آمدورفت، ضیائی سے اس کے تعلقات اور معاملات میں اس کا ضرورت سے زیادہ عمل دخل اسے ضرور کھٹکا تھا۔ قریشی کے متعلق کوئی ثبوت نہ ہوتے ہوئے بھی اس نے کبھی اچھی رائے قائم نہیں کی تھی۔ خصوصاً یونیورسٹی اور مقامی دو کالجوں میں ہونے والے بیشتر جھگڑوں میں اس کا ہاتھ ضرور دکھائی پڑتا تھا۔

دو دن تک مس شیریں کی نگرانی کرنے کے بعد ان کے پاس حیرت انگیز اور چونکا دینے والی معلومات جمع ہو چکی تھیں۔ جن میں ایک اہم بات تو یہ تھی کہ وہ سیٹھ دارو والا کی باقاعدہ منکوحہ بیوی ہے اور دوسری یہ کہ وہ غیر ملکی خاتون ہے جو طویل عرصے سے یہاں قیام پذیر ہے۔

اپنے طویل قیام کا قانونی جواز اس نے تیار کر رکھا تھا اور امیگریشن آفس میں اپنے پاکستان میں قیام کی تاریخ میں باقاعدہ اضافہ کرواتی رہتی تھی......

اگلے روز انہوں نے سیٹھ دارو والا کے تمام فون "بگ" کر لیے......

اور......

دو دن کی ریکارڈنگ نے ان کے چودہ طبق روشن کر دیئے......

کرنل ملک نے اس ریکارڈنگ کا ایک ایک لفظ غور سے سنا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ ضیائی اور قریشی شیریں کی مدد سے سیٹھ دارو والا کی فیکٹری پر باقاعدہ قبضہ جما رکھا تھا اور سیٹھ دارو والا کے علم میں یہ بات بھی نہیں تھی کہ اس کی بیوی شیریں بھی ان لوگوں کے ساتھ مل کر اسے الو بنا رہی ہے۔ جبکہ شیریں نے سیٹھ کو یہ تاثر دے رکھا تھا کہ جس طرح وہ ان کے ہاتھوں بلیک میل ہو رہا ہے اس طرح وہ شیریں کو بھی بلیک میل کر کے اپنا کام نکال رہے ہیں۔

انہوں نے آزمائشی طور پر انڈسٹریل ایریا کی چار فیکٹریوں میں اسی طرح اپنے بندے داخل کیے تھے۔

لیکن......

سب سے زیادہ امید اور حوصلہ افزا پیش رفت یہی ہوئی تھی......

کرنل ملک نے اب اس کو "سبجیکٹ" بنانے کا فیصلہ کیا تھا اور صدیقی کی "مین پاور" پہلے سے دوگنا کر کے خود اس آپریشن کی کمانڈ سنبھال لی تھی......

پانچویں دن انسپکٹر سعید کی رپورٹ نے ان کے شکوک سچ ثابت کر دیئے...... اس نے ریڈی میڈ کپڑوں کی آڑ میں جدید اسلحہ اور گولہ بارود فیکٹری میں لانے اور لے جانے کی تصدیق کر دی تھی۔

"ناؤ گو اہیڈ" (Now Go Ahead)

ملک نے اس روز صدیقی کو کلیئر سگنل دے دیا۔ اس نے واضح طور پر ہدایت کر دی تھی کہ اگر کسی مرحلے پر انہیں خود میدان عمل میں کودنا پڑے تو کسی پابندی کو خاطر میں نہیں لانا۔

اور......

صدیقی تو پہلے ہی سے اس کے لئے تیار تھا۔

❁❁

اس روز جب ایئرپورٹ سے انہیں اطلاع ملی کہ کوئی مسٹر حمید خان شیریں کا مہمان لندن سے بذریعہ بمبئے کراچی پہنچا ہے اور اس کے استقبال کے لئے شیریں کے ساتھ ضیائی بھی ایئرپورٹ پر موجود تھا، تو کرنل ملک نے اپنے جوانوں کو ریڈ الرٹ دے دیا تھا۔

ابھی تک ان کے نزدیک حمید خان ایک گارمنٹس ایکسپورٹر تھا جو بھارت اور پاکستان سے مال خرید کر لندن میں سپلائی کرتا تھا اور اس کا یہ ٹرپ بھی کاروباری ٹرپ تھا۔

لیکن...... ایئرپورٹ کے مووی کیمرہ اور وہاں ڈیوٹی پر موجود اپنے ایجنٹ کے کیمرے سے کھینچی گئی اس کی تصاویر دیکھ کر نجانے کیوں کرنل ملک کا ماتھا ٹھنکا تھا۔ اسے کوئی طاقت بار بار یہی بات کہہ رہی تھی کہ حمید خان صرف امپورٹر نہیں......

کچھ اور بھی ہے!

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لیکن......

وہ کیا ہے؟

یہ چھٹی حس بار بار کیوں اسے چونکا رہی تھی؟

ان سوالات کے جوابات ابھی باقی تھے۔ ایک بات تو طے تھی کہ کرنل ملک کی چھٹی حس نے اسے بہت کم دھوکہ دیا تھا۔

وہ کوئی ضعیف العقیدہ شخص نہیں تھا لیکن کالج لائف کے دوران ایک مرتبہ جب ان کے گھر ان کے بزرگ تشریف لائے، جن کے پاس کرنل ملک کے والد صاحب نے باقاعدہ بیعت رکھی تھی تو انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا کہ اس بچے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خاص سایہ ہے اور اسے قدرت نے بطور خاص کچھ صلاحیتوں سے نوازا ہے جن میں اللہ کا ایک بڑا انعام اس کی چھٹی حس بھی ہے۔ دوران تربیت اور پھر دو مرتبہ سیاچین میں محاذ پر بھی اس سے متعلق یہ بات باقاعدہ کہی جانے لگی تھی کہ اسے کسی پراسرار قوت کی مدد حاصل ہے۔

کرنل ملک ایسی باتوں کو ہنسی میں اڑا دیا کرتا تھا کیونکہ آج تک اس "پراسرار" قوت نے کبھی اسے اپنا تعارف نہیں کروایا تھا۔

لیکن......

ماضی کے تجربے نے اسے بتایا تھا کہ وہ اپنی چھٹی حس پر اعتماد کر سکتا ہے۔ اس نے فوراً ایئرپورٹ کے مووی کیمرہ کی فلم سے متعلقہ حصہ ریکارڈ کیا اور اپنی امیدیں اس سے وابستہ کر کے ایک منصوبہ ترتیب دے لیا۔

اس نے حمید خان کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لئے اپنے جن تین بہترین لڑکوں کی ڈیوٹی لگائی تھی، انہیں بطور خاص یہ بات ذہن نشین کروادی تھی کہ اس کے نزدیک یہ بات تو قابل برداشت ہے کہ کسی جگہ انہوں نے "سبجیکٹ" کو مس کر دیا ہے۔

لیکن......

اس کے لئے یہ ناقابل برداشت ہوگا کہ حمید خان کو کسی بھی مرحلے پر اپنے زیر نگرانی ہونے کا احساس ہو جائے۔

"سبجیکٹ......اگر ہوشیار ہو تو اسے چھوڑ دو......خبردار اسے شک نہیں ہونا چاہئے۔"

اس نے تینوں کو الگ الگ بریفنگ دیتے ہوئے کہا تھا......

❁❁

تینوں مختلف گاڑیوں پر جب اس پوش ایریا میں پہنچے تو حمید خان کی گاڑی شیریں کے گھر سے برآمد ہو رہی تھی۔

تینوں مستعد ہو کر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

تینوں انسپکٹر اپنے کام کے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ ماضی میں انہوں نے بڑی شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا۔

جس بنکویٹ ہال میں انہیں جانا تھا، وہ یہاں سے بمشکل چار پانچ کلومیٹر دور تھا۔

ٹریفک شام ڈھلنے پر کچھ بڑھ جایا کرتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ انہیں زیادہ دشواری پیش نہ آئی۔ کیونکہ ان کے پاس بیک وقت دو کاریں اور ایک تیز رفتار موٹر سائیکل تھی اور وہ اپنی جگہیں بدل بدل کر کبھی اپنے "سبجیکٹ" کے آگے اور کبھی پیچھے سے اس کا تعاقب کرتے ہوئے بالآخر اس بنکویٹ ہال تک پہنچ گئے۔

ان کا ایک ساتھی بنکویٹ ہال میں ان کے تعاقب میں گیا تھا جبکہ باقی دونوں باہر گاڑیوں میں مستعد تھے۔

گاڑیوں کے وائرلیس کے ذریعے کرنل ملک اور صدیقی تک ایک ایک منٹ کی رپورٹ پہنچ رہی تھی۔

دونوں مستعد تھے......!

کرنل ملک کی میز پر دھرے سیٹ سے بڑی نمایاں آواز سنائی دے رہی تھی اور یہیں سے وہ انہیں مزید ہدایات بھی دے رہے تھے۔

"شاباش......نظر رکھو......محتاط رہو......الرٹ......"

ملک نے آخری ہدایت دی۔

یہ بنکویٹ ہال ایک بڑے پلازہ میں واقع تھا جس میں ایک جیولر مارکیٹ کے علاوہ بڑے بڑے سٹور بھی بنے ہوئے تھے۔ شہر کے بڑے بڑے لوگ یہاں آ کر شاپنگ کرتے تھے۔

انسپکٹر کیانی بھی ایک سٹور یک شوکیس پر جھکا شیشے کی دیوار سے پار انہیں دیکھ رہا تھا۔

شیریں اور ضیائی خالی بنکویٹ ہال میں ایک مقامی ذمہ دار، جو شاید یہاں کا منیجر بھی تھا، سے باتیں کر رہے تھے۔ جبکہ ان کا مہمان حمید خان ایک کونے میں خاموشی سے کھڑا سارے ہال کا خاموش اور گہری نظروں سے جائزہ لے رہا تھا۔

اس بنکویٹ ہال کے تین چار ہال کمرے مختلف تقریبات کے لئے بک رہا کرتے تھے۔ اس وقت بھی یہاں دوسرے ایک ہال میں ایک سالگرہ کی تقریب ہو رہی تھی۔

انسپکٹر کیانی نے اپنے موبائل فون سے کرنل ملک کو اندر کے حالات سے آگاہ کیا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"ٹھیک ہے تم یہیں رہ جاؤ۔ ان کے جانے کے بعد منیجر کو اعتماد میں لے کر کوشش کرو ان لوگوں کے آنے کا مقصد معلوم کر لو۔ بہت احتیاط سے......شاباش۔ بہت احتیاط سے۔"

اس نے انسپکٹر کیانی سے کہا۔

دوسری طرف صدیقی دونوں انسپکٹروں کو ہدایات دے رہا تھا۔ اس نے ان میں سے ایک کو فوراً شیریں کے گھر کے سامنے پہنچنے اور وہیں رہنے کی ہدایت کی تھی جبکہ دوسرے سے کہا تھا کہ وہ ان کا تعاقب ضرور کرے......لیکن معمولی شک پر بھی گاڑی کا رخ تبدیل کر لے......سمجھ گئے ناں......معمولی شک پر بھی ڈراپ کر دینا......رائیٹ۔"

صدیقی نے دہرایا۔

"یس سر......ڈونٹ وری سر۔" (Don't Worry Sir)

انسپکٹر نے اسے اطمینان دلایا۔

"آؤٹ۔"

صدیقی نے سلسلہ منقطع کیا۔

انسپکٹر کیانی نے ان کے قیام سے روانگی تک ایک ایک منٹ کی کارروائی اپنے ذہن پر نقش کر لی تھی۔

قریباً پندرہ منٹ یہاں گزارنے کے بعد وہ جس طرح آئے تھے اس طرح واپس لوٹ گئے۔

ہدایات کے مطابق اس کے دونوں ساتھی اپنے کام میں مصروف ہو گئے جبکہ اس نے تینوں کے باہر جانے اور پھر کار پر یہاں سے باقاعدہ رخصت ہونے کے فوراً بعد ہی اس منیجر سے رابطہ قائم کر لیا تھا۔

❀❀

انسپکٹر کیانی اپنے کام کا ماہر تھا۔ اس نے اپنا تعارف ضرور ایک سکیورٹی آفیسر کی حیثیت سے کروایا تھا۔

لیکن......اپنی ایجنسی غلط بتائی تھی۔

اس نے منیجر سے یہی بات کہی تھی کہ شہر کے مخدوش حالات کی وجہ سے انہیں بطور خاص پبلک اجتماعات کی نگرانی کرنی پڑتی تھی۔

"برادر ہم ملازم آدمی ہیں......آپ تو جانتے ہی ہیں۔"

اس نے دوبارہ وہی فقرہ دہرایا۔

اور......

منیجر مسکرا دیا۔

وہ خود بڑا ایڈونچر پسند تھا اور چند روز پہلے ہی یہاں ملازم ہوا تھا۔ اس سے پہلے وہ اسی سیٹھ کی ایک

اور بلڈنگ کا منیجر تھا۔ اپنی تفنن طبع کے ہاتھوں مجبور منیجر کیانی سے ضرورت سے زیادہ ہی تعاون کر رہا تھا۔

اس نے انسپکٹر کیانی کو اپنے کمرے میں بٹھا کر اس کے لئے چائے منگوائی تھی۔

"مجھے تو جناب خود سی آئی ڈی میں بھرتی کا بے حد شوق تھا لیکن ہائے ری قسمت، کہاں سے کہاں پہنچا دیا......"

اس نے انسپکٹر کیانی سے کہا۔

اور......کیانی نے اندازہ لگا لیا کہ بندہ کام کا ہے۔

اس نے اگلے پانچ دس منٹ میں اس سے باقاعدہ دوستی کرنے کے بعد اسے اپنا "سورس" بننے کی آفر کر دی تھی اور اس صورت میں نہ صرف بے شمار فوائد گنوائے تھے بلکہ اسے یہ بھی بتا دیا تھا کہ اس طرح اس کا تعارف انٹیلی جنس کے اعلیٰ حلقوں میں ہو جائے گا۔

منیجر جس نے اپنا نام طاہر بتایا تھا، کو اچھی طرح شیشے میں اتارنے کے بعد اس نے بڑے نامحسوس انداز میں اس کے اور تھوڑی دیر پہلے یہاں آنے والوں کے دوران گفتگو کی تفصیلات بھی جان لی تھیں۔

"پاگل ہیں سالے......"

طاہر نے کندھے اچکائے۔

"کیا مطلب؟"

انسپکٹر کیانی نے جان بوجھ کر حیرانگی سے کہا۔

"مطلب کیا جناب، ان لوگوں نے یہاں کوئی فنکشن کرنا ہے۔ سالے سکیورٹی کی تفصیلات تو ایسے پوچھ رہے تھے جیسے یہاں صدر یا وزیر اعظم نے آنا ہو......کتنے لوگ سکیورٹی سٹاف میں شامل ہیں؟ ہال میں آنے جانے کے راستے کہاں کہاں سے ہیں؟ پولیس کو بلایا جاتا ہے یا نہیں؟ اگر اچانک لائٹ آف ہو جائے تو کیا انتظامات ہیں؟ کسی حادثے کی صورت میں امدادی انتظامات کیا ہیں؟ وغیرہ وغیرہ......"

اس نے کہا۔

"یار......یہ ان کا فرض ہے معلوم نہیں کتنے اہم لوگ تھے۔"

انسپکٹر کیانی نے اسے مزید انگیخت کر کے اور اگلوانا چاہا۔

"جی کیا سالے ہوں گے......بھڑوے کہیں کے......کہہ رہے تھے انہوں نے ملک کے بڑے بڑے امپورٹرز ایکسپورٹرز کے لئے یہاں ایک ڈنر ارینج کرنا ہے اور کیا......یہ معمول کی بات ہے۔ اب انہیں بتاؤ کہ آگ لگے تو کیا ہوگا۔ لائٹ آف ہو جائے تو کیا ہوگا۔ ہت تیرے کی......میں نے تو کہہ دیا

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کہ آپ سیٹھ بات کرلیں۔ مجھے تو جو معلوم ہے آپ کو بتا دیا......"

طاہر نے اپنی بات ختم کی۔

❁❁

کیانی یہاں سے سیدھا کرنل صاحب کے پاس پہنچا تھا...... جو ایک نزدیکی سیف ہاؤس سے اس آپریشن کی نگرانی کر رہے تھے۔

کیانی نے اپنی اور طاہر کی گفتگو کا ایک ایک لفظ انہیں بتا دیا۔ جیسے جیسے وہ بات کر رہا تھا، کرنل ملک اور صدیقی دونوں ایک دوسرے کی طرف اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے وہ دونوں ایک ہی نقطے پر پہنچ گئے ہوں۔

"ویل ڈن شاباش، اب تم اپنی ڈیوٹی سنبھالو اور الرٹ رہو......"

صدیقی نے اسے جانے کا اشارہ کیا۔

"مسٹر صدیقی، مجھے فوری طور پر اس بنکویٹ ہال میں اگلے دس روز تک ہونے والی تقریبات اور ان میں وی آئی پی کی آمد کا مکمل ریکارڈ چاہئے...... دوسری بات بطور خاص پیش نظر رہے۔"

کرنل ملک نے انسپکٹر کیانی کے جاتے ہی کہا۔

"دو گھنٹے بعد آپ کی ٹیبل پر فہرست ہوگی سر۔"

صدیقی نے پراعتماد لہجے میں کہا۔

اور......

اجازت لے کر باہر آ گیا۔

اگلے آدھے گھنٹے میں وہ بنکویٹ ہال پہنچ چکا تھا۔

اس ہال کے مالک سیٹھ کی اس سے کسی زمانے میں یاد اللہ رہی تھی۔ آج اچانک صدیقی کو دیکھ کر وہ چونک پڑا۔

"خیریت خان صاحب۔"

وہ صدیقی کو اسی نام سے جانتا تھا۔

"جی ہاں، آج آپ سے ملاقات کا بہانہ نکل آیا۔ لیکن مطمئن رہئے ہم اچھے حالات میں مل رہے ہیں۔ آپ کے لئے پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ بلکہ یوں سمجھئے کہ میں آپ کی پریشانیاں ختم کرنے آیا ہوں۔"

صدیقی نے اسے قدرے مطمئن کرتے ہوئے کہا۔

"فرمایئے۔"

سیٹھ ہمہ تن گوش تھا۔ اس نے صدیقی کے ناں ناں کرنے کے باوجود اس کے لئے ٹھنڈا منگوا لیا تھا۔

"مجھے آپ کے بنکویٹ ہال میں اگلے دس روز تک ہونے والی تمام تقریبات کی تفصیل درکار ہے۔ آپ تو جانتے ہیں حالات کیسے چل رہے ہیں۔ ہماری طرف سے حفاظت میں کوتاہی نہ ہو جائے۔"

صدیقی نے کہا۔

"ارے واہ خان صاحب، اتنی معمولی سی بات کے لئے آپ نے خود زحمت کی۔ ارے صاحب، اپنے کسی حوالدار کو بھیج دیتے۔ مجھے حکم دیتے میں خود حاضر ہو جاتا۔"

سیٹھ نے چاپلوسی کا مظاہرہ کیا۔

"سیٹھ صاحب، میں نے سوچا خود ہی آپ کے نیاز حاصل کرلوں۔"

صدیقی نے کہا۔

سیٹھ کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ صدیقی صرف اس کام سے آیا ہے۔ اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی صفائی پیش کرنا شروع کر دی۔

"سارا دھندہ چوپٹ ہو گیا خان صاحب، میری تو ایک دم ساری بزنس خلاص ہو گئی تھی ...... یہ تو میری وائف کا سارا بزنس ہے۔ میں تو ادھر منشی کی جاب کرتا ہوں سائیں......"

ٹھیک ہے سیٹھ صاحب، اگر آپ کا دھندہ چل بھی رہا ہو تو مجھے کچھ لینا دینا نہیں۔"

یہ کہہ کر صدیقی اٹھ کھڑا ہوا۔

سیٹھ بظاہر تو اسے "بیٹھو صاحب ...... بیٹھو صاحب" کہہ رہا تھا لیکن یہ بات صدیقی بھی جانتا تھا کہ سیٹھ اداکاری کر رہا ہے۔ وہ تو یہی چاہتا ہوگا کہ ایک لمحے سے پہلے اس مصیبت سے چھٹکارا مل جائے......

سیٹھ نے بڑی گرم جوشی سے اسے کسی بھی خدمت کے لئے بے جھجک یاد فرمانے کے ساتھ رخصت کیا تھا۔

اگلے ایک گھنٹے میں صدیقی کے سپیشل سکواڈ نے ان تقریبات کے میزبانوں اور مہمانوں کی تفصیلات مہیا کر دی تھیں۔

اور......

دو روز بعد ہونے والی شادی کی ایک تقریب میں جب اسے شامل معزز مہمانوں کی فہرست میں ڈاکٹر شاہ کا نام دکھائی پڑا تو وہ چونک اٹھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

دوسرے ہی لمحے وہ کرنل ملک کے کمرے میں موجود تھا۔

"اوہ مائی گاڈ......سر! یہ تو کوئی خطرناک گیم ہے......"

یہ کہتے ہوئے اس نے دو روز بعد ہونے والی ایک شادی میں ڈاکٹر شاہ کی آمد کی خبر سنا دی۔

"ہوں تو یہ بات ہے۔"

کرنل ملک نے کسی نتیجے پر پہنچ کر سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"صدیقی......ریڈ الرٹ کردو......میں ہیڈ کوارٹر بات کرتا ہوں......شکر ہے خدایا......تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔اندھیرے میں چلایا تیر نشانے پر لگا......صدیقی ویل ڈن......ویل ڈن......"

کرنل ملک نے اسے باقاعدہ آگے بڑھ کر کندھا تھپتھپاتے ہوئے داد دی۔

❁❁

کرنل ملک نے "ڈیف کام" (فوجی ٹیلی فون) پر ہیڈ آفس میں براہ راست ڈی جی ون سے بات کی تھی اور اس کال کے پون گھنٹے بعد جانے والی فلائٹ سے اسے ہیڈ آفس پہنچنے کا حکم ملا تھا۔

"صدیقی......میں تمام معاملات اللہ کے اور تمہارے سپرد کر کے جا رہا ہوں۔لڑکوں کی تعداد دوگنا کردو......مجھے ہر آدھ گھنٹہ بعد تمام "بگ" گفتگو کی رپورٹ چاہئے۔تم ہر کال خود سننا......ایک لمحے کی غفلت ہم سب کو جیتے جی مار ڈالے گی، یاد رکھنا صدیقی دشمن نے اچانک سرپرائز دیا ہے۔بڑا چیلنج دیا ہے اور ہم اسے قبول کرتے ہیں......لڑکوں پر نظر رکھو......میجر صاحب اور کیپٹن صاحبان تمہارے ساتھ رہیں گے......کسی بھی ایمرجنسی کی صورت میں ہیڈ آفس میں میرے ساتھ فوراً جی ون پر رابطہ کرو......"

اس نے اچانک روانگی کا حکم ملنے پر ایئرپورٹ پر موجود لڑکے سے بورڈنگ کارڈ لینے اور ڈرائیور کو کار نکالنے کا حکم دیا تھا۔

"آپ مطمئن ہو کر جائیے سر......صدیقی کے جیتے جی یہاں کوئی سازش نہیں پنپ سکے گی......ہم خبردار ہیں سر!"

اس نے کرنل ملک سے ایسے پُراعتماد لہجے میں کہا کہ کرنل مطمئن ہو گیا۔

جہاز کی روانگی کو بمشکل سات آٹھ منٹ باقی تھے جب وہ بھاگم بھاگ جہاز کی سیڑھیوں تک پہنچا اور اگلے دو گھنٹے میں وہ بگنگ ٹیپ، نگرانی کے ریکارڈ اور باقی تمام تفصیلات سمیت ہیڈ آفس میں موجود تھا۔

ڈی جی ٹو خود اس ہنگامی میٹنگ کو کمانڈ کر رہے تھے......

کرنل ملک نے وہاں موجود انٹیلی جنس کے اعلیٰ دماغوں کے سامنے ایک مرتبہ پھر تمام حالات و واقعات اور ابتدا سے اب تک کی اپنی کارگزاری بیان کرنے کے بعد ایئرپورٹ کے مووی کیمرہ کی فلم،

تصاویر اور ان لوگوں کی گفتگو کی ریکارڈنگ انہیں سنائی......

وہاں موجود ہر شخص سنجیدہ اور ہر لحہ کسی بھی آفت سے مقابلے کے لئے تیار تھا......

بریفنگ کے خاتمے پر ان کے سوالات کے جواب دینے کے بعد وہ اپنی جگہ بیٹھ گیا۔

"آل رائٹ جنٹل مین......کیا حکمت عملی اختیار کی جائے؟"

ڈی جی ٹو کی آواز سنائی دی۔

اور......

وہاں موجود اعلیٰ دماغ ایک ایک کر کے اپنے ذہن میں تیار شدہ سکیورٹی پلان اور ان کے نتائج و عواقب بیان کرنے لگے۔

دو آراء سامنے آئی تھیں......ایک یہ کہ ڈاکٹر شاہ سے درخواست کی جائے کہ وہ اس شادی میں عین آخری لمحات میں شرکت سے انکار کر دیں۔اس ضمن میں کوئی بھی بہانہ تراشا جا سکتا تھا۔

دوسری رائے یہ تھی کہ انہیں آخری لمحات میں دو تین "ڈمی" کے ساتھ بنکویٹ ہال میں لے جایا جائے۔

دونوں طرف صاحب الرائے لوگ موجود تھے......اور ہر کوئی بہترین دلیل سے مسلح تھا۔رات دیر گئے تک وہ لوگ اپنے اپنے نقطہ نظر کی وضاحت اور ان کے حق میں دلائل دیتے رہے......

اب آخری فیصلہ ڈی جی ٹو کا تھا......!

اس نے ایک لحہ کے لئے کرنل ملک کی آنکھوں میں جھانکا جہاں بے پناہ اعتماد جھلک رہا تھا۔

"کرنل We Must Accept the Challenge......ہم بہرحال ان کا چیلنج قبول کریں گے......سب کچھ نارمل ہوگا......نارمل......"

انہوں نے کرنل ملک کی آنکھوں کے اعتماد سے حوصلہ پا کر بڑے مضبوط لہجے میں اپنا فیصلہ سنا دیا۔

"سر......"

کرنل ملک نے مستعد ہو کر کہا۔

"رائٹ جنٹل مین......ہمارے پاس 48 گھنٹے باقی ہیں......کراچی کی کمانڈ کرنل ملک سنبھالیں گے اور یہاں سے بریگیڈیئر محمود......"

انہوں نے بریگیڈیئر محمود کی طرف دیکھا۔

"صبح کی کوئی بھی فلائٹ چارٹر کر کے جتنے لڑکے ملک کو درکار ہیں فوراً ادھر بھیج دو......ڈاکٹر شاہ پر اس طرح سایہ کر دو کہ ان کے جسم کو ہوا بھی اپنی مرضی سے نہ چھو سکے......Do It......"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

انہوں نے آخری الفاظ خاصے بلند ادا کئے تھے۔

تمام آفیسر تن کر کھڑے ہو گئے۔

"گڈ لک محمود...... گڈ لک ملک"

ڈی جی ٹو نے ان کی طرف بھرپور نظروں سے دیکھا اور بڑے وقار سے اپنی کیپ سر پر رکھ کر کمرے سے باہر نکل گئے۔

وہ لوگ شام ڈھلے میٹنگ پر بیٹھے تھے اب صبح کی اذان ہو رہی تھی ...... اس درمیان انہوں نے صرف چائے، کافی اور سگریٹوں پر گزارہ کیا تھا۔

صبح پہلی فلائٹ سے دس اور پندرہ لڑکے اس کے بعد والی فلائٹ سے ان کی معاونت کے لئے کراچی جا رہے تھے۔

تمام لوگ مختلف راستوں سے، مختلف سواریوں سے بڑے نامحسوس انداز میں بالکل عام مسافروں کی طرح پہلے سے طے کردہ دو تین سیف ہاؤس میں پہنچے تھے۔

ایئرپورٹ پر ایک ہی وقت میں کئی ایجنسیاں آپریٹ کرتی تھیں۔ لیکن کیا مجال جو کسی کے نوٹس میں کوئی معمولی سی بات بھی آئی ہو...... ان میں اُن کی اپنی ایجنسی کے لوگ بھی شامل تھے...... انہیں بھی کانوں کان اس واقعہ کی خبر نہ ہو سکی۔

❁❁❁

شام ڈھل چکی تھی جب وہ اپنے ٹھکانے پر پہنچے۔

ڈنر اس نے صبح کی طرح شیریں کی معیت ہی میں کیا تھا۔ وہ خود کو کچھ تھکا تھکا اور بددل محسوس کر رہا تھا۔ اس تھکاوٹ اور بددلی کی وجہ سمجھنے سے وہ خود قاصر تھا۔

زندگی میں درجنوں مشن عظیم اسرائیل کی عظمت کو مزید چار چاند لگانے کے لئے وہ انجام دے چکا تھا۔ جب وہ ٹارگٹ کے نزدیک پہنچتا تو اس کے جوش و خروش میں مزید اضافہ ہو جاتا تھا۔

لیکن......

یہاں تو معاملہ الٹا پڑ رہا تھا۔ جانے ایک بے نام سا خوف اس میں کہاں سے در آیا تھا۔ اسے عجیب الجھن سی ہونے لگی تھی۔

ڈنر پر قریشی ان کے ساتھ موجود تھا۔

"خان صاحب ہم نے سکیورٹی کو انگیج رکھنے کے لئے پلان طے کر لیا ہے۔"

اس نے بالآخر مطلب کی بات شروع کی۔

"کیا؟"

اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"جس بنکویٹ ہال میں شادی کی یہ تقریب انجام پا رہی ہے، اس سے بمشکل دو فرلانگ کے فاصلے سے کچھ غیر ملکی ٹرانسپورٹ انہی اوقات میں گزرتی ہے...... میں اپنے لڑکوں سے غیر ملکی وین پر حملہ کروا دوں گا...... چونکہ اس مسئلے پر پہلے ہی اس حکومت کو بڑی سبکی کا سامنا کرنا پڑا ہے...... ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں پھول جائیں گے۔ سب حادثہ والی جگہ کی طرف رش کریں گے اور شہر کی ساری موبائل حملہ آوروں کی تلاش پر لگا دی جائیں گی...... یہ بہترین موقع ہوگا۔ آپ آسانی سے کام کر سکتے ہیں۔"

قریشی نے اسے سمجھایا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"گڈ...... خاصے ذہین لوگ ہیں آپ......"

یعسوب نے بظاہر اس کی حوصلہ افزائی کی۔

"فرار کے راستے کون کون سے ممکن ہو سکتے ہیں؟"

اگلا سوال یعسوب نے کیا تھا۔

"میں نے اب تک تین راستوں کا انتخاب کیا ہے۔ پہلا یہ، دوسرا یہ اور تیسرا راستہ یہ ہے جو بغلی دروازہ کی طرف کھلے گا۔"

قریشی نے کاغذ پر تیار کردہ نقشہ سامنے بچھا کر اسے سمجھایا۔

"ویل...... ٹرانسپورٹ کا بندوبست؟"

یعسوب کسی امکان کو نظر انداز نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس سوال کے جواب میں قریشی نے اسے بتایا کہ کہاں کہاں گاڑیاں اس کے لئے موجود ہوں گی۔

اس دوران یعسوب نے اس سے بنکویٹ ہال کی طرف آنے والے تمام راستوں کی تفصیلات پوچھ لی تھیں اور یہاں سے گزرنے والی ہر ممکن ٹریفک کا علم بھی اسے ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے مسٹر قریشی ...... میرے خیال سے مجھے اب آرام کرنا چاہئے۔ اب ہماری ملاقات بنکویٹ ہال میں ہوگی۔ میں کسی بھی وقت یہ بنگلہ چھوڑ رہا ہوں...... آپ مطمئن رہئے گا اور ہر کام وقت اور منصوبے کے مطابق ہونا چاہئے۔" اس نے اچانک ہی یہ بات کہہ کر قریشی کے پاؤں تلے زمین سرکا دی۔

"مم...... میں سمجھا نہیں مسٹر خان۔"

اس نے گھبرا کر پوچھا۔

"میرا خیال تھا آپ مقامی زبان زیادہ اچھی طرح سمجھتے ہوں گے۔ چلئے میں انگریزی میں بھی کہہ دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر یعسوب نے باقاعدہ اپنی بات کا انگریزی میں ترجمہ کر دیا۔

"مسٹر خان سر! یہ بات نہیں، وہ تو میں سمجھ گیا لیکن میرا عرض کرنے سے مطلب یہ تھا کہ مجھے کچھ اور ہدایات ملی تھیں۔"

اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"میرے خیال سے آپ کو ہدایات بھی ضرور ملی ہوں گی کہ مجھے کسی بھی کام اور منصوبے میں تبدیلی کا مکمل اختیار ہے۔"

اس نے قریشی کی طرف مسکراہٹ اچھالی۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس طرح آپ کی سکیورٹی......"

"آپ میری سکیورٹی کی فکر بالکل نہ کریں اور برائے مہربانی اپنا خیال رکھیں کیونکہ مجھے تو اپنا کام مکمل کر کے چلے جانا ہے جبکہ آپ نے ابھی اسی شہر میں رہنا ہے۔"

یعسوب نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ٹھیک ہے مسٹر خان ...... ڈرائیور اور گاڑی موجود ہے۔ آپ جیسے مناسب سمجھیں کر لیں۔ برائے مہربانی جس ہوٹل میں آپ کا قیام ہو، اس سے ہمیں ضرور باخبر رکھیں۔"

قریشی نے درخواست کے لہجے میں کہا۔

"مجھے جب بھی آپ کی ضرورت محسوس ہوئی بغیر جھجک آپ کے پاس آؤں گا۔ فی الوقت آپ یہ بات جان لیجئے کہ میں آپ کو زحمت دے کر پریشان نہیں کروں گا۔ میں نے کہا نا کہ آپ نے ابھی بہت کام کرنا ہے اور آپ جیسے لوگوں کو ہم ہر طرح محفوظ رکھتے ہیں۔"

یعسوب نے کہا۔

"اوکے سر۔"

قریشی نے بالآخر ہتھیار ڈال دیئے۔

وہ قدرے پریشان ہو گیا تھا کہ اس اچانک بپتا سے کیسے نمٹے جو یعسوب نے اس کے لئے کھڑی کر دی تھی۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انہیں یعسوب کی ہر بات خواہ وہ غلط ہو یا صحیح، اس کا حکم سمجھ کر ماننے کی ہدایت کی گئی تھی۔

لیکن......

اسے ہرگز امید نہیں تھی کہ حمید خان ایسا کوئی فیصلہ اچانک کر دے گا۔ کیونکہ اس طرح اس پر نظر رکھنا ممکن نہیں تھا۔ معلوم نہیں وہ کب کیا کر گزرے اور یہ بھی تو ممکن تھا کہ اسے کچھ کرنے سے پہلے ہی دبوچ لیا جائے۔ آخر وہ لوگ بھی کچھ کم سمارٹ نہیں تھے۔

اس بات کو تو قریشی بھی اچھی طرح سمجھ سکتا تھا کہ ڈاکٹر شاہ کی حفاظت کے لئے پاکستانی ایجنسیوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہوگا اور وہ یوں ٹھنڈے پیٹوں اس پر حملہ برداشت بھی نہیں کریں گے۔

یہ تو بعد کی بات تھی کہ "را" کو کامیابی حاصل ہوتی یا نہیں۔ مگر ایک بات ابھی سے طے تھی کہ ڈاکٹر شاہ پر حملے کی صورت میں پاکستانی ایجنسیاں سارا شہر ہلا کر رکھ دیں گی۔

ان لوگوں نے تو آج صبح ہی "مقامی پارٹی" میں اپنے مخصوص لوگوں کو بلا کر کسی بھی ایمرجنسی کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

لئے تیار رہنے کا حکم دے دیا تھا۔

جن لڑکوں سے غیر ملکیوں پر حملہ کروانا مقصود تھا انہیں صبح ہی ہدایات اور ساز و سامان دے کر رخصت کر دیا گیا تھا اور ہیڈ کوارٹر میں کوئی کام کا بندہ نہیں رہ گیا تھا۔

تمام اہم عہدے دار خصوصاً تخریبی کارروائیوں میں حصہ لینے والے اور ''را'' کے لئے وقتاً فوقتاً خدمات انجام دینے والوں کو تو دوسرے شہروں کی طرف روانہ کر دیا گیا تھا۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ وہ ان شہروں میں اپنی موجودگی کے ثبوت ضرور اپنے پاس رکھیں تاکہ وقت آنے پر انہیں پولیس کے سامنے پیش کیا جا سکے۔

''را'' نے کوئی معمولی کام انہیں نہیں سونپا تھا۔

پہلے پہل جب قریشی کو لندن میں اس منصوبے اور ''را'' کی خواہش سے آگاہ کیا گیا تو اس مرتبہ اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ لوگ اب اس بری طرح ''را'' کے چنگل میں پھنس چکے تھے کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے ناگزیر ہو گئے تھے۔

''آپ کو کسی بھی قسم کا اسلحہ درکار ہو تو حکم کریں۔''

قریشی نے پوچھ ہی لیا۔

''مسٹر قریشی، ظاہر ہے یہاں میری ہر ضرورت آپ نے خود پوری کرنی ہے اور میں ایسی کسی بھی ضرورت سے صرف آپ ہی کو آگاہ کروں گا۔''

اس نے قریشی کی تسلی کر دی۔

''او کے سر...... میں اب چلتا ہوں، کچھ ہوم ورک کرنا ہے اور باقی تیاریاں بھی کرنی ہیں۔''

قریشی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''رائٹ مسٹر قریشی...... گڈ لک۔''

یعسوب نے کھڑے ہو کر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

اور......

قریشی اس سے بظاہر گرم جوشی سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا حالانکہ وہ بہت غیر مطمئن یہاں سے واپس جا رہا تھا۔

جیسے ہی وہ بنگلہ سے باہر نکلا اس کی نگرانی پر موجود انسپکٹر نے صدیقی کو وائرلیس پر آگاہ کر کے اگلی ہدایت مانگ لی۔

''اسے جانے دو، تم صرف دوسرے آدمی پر نظر رکھو۔''

صدیقی نے معمولی خطرہ بھی مول نہیں لیا تھا۔ اس مرحلے پر وہ کھیل خراب کرنے کا رسک ہرگز نہیں لے سکتے تھے۔

قریشی بڑے آرام سے اپنے بنگلے پر پہنچ گیا جہاں اس نے اپنے فون کے ذریعے چوہان کو اطلاع کر دی تھی کہ اچانک یعسوب نے کیا پلان بنا لیا ہے۔

چوہان کو وہ روزانہ کی معمول کی رپورٹ دیتا رہتا تھا۔ آج بھی اس نے معمول کی کارروائی جان کر فون کیا تھا۔

لیکن......

دونوں یہ بات جانتے تھے کہ یہ غیر معمولی بات ہے۔

''او کے Let Him Do (اسے کرنے دو۔)''

چوہان نے مختصر جواب دے کر فون بند کر دیا۔

وہ اس فون پر مختصر بات ہی کیا کرتے تھے کیونکہ دونوں کو فون بگ ہونے کا دھڑکا بہر حال لگا رہتا تھا۔

اس کی بات سن کر چوہان نے فوراً آہلووالیہ کے کمرے کا رخ کیا تھا جس نے چوہان کی طرح اس پیغام پر صرف ایک مسکراہٹ اچھال کر اپنا تبصرہ کر دیا تھا۔

''یار یہ سالے موساد والے بہت محتاط ہوتے ہیں اور تمہیں تو علم ہے کہ یہ اپنے باپ پر بھی اعتبار نہیں کرتے۔ ہم پر کیوں کرنے لگے...... میرے خیال تو یہ اچھا ہی ہو رہا ہے۔''

آہلووالیہ نے مسکراتے ہوئے معنی خیز نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''ہاں جناب ہمارا کام اور آسان ہو جائے گا۔''

چوہان نے کہا۔

اور......

دونوں قہقہہ مار کر ہنس دیئے۔

یہ کام کیا تھا؟

اسے کون کرنے جا رہا تھا؟

اس کی نوعیت کیا تھی؟

ان سوالات کے جوابات کا علم ساری دنیا میں صرف تین آدمیوں کو تھا جس میں دو یہاں موجود تھے اور تیسرا ''را'' کا ڈائریکٹر جنرل......

❁❁

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سیٹھ دارووالا گزشتہ پندرہ روز سے مسلسل نگرانی میں تھا۔

جب سے اس کی فیکٹری میں اسلحہ اور گولا بارود کی موجودگی کا علم ہوا، بڑی خاموشی سے کرنل ملک کی ٹیم اس کی نگرانی کر رہی تھی۔

ابھی تک یہاں سے دو مرتبہ اسلحہ آیا اور شہر میں دو تین مقامات پر تقسیم ہوا تھا۔

اور......

یہ تمام مقامات اب انٹیلی جنس والوں کے علم میں آ چکے تھے۔

آج صدیقی اور کرنل ملک نے ایک اہم آپریشن ترتیب دے لیا تھا جس پر ان کی کامیابی کا کم از کم پچاس فیصد دارومدار تھا۔

یہ بڑا نازک آپریشن تھا جس کی منظوری کرنل ملک نے اپنے طور پر ہیڈ آفس سے لے لی تھی کیونکہ انکشاف کی صورت میں اس کے بہت غلط نتائج بھی برآمد ہو سکتے تھے۔

انسپکٹر سعید کی طرف سے انہیں سیٹھ کے پل پل کی خبر رہتی تھی۔

جب سے حمید خان آیا تھا شیریں اسی سے چپک کر رہ گئی تھی اور آج کل سیٹھ کچھ وقت کے لئے اکیلا ہی گھر آیا اور واپس جایا کرتا تھا۔

اس وقت بھی وہ دوپہر کے بعد خود ہی گاڑی چلا کر اپنی فیکٹری سے برآمد ہو رہا تھا جب وہاں اس کے استقبال کے لئے پہلے سے موجود سکواڈ حرکت میں آ گیا۔

انڈسٹریل ایریا کی سڑکیں کچھ زیادہ معروف نہیں ہوتی تھیں لیکن یہاں موبائل ضرور وقتاً فوقتاً چکر لگایا کرتی تھی۔

اس وقت سیٹھ دارووالا اپنی فیکٹری سے بمشکل تین چار کلومیٹر دور ایک ویران سڑک سے گزر رہا تھا جب اس کے پیچھے آنے والی موبائل، جس میں سفید پوش موجود تھے، اسے رکنے کا اشارہ کر کے اس طرح اس کے سامنے کھڑی ہوئی کہ سیٹھ کے لئے گاڑی روکنا ناگزیر کر دیا۔

موبائل سے ایک نوجوان سفید پوش نیچے اترا اور سیٹھ سے مخاطب ہوا۔

"معاف کیجئے ......ہم معمول کی چیکنگ کر رہے ہیں۔ یہاں ایک واردات ہو گئی ہے، آپ برائے مہربانی گاڑی سے باہر آ جائیے۔"

اس کا گفتگو کرنے کا لہجہ بہت شریفانہ اور مہذب تھا۔

یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔

ویسے یہاں کا معمول تھا، کسی بھی وقت کسی بھی گاڑی کو روک کر یہ لوگ اس کی تلاشی لے سکتے تھے۔

"میرا نام سیٹھ دارووالا ہے......آپ مجھے جانے دیجئے۔"

سیٹھ نے اپنا تعارف کروا کر ان پر رعب جمانا چاہا۔

"اگر آپ سیٹھ دارووالا ہیں تو میں آپ کے ایک معزز شہری ہونے کے ناطے آپ سے زیادہ اور بہتر تعاون کی امید کروں گا۔ برائے مہربانی آپ گاڑی سے باہر آ جائیے۔"

اس نے اپنے لہجے کی نرمی اور شرافت برقرار رکھی۔

اسی اثناء میں اس کے دو تین اور ساتھی نیچے اتر آئے تھے۔

سیٹھ نے اندازہ لگا لیا کہ یہ اس طرح جان چھوڑنے والے نہیں، وہ بادل نخواستہ گاڑی سے باہر آ گیا۔

ابھی وہ بمشکل کھڑا ہی ہوا تھا جب اس کی پشت پر کھڑے ایک لمبے تڑنگے مضبوط قد کاٹھ کے سفید پوش نے اپنی جیب سے ایک رومال نکالا اور سیٹھ کو قابو کر کے اس کے منہ پر اس طرح جمایا کہ اس کے لئے حرکت کرنا ممکن نہ رہا۔

اس کام میں ایک اور سفید پوش اس کا معاون تھا۔

سیٹھ دارووالا کو دن میں ستارے ناچنے کا احساس ہوا اور اچانک یہ چکا چوند ماند پڑ گئی۔

اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی......

تیسرے سفید پوش نے اس دوران پھرتی سے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا اور وہی سفید پوش سیٹھ صاحب سمیت گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

سیٹھ بے ہوش تھا۔

لیکن......

بادی النظر میں کسی کو اس کا علم نہ ہو پاتا۔

اسے انہوں نے سیٹ پر بالکل اسی طرح بٹھایا ہوا تھا جیسے عام حالت میں بیٹھا جاتا ہے۔

جس سفید پوش کا سیٹھ سے مکالمہ ہوا تھا اس نے گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور اسے یہاں سے قریباً دس کلومیٹر دور تک اڑاتا ہوا لے گیا۔

اب وہ ایک ماڈرن لیکن سنسان آبادی کے ایک بنگلہ میں داخل ہو رہے تھے۔

یہ ان کا کوئی سیف ہاؤس تھا۔

سیٹھ کو وہ ڈنڈا ڈولی کرتے ایک آرام دہ صوفے تک لے آئے تھے اور اب وہ ڈرائنگ روم میں موجود تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

پانچ منٹ بعد انہوں نے سیٹھ کو نارمل کر دیا۔ سیٹھ صاحب نے جب چونک کر آنکھیں کھولیں تو ان کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ ان کے سامنے کرنل ملک اور صدیقی یاجوج ماجوج بنے بیٹھے تھے۔

"کیا ہے یہ؟ آپ لوگ کون ہیں؟ میں کہاں ہوں؟"

اس نے گھبرا کر اٹھنا چاہا۔

لیکن......

صدیقی نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے بٹھا دیا۔

"سیٹھ صاحب مطمئن رہیئے۔ آپ محفوظ ہاتھوں میں ہیں اور شکر کیجئے کہ بچ گئے ورنہ آپ کے دوستوں اور آپ کی زوجہ محترمہ نے تو آپ کو مار دینے کا منصوبہ بنایا تھا۔"

صدیقی نے کہا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا۔ آپ کیا بک رہے ہیں؟"

سیٹھ اب مکمل ہوش میں آ چکا تھا۔

"ہمارا مطلب چھوڑیئے سیٹھ صاحب اور کام کی بات کیجئے۔ وقت ہمارے پاس بھی کم ہے اور آپ کے پاس بھی...... میرے خیال سے ہم مطلب کی بات پر آ جائیں تو ہم سب کے لئے بہتر ہو گا۔"

کرنل ملک نے کہا۔

اور......

صدیقی نے بھرپور نفسیاتی حملے کا آغاز کر دیا۔

"سیٹھ صاحب آپ کا جتنا استعمال شیریں، قریشی اور ضیائی نے کرنا تھا، انہوں نے کر لیا...... ہمیں تمام تفصیلات بتانے پر مجبور نہ کیجئے...... آپ کی فیکٹری میں ناجائز اسلحہ، گولا بارود کا سارا ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے......"

"اب ان لوگوں نے آپ کو مارنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ہماری طرف سے آپ مر جائیں اور وہ بھی جہنم میں جائیں، لیکن ہمارے افسران کو یقین ہے کہ آپ بے گناہ ہیں اور یہ لوگ آپ کو بلیک میل کر کے اپنا کام چلا رہے ہیں"

صدیقی جیسے جیسے بول رہا تھا، سیٹھ دارو والا کے چہرے کی رنگت زرد پڑ رہی تھی۔ اس نے فوراً ہی اپنی جیب سے ایک شیشی نکال کر دو گولیاں زبان کے نیچے رکھی تھیں۔

"دیکھیئے مم مجھے جانے دیجئے۔ خدا کے لئے میں دل کا مریض ہوں، میں پہلے ہی بہت اذیت میں ہوں۔"

سیٹھ نے روہانسی آواز سے کہا۔

"سیٹھ صاحب، ہم آپ کو اس اذیت سے چھٹکارا ہی تو دلانا چاہتے ہیں۔"

اس مرتبہ ملک کی باری تھی۔

"کک کیا مطلب ہے آپ کا......"

سیٹھ دارو والا خوفزدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"دیکھئے سیٹھ صاحب، اگر آپ نے ہمارا مطلب جاننا شروع کر دیا تو گاڑی نکل جائے گی۔ میں نے آپ سے کہا ناں کہ ہم آپ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہمارے ارادے نیک نہ ہوتے تو اس بات کا علم ہونے پر کہ آپ کی فیکٹری دہشت گردوں کا اڈہ بن چکی ہے، آپ کو گولی مار دیتے...... ہم جانتے ہیں وہ لوگ آپ کو بلیک میل کر رہے ہیں اس لئے آپ کو ان سے بچانا چاہتے ہیں تاکہ صحیح لوگ قابو آ جائیں، بے گناہ نہ مارے جائیں۔"

صدیقی نے کہا۔

"اگر آپ کو سب کچھ معلوم ہے تو آپ یہ بھی جانتے ہوں گے اگر اس بات کا انہیں علم ہو گیا کہ مجھے آپ نے پکڑ رکھا ہے تو وہ مجھے مار ڈالیں گے۔"

سیٹھ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

خوف سے ابھی تک وہ ابنارمل دکھائی دے رہا تھا۔

"ہم بھی تو چاہتے ہیں کہ انہیں اس بات کا علم نہ ہونے پائے جس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ فی الوقت اپنے گھر فون کر دیں کہ آپ رات دیر سے گھر پہنچیں گے وہ پریشان نہ ہوں...... کیونکہ گھر والے ہی آپ کے متعلق پریشان ہوں گے...... قریشی اور آپ کی دوسری زوجہ محترمہ آج کل دوسرے کام میں مصروف ہیں اس لئے دو تین روز تک وہ آپ سے مکمل غافل رہیں گے۔"

صدیقی نے اس سے کہا۔

سیٹھ کو اس بات کی سمجھ تو آ گئی تھی کہ یہ لوگ واقعی اسے نقصان نہیں پہنچانا چاہتے بلکہ اس کے ذریعے اصل مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچائیں گے۔

"دیکھئے جو آپ کوئی بھی ہیں...... اگر آپ کو حالات و واقعات کا علم ہے تو آپ جانتے ہیں کہ میں بے گناہ ہوں......"

بالآخر اس نے ہتھیار ڈال دیئے۔

"ہمیں علم ہے سیٹھ صاحب...... اب آپ فوراً اپنے گھر فون کر کے انہیں مطمئن کر دیجئے کہ آپ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کسی دوست کے پاس رک گئے ہیں اور گھر آنے میں آپ کو دیر بھی ہو سکتی ہے۔"

اسے صدیقی نے مشورہ دیا۔

اور......

سیٹھ کے پاس سوائے ان کے مشوروں پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے کے اور کوئی راستہ باقی نہیں بچا تھا۔

وہ جانتا تھا یہ لوگ جو اس سے متعلق اتنا کچھ جانتے ہیں یقیناً سب کچھ کر گزرنے کی طاقت بھی رکھتے ہوں گے اور ان سے تعاون ہی اس کے لئے بہترین راستہ ہے۔ یوں بھی وہ اب اس روز روز کی بلیک میلنگ سے تنگ آ چکا تھا اور اس زندگی سے نجات بھی حاصل کرنا چاہتا تھا۔

"آپ کیا پینا پسند فرمائیں گے......"

کرنل ملک نے مہذب لہجے میں دریافت کیا۔

اور...... تھوڑی دیر بعد سیٹھ کافی کا مگ منہ سے لگائے انہیں اپنی رام کہانی سنا رہا تھا جو اس کے سامنے دھرے ٹیپ ریکارڈ میں ریکارڈ ہو رہی تھی۔ اس نے تو اپنی کہانی آدھے گھنٹے میں سنا دی تھی۔

لیکن......

ان لوگوں کے سوالات کا سلسلہ تین گھنٹے تک جاری رہا۔ اس دوران انہوں نے خود بھی سیٹھ صاحب کے ساتھ سینڈوچ کھائے تھے۔ وہ قریشی، ضیائی اور شیریں سے متعلق ایک ایک تفصیل کرید کرید کر دریافت کر رہے تھے اور تین گھنٹے بعد سیٹھ دارو والا کے پاس بتانے کے لئے کچھ باقی نہیں رہا تھا۔

اس نے اپنے گزشتہ چھ سات ماہ کے لئے ایک ایک منٹ کی تفصیلات اگل دی تھیں......

اب صدیقی کی باری تھی......

"سیٹھ صاحب آپ کو شاید یہ جان دکھ ہو کہ جسے آپ اپنی سب سے زیادہ ہمدرد سمجھ رہے ہیں دراصل وہی آپ کی سب سے بڑی دشمن ہے۔"

اس نے شیریں سے متعلق کمنٹس کیا۔

اور...... سیٹھ حیرت سے اس کا منہ دیکھتا رہ گیا۔ اسے بتایا گیا کہ شیریں کو ان لوگوں نے دراصل اسے اپنے جال میں پھانسنے کے لئے خود ہی میدان میں اتارا تھا اور اس نے سیٹھ صاحب کی جعلی محبت کا بھرپور استعمال کرنے کے بعد اس ضمن میں خاصی کامیابی حاصل کر لی ہے۔

"اور دیکھئے سیٹھ صاحب...... جس طرح قانون سے لاعلمی کبھی ملزم کے حق میں دلیل تسلیم نہیں کی جاتی اس طرح آپ کی ہر بات بھی پولیس ماننے کے لئے تیار نہیں ہو گی کہ آپ نے یہ سب کچھ محض اس

لئے برداشت کیا کہ آپ کو اپنی جان کا خطرہ تھا۔ بہر حال آپ یہ بات اپنے بیان میں تسلیم کر چکے ہیں کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے آپ کی فیکٹری میں اسلحہ گولا بارود آتا اور جاتا رہا ہے اور یہ بات آپ کے خلاف استعمال ہو سکتی ہے...... آپ پولیس کو مطلع کر سکتے تھے۔ بہر حال ہم آپ کو ایک چانس دے رہے ہیں۔ آپ معمول کی زندگی بسر کیجئے۔ ان کے ہر حکم پر آنکھیں بند کر کے عمل کرتے جائیے۔ لیکن ان لوگوں کی ہر کارروائی ہمارے علم میں ہونا ضروری ہے۔ میں آپ کو دو فون نمبر دے رہا ہوں...... انہیں ازبر کر لیجئے اور ان پر رابطہ کیجئے...... لیکن ہوشیاری کے ساتھ...... آپ کی ذرا سی غلطی سے سارے کیے کرائے پر پانی بھی پھر سکتا ہے...... اور آپ کی جان بھی جا سکتی ہے۔ خبردار شیریں کو ایک لمحے کے لئے یہ احساس نہ ہونے پائے کہ آپ کو اس کی اصلیت کا علم ہو چکا ہے......"

اس نے اپنی بات ختم کر کے ایک سلپ پر دو فون نمبر لکھ کر اس کی طرف بڑھا دیئے۔

"ہم آپ کو چھوڑ رہے ہیں...... سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو آپ کے چار پانچ گھنٹے غائب ہونے کا علم نہیں ہونا چاہئے۔ اس کے لئے کچھ بھی بہانہ تراش لیجئے...... ہمیں تو یقین ہے کہ وہ آپ کی طرف سے فی الوقت مطمئن ہیں پھر بھی احتیاط ضروری ہے۔"

اس مرتبہ صدیقی نے اسے سمجھایا۔

رات ایک پہر ڈھل چکی تھی جب سیٹھ صاحب کو ان لوگوں نے عزت و احترام سے رخصت کر دیا۔

سیٹھ صاحب اپنی گاڑی حسب معمول خود ہی چلا کر لے جا رہے تھے۔ انہیں ان کی گاڑی تک آنکھیں باندھنے کے بعد پہنچایا گیا تھا۔

گاڑی سڑک کے کنارے ہی کھڑی تھی۔ سیٹھ کو یہ علم نہ ہو سکا کہ اس کی گاڑی دوپہر سے یہیں موجود ہے یا اسے کہیں سے لا کر یہاں کھڑا کیا گیا ہے۔

اسے تو اس بات کی بھی خبر نہیں تھی کہ یہ گاڑی اب "بگ" ہو چکی ہے اور اس میں ہونے والی تمام گفتگو ریکارڈ ہو رہی ہے۔

گاڑی میں ایک اور آلہ نصب ہو چکا تھا جو اس کی آمد و رفت سے آگاہ رکھتا......

ایک وین اس گاڑی سے چار پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر موجود تھی جسے "آپریشن روم" کہا جا سکتا تھا، ایک مناسب فاصلے سے اس وین میں سیٹھ صاحب کی گاڑی کی ممکنہ نقل و حرکت...... اس میں ہونے والی تمام گفتگو سب پر نظر رکھی جا رہی تھی۔

❁❁

"ہوں......"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آہلووالیہ نے اپنے سامنے کھڑے مضبوط جسم اور ہر لحہ مستعد رہنے والی آنکھوں والے نوجوان پر نظریں ڈال کر سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"سر...... یہ مائیکل ہے......"

چوہان نے اس کا تعارف کروایا۔

وہ اسے شام ڈھلے ایئرپورٹ کے نزدیک "را" کے اس انتہائی خفیہ اور اہم ترین "سیف ہاؤس" میں لے کر آیا تھا جہاں بہت اہم شخصیات کو ہی گھسنے کی اجازت تھی۔ جس نوجوان کا تعارف اس نے مائیکل کے نام سے کروایا تھا اس کا تعلق بھارتی فوج کے ایس ایس جی (کمانڈوز) سے تھا اور اس سے پہلے سری لنکا، نیپال، پاکستان اور مالدیپ میں اس نوعیت کے دس بارہ کارنامے انجام دے چکا تھا۔

مائیکل کا نام کیا تھا؟

اس کا تعلق فوج کی کس یونٹ سے ہے؟

اس کا ماضی کیا ہے؟

اور......

اصل میں وہ کیا ہے؟

ان سوالات کے جوابات اس کے ساتھیوں کے پاس بھی نہیں تھے۔

یوں تو وہ بھارتی فوج کا میجر تھا۔

لیکن...... اسے اکثر "را" اپنے لئے Hire کیا کرتی تھی اور "را" کی فائلوں میں اس کا نام صرف مائیکل تھا۔

مائیکل ڈیپوٹیشن پر گزشتہ دو سال سے ایس ایس بی (سپیشل سروسز بیورو) کے ایک کیمپ میں بطور انسٹرکٹر موجود تھا۔ اسے یہ خصوصی ڈیوٹی بھی اس لئے سونپی گئی تھی کہ اس کے کبھی کبھی اچانک غائب ہونے پر اس کی کمپنی کے نوجوانوں کو شک نہ گزرے۔

اب چونکہ وہ اپنی یونٹ سے جا چکا تھا اس لئے کسی کو اس کی دیگر کارروائیوں کا علم نہیں تھا۔ مائیکل کو مارشل آرٹس کی بہترین تربیت دلائی گئی تھی اور یہ دعویٰ بھی کیا جا سکتا تھا کہ اس کا شمار بھارتی فوج کے چند ایسے کمانڈوز میں ہوتا تھا جو اس فن میں یکتائے روزگار ہیں۔

گزشتہ دو سال سے وہ نشانہ بازی میں 90 تا 95 فیصد نمبر حاصل کر رہا تھا۔ اسے Moving Target (چلتے ہوئے ٹارگٹ) پر نشانہ لگانے کی خصوصی مہارت حاصل تھی۔

مائیکل بہترین "سنائپر" تھا۔

ہزاروں کے مجمع میں چلتے ہوئے وہ اپنے مخصوص ٹارگٹ پر نشانہ لگانے میں مہارت رکھتا تھا۔ اس نے گزشتہ دنوں سری لنکا کے دارالحکومت میں درجنوں لوگوں کی موجودگی میں بس میں سوار اپنے ٹارگٹ کو سائلنسر لگے طاقتور پستول سے نشانہ لگا کر مارنے کے بعد راہ فرار اختیار کی تھی۔

پولیس کے نرغے میں پھنس کر نکل جانے میں وہ ماہر سمجھا جاتا تھا اور اس کا عملی مظاہرہ بھی کر چکا تھا۔ تھائی لینڈ کے ایک ہوٹل کی پانچویں منزل پر اس کے کمرے کو پولیس نے گھیر رکھا تھا اور وہ کھڑکی کے راستے فرار ہو کر بھارت پہنچ گیا۔

"مائیکل" کی خدمات خطیر معاوضے پر "را" حاصل کیا کرتی تھی۔ ہر مشن کے آغاز اور اختتام پر اسے انعام کی صورت میں لاکھوں روپے دیئے جاتے تھے اور عام حالات میں وہ بادشاہوں جیسی زندگی بسر کیا کرتا تھا۔

❁❁

"یہ ہے تمہارا ٹارگٹ......"

آہلووالیہ نے اس کے سامنے یعسوب کی درجنوں تصاویر جو مختلف اینگلز سے کھینچی گئی تھیں، پھینکتے ہوئے کہا۔

اسے اسی خاص مقصد کے لئے یہاں بلایا گیا تھا۔

"را" نے ایک خطرناک چال چلنے کا فیصلہ کر لیا تھا...... ایسا کھیل وہ بہت عرصے کے بعد رچا رہے تھے۔

لیکن......

ایسا پہلی مرتبہ نہیں ہو رہا تھا۔

"موساعد" کا تو اصول ہی By away of deception, thou halt do war تھا اور وہ برملا اس پر فخر بھی کرتے تھے۔

لیکن......

"را" کے کرتا دھرتا یہودیوں سے بھی دو ہاتھ آگے تھے۔

ان کے پاس چانکیہ کوٹلیہ کی دو ہزار سال پرانی تربیت نسل در نسل منتقل ہوتی آ رہی تھی اور وہ فریب، دھوکہ دہی، ہیرا پھیری، پیٹھ میں خنجر گھونپنا، غرض منافقت کے ہر داؤ کے ماہر تھے......

آج بھی انہوں نے ایک ایسا ہی داؤ کھیلنے کا فیصلہ کیا تھا۔

وہ ایک تیر سے دو شکار کرنے جا رہے تھے......

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"را" کے اصل دماغوں نے پاکستان انٹیلی جنس ایجنسی کو براہ راست "موساعد" سے ٹکرا کر اپنا الو سیدھا کرنے کا خطرناک منصوبہ بنایا تھا۔

یہ منصوبہ شیطان ذہنوں نے بڑی ریاضت اور محنت کے بعد اس انداز سے ترتیب دیا تھا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی اور ان کا کام بھی بن جاتا۔

انہوں نے ایک طرف تو موساعد کے "کائی ڈون" یعسوب کی خدمات ڈاکٹر شاہ کے قتل کے لئے حاصل کر رکھی تھیں۔

اور......

دوسری طرف اپنے گوریلے کو حکم دیا تھا کہ جیسے ہی یعسوب کا کام مکمل ہو وہ اس کا کام تمام کر دے۔ جس کے بعد "را" نے یہ اہتمام کر لیا تھا کہ وہ یعسوب کی شناخت آئی ایس آئی کو بطور "موساعد" ایجنٹ کروا سکے۔

اس طرح وہ پاکستانی حکومت کو یہ باور کروانے میں کامیاب ہو جائے کہ "موساعد" براہ راست پاکستان میں آپریٹ کر رہی ہے اور جہاں ایک طرف پاکستان انٹیلی جنس ایجنسی کے لئے ایک نیا محاذ کھل جاتا، وہاں دوسری طرف وہ "موساعد" کو براہ راست پاکستان سے ٹکرا دیتے کیونکہ ان کے کائی ڈون کی پاکستانی ایجنسیوں کے ہاتھوں موت کا انتقام موساعد ضرور لیتی......

اسی آڑ میں وہ موساعد سے زیادہ سے زیادہ تعاون پاکستان کے خلاف حاصل کر سکتے تھے۔

اس منصوبے کا علم صرف تین لوگوں کو تھا۔

"را" کا ڈائریکٹر جنرل، ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل آہلووالیہ اور آپریشنل چیف چوہان...... یہ اختیار صرف ڈی جی کو تھا کہ وہ مناسب سمجھے تو وزیر اعظم کو اس مسئلے پر اعتماد میں لے سکتا ہے......

مائیکل کے لئے کچھ جاننا ضروری نہیں تھا۔

اس کے فرشتوں کو بھی اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ کسے قتل کرنے جا رہا ہے۔ اسے "را" کی طرف سے "سوپر" کا خطاب مل چکا تھا اور وہ صفائی یا صفایا کرنے جا رہا تھا۔

اب تک بھارت میں وہ "را" کے حکم پر تین اہم شخصیات کی صفائی کر چکا تھا۔

اس کے لئے ٹارگٹ کی نہیں اپنے کام کی اہمیت تھی۔ اسے اپنا کام مکمل کرنا اور اپنے مالکوں کو بہترین نتائج بہم پہنچانا ضروری تھا۔ مرنے والے کے تاریخ، جغرافیہ سے اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

❁❁

"یہ اس کی چھوٹی سی فلم ہے۔"

کہتے ہوئے چوہان نے وی سی آر میں پہلے سے موجود ایک کیسٹ چلا دی جو یعسوب کی خفیہ فلم بندی پر مشتمل تھی۔ ایسی فلم "را" کے مخصوص "سیف ہاؤس" میں قیام پذیر کسی بھی شخصیت کی یہاں موجود خفیہ کیمروں کی مدد سے بنائی جا سکتی تھی اور متعلقہ شخصیت کو کانوں کان اس کی خبر نہیں ہوتی تھی۔

دس منٹ کی اس فلم میں اسے کمرے میں داخل ہونے سے بلڈنگ کے باہر تک آتے اور جاتے دکھایا گیا تھا۔

مائیکل کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔

"بہت چالاک آدمی ہے...... تربیت یافتہ ایجنٹ۔ اپنے کام کا ماہر......"

چوہان نے فلم کے خاتمے پر کہا۔

"یس سر۔"

مائیکل نے سر ہلایا۔

"جیسے ہی ڈاکٹر شاہ کو قتل کرے، تم اسے مار ڈالو گے...... بے فکر رہنا، ہم نے اسے تمہارے حضور پیش کرنے کا مکمل بندوبست کر رکھا ہے۔"

یہ کہتے ہوئے چوہان نے ایک اور تصویر اس کی طرف بڑھائی۔

"یہ تمہارا میزبان ہے مسٹر ہمدانی...... تمہیں ایئرپورٹ پر ریسیو کرے گا۔ ڈاکٹر شاہ کو قتل کرنے کے بعد یعسوب اس کے ساتھ کار میں بیٹھ کر کر بھاگے گا...... ہمدانی کار سمیت اس جگہ پہنچے گا جہاں تم پہلے سے موجود ہو گے۔ بنکویٹ ہال سے اس جگہ کا فاصلہ بمشکل پچاس گز ہے...... جیسے ہی تمہارے پاس پہنچے دونوں کو مار دو...... خس کم جہاں پاک...... نہ رہے گا بانس نہ بجے گی سالی بانسر......"

چوہان نے کہا۔

اور......

تینوں نے ایک ساتھ قہقہہ بلند کیا۔

"تقریب کے آغاز سے اختتام تک تمہیں اس بنکویٹ ہال میں موجود رہنا ہے۔ ڈاکٹر شاہ کے قتل کے بعد تم پچاس گز دور اس جگہ تک تین منٹ میں پہنچ سکو گے...... جبکہ تمہارا ٹارگٹ تمہارے میزبان کے ساتھ یہاں چار تا پانچ منٹ میں پہنچے گا...... اس طرح دونوں بکرے آسانی سے تمہاری چھری تلے آ جائیں گے......"

آہلووالیہ نے سامنے دیوار پر لگے نقشے پر مختلف جگہ انگلی رکھ کر اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

اس نقشے پر بنکویٹ ہال کی نشاندہی کی گئی تھی جبکہ اس سے ملحقہ ایک اور نقشے پر بنکویٹ ہال کے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اندر کی مکمل تفصیلات، ڈاکٹر شاہ کے قتل ہونے کی ممکنہ جگہیں، یعسوب کی طرف سے ان ممکنہ جگہوں کی نشاندہی جہاں سے وہ ڈاکٹر شاہ کو نشانہ بنا سکتا تھا، کی گئی تھی......

مائیکل نے جسم کی طرح ذہن بھی بلا کا پایا تھا۔

اس کے دماغ پر نہ صرف یعسوب کی شکل نقش تھی بلکہ کراچی کے اس ماڈرن علاقے کے بنکویٹ ہال کا سارا نقشہ بھی اسے ازبر ہو چکا تھا۔

قتل کے بعد فرار کے مختلف راستے......اور ممکنہ طریقے اسے تفصیل سے سمجھا دیئے گئے تھے......

ایک گھنٹہ وہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رہے......جس کے بعد آہلووالیہ رخصت ہو گیا۔اب چوہان اور مائیکل ایئرپورٹ کی طرف جا رہے تھے۔

مائیکل کے ہاتھ میں پکڑے بریف کیس میں اس کے سرلنکا کے تاجر کی مکمل شناخت موجود تھی......

وہ خود تامل تھا۔

لیکن، سنہالی زبان اس مہارت سے بولتا تھا جیسے اس کا جنم ہی سیلون میں ہوا ہو۔

سری لنکا کے شہری کی جعلی شناخت کے ساتھ اس نے زیادہ مشن کیے تھے۔

آج بھی وہ اس شناخت سے عازم سفر تھا لیکن اس کا نام اس مرتبہ تبدیل کر دیا گیا تھا۔

یہ سفر اس نے دوبئی کی ایئرلائن سے کیا تھا اور اپنے بریف کیس اور چھوٹے سے بیگ کے ساتھ بڑی آسانی سے فرسٹ کلاس کے مسافر کی سیٹ سے کراچی کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر پہنچ گیا تھا جہاں ''را'' کا مقامی ایجنٹ ہمدانی اس کا منتظر تھا۔

ہمدانی کے ساتھ اس نے مقامی فائیو سٹار ہوٹل کا رخ کی جہاں اس کے لئے کمرہ پہلے سے بک تھا۔

❁❁❁

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

رات گئے تک قریشی اور ضیائی اس سے باتیں کرتے رہے۔انہوں نے واردات کے بعد فرار کے کئی متبادل پروگرام تیار کیے تھے۔دونوں کے لئے ایک عجیب پریشانی آن پڑی تھی کہ یعسوب نے اچانک ہی یہاں سے خود غائب ہونے کا فیصلہ سنا دیا تھا۔

''ویسے تو خان صاحب آپ جیسا چاہیں ویسا ہی ہو گا،لیکن میرے خیال سے زیادہ مناسب یہ تھا کہ آپ ہماری حفاظت میں رہیں......آخر آپ کو یہاں سے واپس بحفاظت پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے......''

ضیائی نے بالآخر کہہ ہی دیا۔

''لک مسٹر ضیائی......اب دوبارہ اس موضوع پر بات نہیں ہو گی۔مجھے کیا کرنا ہے،کیا نہیں کرنا، اس کا فیصلہ میں نے کرنا ہے تم لوگوں نے نہیں......سمجھے تم......''

اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں جواب دیا۔

قریشی اور ضیائی دونوں سہم کر خاموش ہو رہے۔

''کہاں ہے موبائل فون؟''

اچانک ہی یعسوب نے اگلا سوال کر دیا۔شاید اس نے ان لوگوں کو آج ہی ایک موبائل فون کا بندوبست کرنے کے لئے کہا تھا۔

''یہ لیجئے جناب۔''

قریشی نے اپنا بریف کیس کھول کر ایک نیا اور جدید ترین سیٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔

یعسوب نے اس کے مختلف بٹنوں کا جائزہ لینے کے بعد اس کی بیٹری کھول کر الگ کر لی اور اگلے دو تین منٹ میں وہ تسلی کر چکا تھا کہ اس میں ''بگ'' کرنے کے لئے کچھ نصب نہیں ہے۔

''آل رائٹ......اس کا کنکشن کب ملا ہے؟''

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے پوچھا۔

"آج صبح ہی دوپہر کے بعد لائن شروع ہوئی ہے۔"

قریشی نے جواب دیا۔

"فون کس کے نام پر ہے؟"

یعسوب نے اگلا سوال کیا۔

"ایک مقامی تاجر کے نام پر...... نارمل آدمی ہے اس کی کوئی سیاسی شہرت نہیں۔ نہ ہی کبھی اس سے متعلق کوئی ایجنسی کسی قسم کا فکر کرے گی۔"

قریشی نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

اسے حمید خان نے اگلے ہی روز ایک موبائل فون جس کے ساتھ انٹرنیشنل لائن موجود ہو، لانے کے لئے کہا تھا اور اس بات کی گارنٹی بھی طلب کی تھی کہ فون کسی خاص یا دی آئی پی نام پر نہ ہو کیونکہ آج کل یہاں ہر دوسرا موبائل فون "بگ" کیا جا رہا تھا اور قریشی نے اس کی دونوں ہدایات کا احترام کیا تھا۔

"تم لوگ مجھے کسی بھی حالت میں فون نہیں کرو گے...... ضرورت کے وقت البتہ میں تمہیں فون کروں گا...... لیکن وہ بھی اس صورت میں جب مجھے اس کی ضرورت پیش آئے۔ بصورت دیگر پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ہم سب بنکوئیٹ ہال میں پہلے سے طے شدہ جگہوں پر اکٹھے ہوں گے اور اپنا اپنا کام کرنے کے بعد اپنی اپنی راہ لیں گے...... تم لوگوں نے میرے فرار کے تین متبادل بندوبست تیار رکھنے ہیں۔ میں جس ذریعے کو مناسب سمجھوں گا اس کو اپناؤں گا اور حفاظتی ایریا میں پہنچنے کے بعد ہم ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے...... خبردار کوئی میرا تعاقب نہیں کرے گا...... حفاظتی مقاصد سے بھی میرا تعاقب نہیں کیا جائے گا۔ یاد رکھنا مجھے کسی پر بھی تعاقب کا شک ہوا وہ فوراً مار دیا جائے گا...... یاد رکھنا......"

اس نے دونوں کے کان کھولتے ہوئے کہا۔

"یس سر۔"

دونوں گدھوں نے سر ہلایا۔

"اب مجھے باری باری وہ نمبر بتاؤ۔"

اس نے پھر قریشی سے کہا۔

اور......

قریشی نے اسے کچھ فون نمبر بتانے شروع کیے جو یعسوب نے اس موبائل فون میں موجود سسٹم کے ذریعے اس میں محفوظ کر لیے۔ اب وہ متعلقہ نام دبا کر متعلقہ نمبر ڈائل کر سکتا تھا۔

یہ ٹیلی فون نمبر معمولی نہیں تھے......

قریشی تو پریشان ہو گیا تھا جب یعسوب نے اسے مقامی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے نام لے کر ان کے دفاتر کے پرائیویٹ نمبر حاصل کرنے کے لئے کہا تھا۔ گو کہ اس کے لئے اپنے ذرائع سے یہ نمبر حاصل کرنا مشکل نہیں تھا کیونکہ یہ سب پرائیویٹ ٹیلی فون نمبر تھے......

لیکن......

ایک مرتبہ وہ سوچ میں ضرور پڑ گیا تھا۔

"کیا بات ہے کیوں پریشان ہو؟"

ضیائی نے اس سے پوچھا تھا۔

"یار سمجھ نہیں آتی اس نے ان ایجنسیوں کے نمبر کیا کرنے ہیں۔"

اس نے ضیائی کو سب کچھ بتانے کے بعد پوچھا۔

"یار قریشی، تم بھی ساری زندگی الو ہی رہو گے۔ ارے بھائی سیدھی سی بات ہے وہ ان ایجنسیوں کو گمراہ کرنے کے لئے ان کے نمبر مانگ رہا ہے...... تم اسے کیا سمجھتے ہو، نجانے اس کے ذہن میں کیا منصوبہ ہے، وہ کس طرح کام کرنا چاہتا ہے...... پھر ہمیں کیا۔ ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آنکھیں اور کان بند کر کے اس کے ہر حکم کی تعمیل کریں۔ کل کوئی خرابی ہوئی تو ہم پر الزام نہیں آئے گا...... میں تو کہتا ہوں مرنے دو سالے کو اکیلا ہی...... ہمیں کیا ضرورت ہے اس لفڑے میں پڑنے کی...... ارے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

ضیائی نے کہا تو اسے سمجھ آئی۔

"یار بڑا ہوشیار آدمی ہے۔ سالا اب پاکستانی ایجنسیوں کو چکر دے گا۔"

قریشی نے اسے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا تھا۔

❀❀

دونوں نے اس کی تمام ہدایات غور سے سنیں اور پھر اپنی راہ لی...... ان کے جاتے ہی شیریں اس کے سر پر مسلط ہو گئی۔ شاید ان لوگوں نے شیریں کو اس سے متعلق کوئی خاص بریفنگ پہلے ہی سے دے رکھی تھی۔

"مجھے اب آرام کرنا چاہئے۔ بہت کرنے والا کام بھی باقی ہے...... معافی چاہتا ہوں، آپ کی صحبت سے زیادہ لطف اندوز نہیں ہو سکتا...... خیر زندہ صحبت باقی۔"

اس نے شیریں سے بالآخر سونے کی اجازت طلب کر لی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

شیریں کچھ الجھی سی دکھائی دے رہی تھی۔

"جیسے آپ کی مرضی، لیکن کچھ دیر اگر آپ کچھ پینا پسند فرمائیں تو......"

اس نے کہنا چاہا۔

"نہیں میں شام کے بعد کچھ کھاتا پیتا نہیں۔ آپ کو خواہ مخواہ پریشان کیا۔ لیکن چلئے اب تو ایک آدھ دن کی بات رہ گئی ہے۔"

اس نے جانے کیوں یہ بات کہہ دی تھی۔

"کیا مطلب، پھر کیا آپ سے ملاقات نہیں ہوگی؟"

شیریں نے کچھ ایسے لہجے میں کہا کہ یعقوب نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے متعلق متجسس ہو گیا۔

اس نے یہ اندازہ تو لگا لیا تھا کہ شیریں مسلمان لڑکی ہے لیکن اس کی اطلاع کے مطابق بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر مسلمان لڑکیاں خصوصاً پاکستانی لڑکیاں "را" یا "موساد" کے لئے کام کرنے پر آمادہ ہوتی ہیں......

"نہیں ایسی بات نہیں، دراصل تھوڑے بہت فرق سے میری پوزیشن بھی آپ جیسی ہے...... مجھے بھی صرف ان لوگوں کا کام کرنا ہوتا ہے۔"

اس نے یونہی اندھیرے میں تیر چلایا۔

"اچھا...... لیکن میں تو سمجھی تھی شاید آپ......"

شیریں نے چابے ہوئے نامکمل فقرہ کہا۔

"نہیں مس شیریں، میں انڈین سٹیزن نہیں ہوں۔"

اس نے ایک اور نفسیاتی حملہ کر دیا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

شیریں نے اچانک چونک کر کہا۔

"ارے بھئی، اس میں مطلب کی کیا بات ہے۔ آپ جانتی ہیں زندگی میں بہت کام نہ چاہنے کے باوجود بھی کرنے پڑتے ہیں اور میرے خیال سے آپ بھی شاید......"

اس نے بالآخر شیریں پر جال پھینک ہی دیا۔

"یس مسٹر خان، یہی سمجھ لیجئے...... مجھے بھی قسمت نے......"

وہ شاید کچھ کہنے سے گھبرا رہی تھی۔

لیکن......

یہی کچھ یعقوب سننا چاہتا تھا۔

عین ممکن تھا کہ شیریں اس کے کسی کام آ سکتی۔

"آپ نے بالکل ٹھیک کہا مس شیریں...... میں پاکستانی فوج کا آفیسر ہوں اور اپنی بدبختی کے ہاتھوں ان کے شکنجے میں پھنس گیا ہوں...... افسوس یہ دلدل ہر روز گہری ہوتی چلی جا رہی ہے...... مس شیریں معلوم نہیں میں اس مشن کے بعد زندہ بچوں گا یا نہیں...... میری آپ سے التجا ہے کہ اگر ممکن ہو تو آپ ان لوگوں سے جان چھڑا لیجئے...... یقین کیجئے جتنے زیادہ دن گزریں گے یہ دلدل اتنی ہی گہری ہوتی جائے گی۔"

اس نے کچھ ایسی ہمدردی سے یہ بات کہی کہ شیریں کی آنکھیں بے اختیار بھیگ گئیں۔ معلوم نہیں اس کے اندر ضمیر نام کی چڑیا ابھی موجود تھی...... حالانکہ وہ تو اسے کب سے اڑا بیٹھی تھی......

لیکن...... آج نجانے کیوں اسے احساس ہونے لگا تھا کہ اس نے اپنی آزادی کی قیمت ضرورت سے بہت زیادہ ادا کر دی ہے۔ اس سے تو بہتر تھا وہ کوئی ویشیا ہی بن جاتی کیونکہ دولت تو وہ بہرحال اتنی ہی اکٹھی کر سکتی تھی۔ اب جو اس نے سنا تھا کہ یہ لوگ ڈاکٹر شاہ کے قتل کا منصوبہ بنا رہے ہیں تو اس کے پیروں تلے زمین کھسکنے لگی تھی۔

وہ اتنی جاہل بھی نہیں تھی کہ ڈاکٹر شاہ کو نہ جان سکتی...... اس ملک کا بچہ بچہ اس سے عشق کرتا تھا۔

وہ جانتی تھی کہ ڈاکٹر شاہ کی جان بچانے کے لئے یہاں کا بچہ بچہ کٹ مرے گا۔ اور اگر یہ لوگ خدانخواستہ اپنے گھناؤنے منصوبے میں کامیاب بھی ہو گئے تو بھی پاکستان کی ایجنسیاں انہیں زمین کی ساتویں تہہ سے باہر نکال لائیں گی۔

اور......

اگر وہ ان کے ہتھے چڑھ گئی تو...... بہرحال وہ کسی نہ کسی حد تک اس خطرناک سازش میں شامل تھی۔

یہ لوگ تو ڈاکٹر شاہ سے عشق کرتے تھے اگر اس پر آنچ آ گئی تو وہ اس کے حملہ آوروں کو خونخوار کتوں کے سامنے پھینک دیں گے......

اس نے سوچا تھا ممکن ہے حمید خان تو اپنا کام کر کے نکل جائے لیکن وہ کہاں جائے گی؟

کیا کرے گی؟

سیٹھ دارو والا کیا اسے بچا پائے گا؟

کیا یہ جاننے کے بعد کہ وہ سیٹھ صاحب کو ڈبل کراس کر رہی ہے، سیٹھ اسے زندہ چھوڑے گا؟

ہرگز نہیں۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اسے زندگی میں پہلی مرتبہ اپنے بری طرح شکنجے میں پھنس جانے کا احساس ہوا تھا اور ایک پچھتاوا اس کی جان کو آ گیا تھا۔

وہ بے حد خوفزدہ تھی اور یہ فکر دامن گیر تھی کہ نجانے خوف کی حالت میں ہی وہ کوئی خطرناک غلطی نہ کر بیٹھے۔

❁❁

"آپ کس سوچ میں پڑ گئیں مس شیریں؟"

اچانک ہی یعسوب کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"جی کچھ نہیں...... میں کچھ پریشان ہوں۔"

اس نے بالآخر اقرار کر ہی لیا۔

"دیکھئے مس شیریں، نجانے کیوں مجھے آپ پر رحم آ رہا ہے۔ میری بات دھیان سے سنئے۔ ممکن ہے آپ کے کچھ کام آ جائے...... یاد رکھئے ڈاکٹر شاہ کا قتل کوئی معمولی واقعہ نہیں ہو گا...... پاکستانی ایجنسیاں زمین آسمان ایک کر دیں گی...... اور میں آپ کا ہمدرد ہونے کے ناطے آپ سے ایک بات کہہ دوں کہ کام نکل جانے پر محض اپنی رازداری بچانے کے لئے یہ لوگ کچھ بھی کر سکتے ہیں...... کچھ بھی...... آپ میرا مطلب سمجھ گئی ناں......"

یعسوب نے آخری بات کہہ کر اس کے کانوں میں گویا پگھلتا ہوا سیسہ انڈیل دیا تھا۔

خود یعسوب کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔

وہ جو کچھ بھی کر رہا تھا اس کا سیدھا مطلب اپنے لئے خود گڑھا کھودنا تھا۔ اگر اس کے خیالات کا علم "موساعد" کو ہو جاتا؟

اگر کبھی اسے "پولی گراف ٹیسٹ" سے گزرنا پڑا؟

تو...... اس کا انجام صرف موت تھا موت......

"موساعد" کے نزدیک تو اپنے کسی آفیسر (کیٹسا) کی نادانستہ غلطی کی سزا بھی موت تھی۔

یہ تو اس کی دانستہ غلطی تھی۔

لیکن......

یہ سب کچھ جاننے کے باوجود وہ یہ سب کچھ کر رہا تھا۔ اب وہ شیریں کو بھاگ جانے کے لئے ورغلا رہا تھا جو سوائے پاگل پن کے اور کیا معنی رکھتا تھا۔

کہیں وہ سچ مچ پاگل تو نہیں ہو گیا؟

اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔

اور...... کوئی جواب نہ پا کر شیریں کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں جہاں خوف سے ایک رنگ آ رہا اور ایک رنگ جا رہا تھا۔

"لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟"

شیریں نے خوفزدہ اور بھرائی ہوئی آواز میں اس سے پوچھا تھا۔

"دیکھئے مس شیریں، یہ تو میں نہیں جانتا کہ یہ کیسے ممکن ہے...... لیکن اس کے سوا کوئی چارہ نہیں...... آپ اپنے حالات زیادہ بہتر جانتی ہیں...... اور ان سے زیادہ بہتر انداز میں سوچ بھی سکتی ہیں...... میں آپ کو ایک ہمدرد ہونے کے ناطے یہی مشورہ دے سکتا تھا۔"

اس نے شیریں سے کہا۔

اور......

اس کے مزید سوالات سے بچنے کے لئے اپنے کمرے کا رخ کیا۔

شیریں کو وہ نیچے ہال میں پریشان اور اکیلا چھوڑ آیا تھا۔

❁❁

کمرے میں آ کر وہ کپڑے تبدیل کئے بغیر اپنے بستر پر لیٹ گیا......

یعسوب خود کو ابنارمل محسوس کر رہا تھا اور اب ایک نیا عذاب اس کے ذہن پر مسلط تھا۔ اسی نے کل صبح ڈاکٹر شاہ کو قتل کرنا تھا لیکن اچانک ہی ایک سوال کسی نادیدہ قوت نے اس سے پوچھ لیا تھا۔

کیا واقعی صبح وہ اپنا مشن آسانی سے انجام دے سکے گا؟

اس سوال کا ایمانداری سے جواب نفی میں تھا۔ "موساعد" کا "کیٹسا" خود کو بزدل محسوس کرنے لگا تھا۔

وہ جسے خوف کبھی چھو کر نہیں گزرا تھا۔

جس کو سو فیصد نتائج حاصل کرنے کی خصوصی تربیت دی گئی تھی اور جس نے یورپ کے جدید ترین ذرائع رکھنے والے ممالک کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر ان کے ملک میں "موساعد" کے مطلوبہ ملزمان کو بڑی آسانی سے موت کی نیند سلا دیا تھا۔

وہ یعسوب آج اس ملک میں جس کے کسی ادارے سے بھی بہترین کارکردگی کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی، ایک شخص کو قتل کرنے سے خوفزدہ ہو گیا تھا۔

اسے ڈاکٹر شاہ کے قتل سے زیادہ اپنی خیریت کی فکر تھی۔ اس نے سوچا اگر کسی طرح اس نے یہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کارنامہ انجام دے بھی لیا تو بھی اپنے وطن واپسی پر اسے پولی گراف ٹیسٹ سے گزارا جائے گا۔ اسرائیل کے بہترین ماہرین نفسیات اس کا نفسیاتی تجزیہ کریں گے۔

اور......وہ ان لوگوں سے سب کچھ کبھی نہیں چھپا پائے گا۔

کسی نہ کسی مرحلے پر وہ پکڑا جائے گا۔ اس کے بعد کیا ہوگا؟ اسے اپنے تین ساتھیوں کا انجام یاد تھا جنہیں واپسی پر ایسے ہی ٹیسٹ سے گزارنے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں ہی اذیت ناک موت سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

اسے آغاز پر ہی بتا دیا گیا تھا کہ یہاں صد فیصد سے کم کچھ بھی قابل قبول نہیں۔

''اف میرے خدایا......''

اس نے زیر لب کہا اور اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا۔

کمرے کی کھڑکی پر اس نے پردہ گرایا ہوا تھا۔ وہ کسی بھی پردہ اٹھا کر باہر جھانکنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

عین ممکن تھا کہ اس بنگلہ کی نگرانی کی جا رہی ہو؟

یہاں تو ہر طرف سراب ہی سراب تھا......دھوکہ ہی دھوکہ تھا اور وہ کسی بھی لمحے اس دھوکے کا شکار ہو سکتا تھا۔

پھر وہ کیا کرے؟

کدھر جائے؟

ان حالات سے کس طرح عہدہ برآ ہو؟

ایک بات تو صاف ظاہر تھی کہ اب تل ابیب واپسی کا مطلب سوائے ایک ذلت آمیز موت کے اور کچھ نہیں۔ اس بات کا تو سوال ہی نہیں اٹھتا تھا کہ پاکستان جیسے ملک سے واپس لوٹنے والے اپنے ''کیڈا'' کو ''موساد'' کے اعلیٰ دماغ ٹھنڈے پیٹوں قبول کر لیں گے......

اس کی پریشانی دوچند ہو رہی تھی۔

❁❁

ایسی ہی منتشر سوچوں کے درمیان نجانے کب اسے اونگھ آ گئی۔

اور......

جیسے ہی اس کی آنکھ لگی پیرس والا مقتول فلسطینی پھر اس کے سامنے سوال بن کر کھڑا ہو گیا۔

وہ گزشتہ خوابوں کی طرح اب پھر اس سے اپنے سوالات کے جوابات مانگ رہا تھا اور ہمیشہ کی

طرح اب بھی یعقوب کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اس کی آنکھ اچانک کھلی اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

یعقوب کو اپنا جسم پسینے میں بھیگنے کا احساس ہوا اور اس کی دھڑکن معمول سے زیادہ تیز تھی۔

نجانے اسے کیوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی اس کی نگرانی کر رہا ہے؟

کمرے میں اندھیرا تھا۔

اس نے اپنے سرہانے دھرے ٹیبل لیمپ کا بٹن دبایا لیکن بلب نہیں جلا۔

شاید بلب فیوز ہو گیا ہو؟

اس نے سوچا اور اٹھ کر اندازے سے سوئچ بورڈ کے بٹن دبانے لگا، لیکن چاروں بٹن دبانے پر بھی جب لائٹ نہ آئی تو اس نے جان لیا کہ مین لائن سے بجلی نہیں آ رہی۔

دوسرے ہی لمحے وہ چیتے کی طرح چوکنا ہو گیا۔

اس نے فوراً تمام سوئچ آف کئے اور بمشکل دو تین منٹ بعد اپنی اہم دستاویزات سمیت وہ روانگی کے لئے تیار تھا۔

اب وہ ایک لمحہ بھی یہاں رکنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی چھٹی حس بار بار یہاں منڈلاتے خطرات کا احساس دلا رہی تھی۔

کمرے کی کھڑکی کے سامنے سے پردہ ہٹا کر اس نے باہر جھانکا اور دور تک اندھیرے میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

یعقوب نے کچھ سوچتے ہوئے اپنے جسم کو تولا اور اب وہ کھڑکی کے راستے نیچے اترنے کے لئے پر تول رہا تھا۔

شام کو ملنے والا موبائل فون اس نے اپنی جیب میں رکھا ہوا تھا اور پائپ کے راستے نیچے اتر رہا تھا۔

کمرہ زیادہ اونچائی پر نہیں تھا، دو منٹ بعد ہی اس کے پاؤں زمین کو چھو رہے تھے۔

زمین پر پاؤں لگتے ہی اس کے جسم میں جیسے بجلیاں بھر گئیں۔ وہ ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتا اندازے سے اس سڑک کی طرف جا رہا تھا جدھر سے وہ شہر جایا کرتے تھے۔

دس منٹ کی بھاگ دوڑ کے بعد وہ سڑک تک پہنچ گیا۔

سڑک پر لگے بجلی کے کھمبے اپنی بدبختی پر ماتم کر رہے تھے۔ ان کے گلے سے بندھے پیلے رنگ کے بلب شاید کبھی لائن ٹیسٹ کرنے کے لئے جلائے جاتے ہوں، عام حالات میں کبھی روشن نہیں ہوتے تھے۔

یعقوب اب بھی سڑک کی طرف جانے کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہیں تھا اور سڑک کے ساتھ

ساتھ شہر کی طرف سفر کر رہا تھا۔

وہ مسلسل تین گھنٹے چلتا رہا۔

اس درمیان اس نے درجنوں گاڑیوں کو آتے جاتے دیکھا لیکن کسی کو مدد کے لئے نہیں پکارا۔

اب وہ ایک بڑی آبادی کے نزدیک پہنچ چکا تھا جہاں سڑک کنارے کھڑے ہو کر اس نے ایک ویگن کو ہاتھ دے کر روکا اور اس کے باہر نمبر پلیٹ کے ساتھ لکھے منزل کے پیسے کنڈیکٹر کے ہاتھ میں دے کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

ویگن سواریوں سے بھری ہوئی تھی۔ ابھی ان لوگوں نے بمشکل تین چار کلومیٹر کا فاصلہ ہی طے کیا تھا جب اچانک پولیس کی ایک موبائل نے ڈرائیور کو رکنے کا اشارہ کیا۔

یعسوب سنبھل کر بیٹھ گیا۔

وہ اس صورت حال سے با آسانی نمٹ سکتا تھا اور بالکل نارمل تھا۔ پتلون کے پائنچے کے نیچے اس کا پستول ایک لمحے کے نوٹس پر حرکت میں آ سکتا تھا اور اسے اتنی تربیت بہر حال ملی تھی کہ ایک پستول کے بل بوتے پر وہ آسانی سے یہاں سے فرار ہو سکے۔

پولیس موبائل ڈرائیور کے بالکل برابر آ کر رک گئی۔ سوائے یعسوب کے تمام مسافر گھبرائے دکھائی دے رہے تھے۔

موبائل سے ایک سب انسپکٹر نکل کر باہر آیا۔ اس نے کنڈیکٹر کو باہر بلا کر اس سے کچھ سوالات کئے جن کی سمجھ یعسوب کو نہ آ سکی۔ پھر انسپکٹر نے دروازے سے اندر جھانک کر دیکھا اور ایک آدمی، جس نے اپنی گود میں بیگ رکھا ہوا تھا، کو بیگ سمیت باہر نکال لیا۔

''اس کی تلاشی لو۔''

اس نے اپنے ساتھ مدد کے لئے موجود دو سپاہیوں کو حکم دیا۔ جنہوں نے پہلے تو اس بے چارے مسافر کو دھکا دے کر ایک طرف کیا اور ان میں سے ایک اس کی طرف بندوق تان کر کھڑا ہو گیا جبکہ دوسرے نے اس کے بیگ کو زمین پر الٹا دیا۔

بیگ میں چند میلے کپڑے اور کھانے کے دو برتنوں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ شاید بے چارہ کسی دوسرے شہر سے مزدوری کرنے آیا تھا۔

''اپنا شناختی کارڈ دکھا۔''

انسپکٹر نے سختی سے کہا۔

سہمے ہوئے ڈھلتی عمر کے مسافر نے جس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، کپکپاتے ہاتھوں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے اپنا شناختی کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

''تلاشی لو اس کی۔''

انسپکٹر نے کارڈ سے مطمئن ہو کر اپنے شیر جوانوں کو حکم دیا۔

اور......

انہوں نے تلاشی لے کر اس سے چار پانچ سو روپے کی رقم برآمد کر لی۔

''ہوں...... کہاں سے لایا ہے......''

انسپکٹر نے اسے پھاڑ کھانے والے لہجے میں مخاطب کیا۔

''جناب مزدوری کر کے پل سے واپس جا رہا ہوں۔''

مسافر نے ہاتھ باندھتے ہوئے کہا۔

''اچھا...... چل سالے تجھے ذرا مزدوری کا مزا چکھاؤں۔ ہمیں بے وقوف بناتا ہے۔''

انسپکٹر کے منہ سے یہ نکلنے کی دیر تھی کہ اس کے ساتھی شیر جوانوں نے روتے چلاتے مسافر کو مارتے ہوئے موبائل کی طرف دھکیلنا شروع کر دیا۔

ویگن کے تمام مسافر سہمے ہوئے یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔

''چل بے...... آئندہ خیال رکھنا کہ...... سالے خبردار اگر کسی غلط آدمی کو چڑھایا تو نے۔''

انسپکٹر نے کنڈیکٹر سے ڈانٹ کر کہا۔

کنڈیکٹر کے لئے شاید یہ معمول کی بات تھی کیونکہ وہ ایک لمحے کے لئے بھی پریشان نہیں ہوا تھا۔

''چل استاد اے۔''

اس نے ویگن کے دروازے پر ہاتھ مارا اور روتے چیختے مسافر کو پولیس کے شکنجے میں چھوڑ کر چل دیا۔

یعسوب حیرت سے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔

اس کا جی تو چاہا کہ اس بے چارے کی مدد کرے لیکن وہ ان حالات میں اب مزید کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔

❁❁

ویگن نے صدر پہنچ کر اسے اتار دیا۔

کپڑوں اور حلیے سے وہ خاصا معزز شہری دکھائی دے رہا تھا اور ہاتھ میں موبائل پکڑنے کا جواز بھی موجود تھا۔

یہاں اترنے کے فوراً بعد اس نے ایک چھوٹا سا بریف کیس خریدا اور اپنے کپڑوں میں مختلف جگہ

www.iqbalkalmati.blogspot.com

چھپائے اپنے کاغذات اور آدمی سے زیادہ رقم اس بریف کیس میں منتقل کر لی......

یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس نے جب راہ فرار اختیار کی تو لوڈ شیڈنگ اور رات گہری ہونے کی وجہ سے وہ اندھیرے کا فائدہ اٹھانے میں کامیاب ہو گیا۔ بصورت دیگر تو اس کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے اور وہ کبھی سکیورٹی کی عقابی نظروں سے بچ کر نہیں نکل سکتا تھا۔

کراچی اور بمبئی کے ماحول میں کچھ خاص فرق نہیں تھا۔

اسے یہاں فی الوقت کسی اجنبیت کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ ایک درمیانے سے ہوٹل میں اس نے ناشتہ کیا اور باہر نکل آیا۔

ایک وہ ایک رکشہ میں بیٹھ کر کلفٹن کی طرف جا رہا تھا۔

سمندر ہمیشہ کی طرح اس کی کمزوری رہی تھی۔ اب بھی وہ جس ذہنی کشمکش کا شکار تھا اس سے نجات پانے کے لئے اس نے سمندر کا کنارہ ہی اپنا مسکن بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔

آج چھٹی کا دن تھا اور سمندر کنارے خاصی رونق دکھائی دے رہی تھی۔ مشروب کی ایک بوتل لے کر وہ ایک قدرے تنہا کونے میں بیٹھ گیا۔

رات سے اب تک اس کے ذہن میں جو کشمکش چل رہی تھی اب وہ منطقی انجام تک پہنچتی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے ایک فیصلہ تو کر ہی لیا تھا کہ اب اس کا اور ”موساعد“ کا کوئی رابطہ نہیں رہے گا۔

”موساعد“ کی طرف واپس لوٹنے کا سیدھا مطلب تھا اپنی موت کے بلیک وارنٹ پر خود دستخط کرنا۔

وہ جانتا تھا وہ لوگ جدید ترین سائنسی اور نفسیاتی حربے آزما کر اس کے اندر پیدا ہونے والی معمولی سی تبدیلی کا اندازہ لگا لیں گے جس کے بعد اس کا زندہ رہنا ممکن نہیں۔

اس کے ساتھ اس صورت حال میں زیادہ سے زیادہ رعایت یہ ہو سکتی تھی کہ اسے اپنے ہاتھوں اپنی زندگی ختم کرنے کا موقع دیا جائے۔ یہ بھی اس صورت میں ممکن تھا اگر اس کی ماضی کی خدمات کا ریکارڈ شاندار رہا ہو......ورنہ تو اس کو خبر ہی نہ ہو پاتی اور اس کی چھٹی کر دی جاتی۔

جب اس نے ”موساعد“ سے ناطہ توڑنا ہے تو اسے پاگل کتے نے تو کاٹا نہیں تھا کہ وہ پھر ”را“ کے کھونٹے سے بندھا رہتا۔

اور......

سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ آخر ایک بے گناہ کی جان کیوں لے؟

ایسا سوال اس کے ضمیر نے پہلی مرتبہ اس کے سامنے کھڑا کیا تھا اور اس اچانک تبدیلی کو وہ سمجھ نہیں

پایا تھا۔

اس نے اپنی دو ترجیحات منتخب کی تھیں۔ ایک تو یہاں سے بحفاظت فرار ہو کر کسی ممکنہ محفوظ ٹھکانے تک پہنچنا جو اس کے ذہن میں موجود تھا، اس کے بعد اسے کچھ اور کرنا تھا۔

لیکن......

سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسیاں کیا اسے با آسانی فرار ہونے دیں گی؟

اور......

یہ کہ ”را“ کو یہ علم ہونے کے بعد کہ اس نے انہیں دھوکہ دیا ہے کیا وہ اپنی موجودہ شناخت اور کاغذات کے ساتھ خود کو محفوظ تصور کر سکتا تھا۔

دونوں سوالوں کے جوابات اسے ”ناں“ کی صورت مل رہے تھے۔ فی الوقت اس کی پوزیشن دھوبی کے اس کتے جیسی تھی جو نہ گھر کا رہا تھا نہ اور نہ گھاٹ کا!

پھر وہ کیا کرے؟

کون سا لائحہ عمل اپنائے؟

کم از کم وہ یہاں پاکستانی ایجنسیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو کر ساری زندگی جیل میں گزارنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ گرفتاری کی صورت میں وہ مرتے دم تک اپنی شناخت انہیں نہیں بتا سکتا تھا......اور کسی شناخت کے بغیر اس کی موت کی صورت میں تو اس کی لاش بھی غیر محفوظ ہو جاتی۔

اچانک ہی ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح اس کے ذہن میں لپکا، اس نے پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسیوں سے ایک ”ڈیل“ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا......اصولی طور پر تو انہیں اس ڈیل کے بدلے اس کی جان بخشی کرنی چاہئے تھی کیونکہ دنیا کے کسی بھی ملک میں اگر وہ ایسا کرتا تو اس کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا......

❁❁

اپنے ذہن میں ایک منصوبہ ترتیب دینے کے بعد اس نے فوراً اپنے موبائل میں فیڈ کیا ہوا آئی ایس آئی کا نمبر تلاش کیا اور اپنا فون استعمال کرنے کے بجائے ایک پرائیویٹ فون بوتھ کی راہ لی......

اس کی خوش قسمتی تھی کہ ایک عرصے کے بعد کراچی میں فون سروسز بحال ہو گئی تھی ورنہ شاید وہ آسانی سے رابطہ بھی نہ کر سکتا۔

قریشی اور ضیائی سے اس نے یہ اہم فون نمبر دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے حاصل کئے تھے لیکن اب وہ ان کا استعمال اپنی جان بچانے کے لئے کر رہا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

فون بوتھ کے نزدیک ہی موجود ایک چھوٹے سے سٹور سے اس نے فون کارڈ خریدا اور اپنا مطلوبہ نمبر گھما دیا۔

یہ کرنل ملک کا پرائیویٹ نمبر تھا جس پر عموماً اس کے ''سورس'' اس سے بات کیا کرتے تھے۔ حالات کی نزاکت کے پیش نظر آج وہ نمبر بھی خود ہی اٹینڈ کر رہا تھا۔

''یس......''

اس نے اپنے مخصوص انداز سے کہا۔

''میرے پاس آپ کے لئے ایک ''ڈیل'' موجود ہے۔''

دوسری طرف سے ''یس'' کے جواب میں ''ہیلو'' یا اپنا تعارف کروانے کے بجائے فون کرنے والے کے اس فقرے نے ملک کو چونکا دیا۔

''کون ہو تم؟''

اس نے صدیقی کو ریکارڈنگ کا سوئچ آن کرنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''ظاہر ہے اپنی شناخت غلط ہی بتاؤں گا۔''

دوسری طرف سے یعسوب نے جواب دیا۔

''اچھا ڈیل بتاؤ۔''

ملک اور صدیقی سمجھ گئے کہ دوسری طرف کوئی معمولی کھلاڑی نہیں۔

''پروفیسر شاہ کی زندگی خطرے میں ہے، آپ جانتے ہیں؟''

دوسری طرف سے سوالیہ لہجے میں دریافت کیا گیا۔

''کون پروفیسر شاہ؟''

ملک نے جان بوجھ کر کہا۔

''دیکھئے ملک صاحب، اگر آپ لمبی بات کر کے فون کال ٹریس کر بھی لیں تو میں قابو آنے والا نہیں...... میں پرائیویٹ فون بوتھ استعمال کر رہا ہوں۔''

یعسوب کے جواب نے ملک کو یقین دلا دیا کہ واقعی اس کا مخاطب کوئی معمولی قسم کا ''سورس'' نہیں۔

''ٹھیک ہے اپنی بات مکمل کرو۔''

ملک نے کہا۔

''آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میں وہ آدمی ہوں جسے یہ مشن سونپا گیا تھا۔ میں غیر ملکی ہوں۔ مجھے ''را'' نے

ہائر (Hire) کیا تھا...... لیکن یہاں آکر اندازہ ہوا کہ مجھے اس لفڑے میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟''

یعسوب نے کہا۔

''ہمارے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو سچ ہے یا جھوٹ، پھر ''ڈیل'' کیسے ہوئی؟''

ملک نے اپنی دانست میں بڑا زبردست پانسہ پھینکا تھا۔

''نہیں ملک صاحب، آپ جانتے ہیں کہ میں سچ بول رہا ہوں۔ سیدھی سی بات ہے کہ میں دشمن سے دوست بن چکا ہوں...... میں آپ سے ایک معاہدہ کر رہا ہوں، جس کی بنیاد کچھ دو اور کچھ لو کے اصول پر ہوگی۔''

یعسوب اپنے موقف پر قائم رہا۔

''ٹھیک ہے ڈیل بتاؤ۔''

ملک نے کہا۔

''میں آپ کو اس ڈرامے کے سارے کردار بتاتا ہوں...... یہاں کا مکمل نیٹ (Net) آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ اس کے بدلے میں آپ نے مجھے بحفاظت یہاں سے نکل جانے کی گارنٹی دینی ہے۔''

یعسوب نے کہا۔

''دیکھو مسٹر تم جو کوئی بھی ہو، یہ جانتے ہوئے کہ اتنی بڑی ''ڈیل'' صرف ٹیلی فون پر کیسے ممکن ہے؟''

ملک نے ایک اور پینترہ بدلا۔

''ممکن ہے...... میرا دعویٰ تو نہیں لیکن میرا خیال ہے کہ میں بھی کسی طرح آپ سے کم نہیں ہوں ......اور نہ ہی مجھے آپ کے متعلق کوئی خوش فہمی یا غلط فہمی ہے۔''

یعسوب نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔''

ملک نے ہاں کر دی۔

وہ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا اور دوسری طرف سے یہ بھی یقین تھا کہ ابھی تک انہوں نے مکمل تفصیلات حاصل نہیں کیں۔

''او کے۔''

یعسوب نے کہا۔

اور......

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس نے کرنل ملک کو اپنے منصوبے کی تفصیلات بتانا شروع کیں کہ کس طرح ان لوگوں نے حملہ کرنا ہے؟

کیسے حملے کے بعد فرار ہونا ہے؟

اور...... حملے کے بعد فرار تک کے سارے منصوبے میں کون سے راستے اختیار کرنے ہیں اور کس کس جگہ ممکنہ "پناہ" ان کے لئے موجود ہے...... ایمرجنسی کی صورت میں متبادل بندوبست اور پلان کی تفصیلات بھی اس نے طشت از بام کردی تھیں......

جوں جوں اس کی آواز بلند ہو رہی تھی صدیقی اور ملک حیرت اور پریشانی کے ملے جلے جذبات سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"شکریہ دوست...... تم جو کوئی بھی ہو، یقیناً یہ جانتے ہوگے کہ ان میں سے بہر حال کچھ تفصیلات ہم تک پہنچ چکی ہیں...... لیکن تم نے ہماری مدد کی جس کا میں کھلے دل سے اعتراف کرتا ہوں...... البتہ ایک جگہ تم ڈنڈی مار رہے ہو...... ابھی کچھ نام مقامی بتانے والے ہیں......"

"آپ جانتے ہیں کہ جو چار نام میں نے نہیں بتائے وہ پہلے سے آپ کے علم میں ہیں۔ سیٹھ دارو والا، اس کی جعلی بیوی شیریں، قریشی اور ضیائی...... یہ سب لوگ پہلے ہی سے آپ کی نظروں میں آچکے ہیں۔ باقی البتہ ایک اہم "کلیو" ابھی میرے پاس ہے جسے میں نے اپنا مستقبل بچانے کے لئے محفوظ رکھا ہے...... دراصل میں نے ایک چھوٹی سی تفصیل اس لیے چھپائی ہے کہ اس سے میں خود نمٹ کر آپ پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ میں کسی دباؤ سے نہیں اپنے ضمیر کے اندر اچانک بیدار ہونے والی تبدیلی کی وجہ سے آپ سے یہ "ڈیل" کر رہا ہوں......"

یعسوب نے کہا۔

"شکریہ دوست...... ہمیں امید ہے کہ مستقبل میں بھی ہم اچھے دوست ثابت ہوں گے اور آئندہ ہماری ملاقات بہترین حالات میں ہوں گی...... خواہش تو یہی ہے کہ تم ہمارے مہمان بنتے لیکن اس مرحلے پر تمہیں مجبور بھی نہیں کیا جاسکتا۔"

"ضرور ہوگی بشرط زندگی...... مجھے آخر میں صرف ایک بات کہنی ہے۔ گو کہ آپ کی نظر اس امکان پر رہی ہوگی کہ آپ کے دشمن نے کوئی متبادل گھوڑا بھی تیار کیا ہوگا...... عین ممکن ہے کہ اسے صرف اس لئے بھیجا گیا ہو کہ جیسے ہی میں اپنا کام ختم کروں، وہ اپنا کام کر گزرے......"

یعسوب نے کہا۔

"ہاں...... ہمارے ذہن میں یہ بات ہمیشہ موجود رہی ہے۔"

کرنل ملک نے کہا۔

"اگر آپ برا نہ منائیں تو مجھے اپنا موبائل نمبر بھی دے دیں...... ممکن ہے کسی مرحلے پر اس کی ضرورت پیش آجائے۔"

یعسوب نے کہا۔

"اوہ...... کیوں نہیں......"

کہتے ہوئے کرنل ملک نے اسے اپنا موبائل نمبر دے دیا۔

اس کے لئے فی الوقت اس "دوست" پر یقین کرنا لازم تھا لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ اس نے تصویر کے دوسرے رخ کو نظر انداز کر دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جن سے اس کا واسطہ پڑا ہے وہ بڑے پرانے شاطر ہیں اور کسی بڑی "شہ مات" کے لئے اپنے مہرے پٹوانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

دونوں نے ایک دوسرے کا شکریہ ادا کیا اور یعسوب نے فون بند کر دیا۔ فون رکھنے کے بعد اس نے یہاں مزید ایک منٹ بھی ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اب ایک ٹیکسی کے ذریعے دوبارہ صدر کی طرف جا رہا تھا۔

صدر کے پررونق علاقے میں پہنچ کر اس نے ایک درمیانے درجے کے ہوٹل میں اپنے لئے ایک کمرہ پاکستانی شہری کی حیثیت سے بک کروایا۔ اس کی شخصیت میں بظاہر ایسی بات دکھائی نہیں دے رہی تھی کہ اس پر کوئی شک کرتا۔ نہ ہی یہاں اس سے کوئی شناختی کاغذ طلب کیا گیا۔ کاؤنٹر پر موجود نوجوان نے اس کے سامنے ایک رجسٹر رکھ دیا جس میں اس نے مناسب اندراج کئے اور اپنے کمرے کی راہ لی۔

کمرے کی کھڑکی کھول کر وہ کھڑکی کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اب اس نے اپنے موبائل فون پر ایک انٹرنیشنل نمبر ملایا۔

یہ سوئٹزر لینڈ کے ایک بینک کا نمبر تھا جہاں اس نے ایک مخصوص کوڈ ریکارڈ کروانے کے بعد اپنی جمع پونجی اس بینک کی ایک اور ایشیائی برانچ میں منتقل کروادی۔

اس برانچ میں اس کے اکاؤنٹ کا علم "موساعد" کو نہیں تھا......!!

چونکہ ان کی تربیت ہی "دھوکہ دو اور اپنا الو سیدھا کرو" ...... کے اصول پر کی جاتی تھی، اس لئے وہ اس کے عادی ہوگئے تھے۔

اپنی کھال محفوظ رکھنے کے لئے وہ کبھی کبھی اپنی تربیت کا یہ شاندار گر اپنی ایجنسی پر بھی آزما لیا کرتے تھے۔

دراصل "موساعد" کے ہر "کیٹسا" کی یہ مجبوری تھی کہ وہ اپنے "آفس" کو کم از کم اپنے ذاتی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

معاملات میں مکمل مداخلت سے روکنے کے لئے ان کو دھوکہ دے۔

"آفس" ان کی زندگی کے ہر پہلو پر کڑی نگرانی رکھنا چاہتا تھا جبکہ یہ خلاف فطرت بات تھی۔

اپنے مذہب، ملک اور نظریئے سے لاریب وفاداروں کے باوجود "موساعد" کے "کیٹسا" یہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی ذاتی زندگی بھی غیر محفوظ ہو جائے گو کہ انہیں اعتدال میں رہتے ہوئے ہر عیاشی کی مکمل اجازت تھی اور "آفس" کی طرف سے ان کے ایک اشارے پر اس کا اہتمام بھی لازم تھا۔

لیکن......

وہ اس اہتمام سے کبھی مطمئن نہیں ہوتے تھے۔

یعسوب نے زندگی میں کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اس کی وجہ اسے بھی آج تک سمجھ نہیں آئی تھی لیکن اس کا "آفس" اس سے بہت خوش تھا۔ نجانے کیوں اس نے اپنی نوکری کی ابتدا ہی سے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ اپنا نجی اکاؤنٹ آفس کے علم میں نہیں آنے دے گا......

اور...... آج اس کی یہی احتیاط اس کے کام آ گئی تھی۔

❁❁❁

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

ڈاکٹر شاہ کی سوشل لائف تھی ہی کیا؟

جب سے انہوں نے میزائل ٹیکنالوجی میں جدید ترین نظریات پر مشتمل تجربہ کیا تھا وہ اغیار کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے تھے۔

ایک مذہبی گھرانے میں جنم لینے والے ڈاکٹر محی الدین شاہ نے ابتدائی تعلیم پرائمری سکول میں حاصل کی تھی۔ ان کے والد بھی سکول ٹیچر تھے لیکن اپنے گاؤں ہی نہیں اردگرد کے درجنوں دیہاتوں کے طلباء ان کے پاس دور دور سے تعلیم حاصل کرنے آیا کرتے تھے کیونکہ ماسٹر رفیق شاہ صاحب جیسی فزکس، کیمسٹری اور انگریزی اور کوئی نہیں پڑھاتا تھا۔

وہ ان پسماندہ علاقوں میں پیر کا درجہ رکھتے تھے گو کہ ان کا تعلق کسی باقاعدہ خانوادے سے نہیں تھا۔

لیکن...... اپنے محاسن کی وجہ سے وہ ہر ایک کو عزیز تھے۔ ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ اب بھی لوگ ان کی شمولیت کے بغیر اپنی تقریبات کو ادھورا سمجھتے تھے۔

اپنے بیٹے محی الدین شاہ سے متعلق انہوں نے شروع ہی سے ایک رائے قائم کر لی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کو سرکاری ملازم کی بجائے ملک وملت کا خدمت گار بنائیں گے۔

وہ اپنے بیٹے کو بڑا افسر نہیں، بڑا انسان دیکھنا چاہتے تھے۔

ڈاکٹر محی الدین شاہ نے میٹرک کے امتحانات میں اپنے بورڈ میں ٹاپ کیا تھا اور ایک بڑے شہر کے کالج میں تعلیم حاصل کرنے آئے تھے۔

یہاں بھی ان کی کامیابیوں کا تسلسل برقرار رہا اور ہر امتحان میں وہ چونکا دینے والے نتائج حاصل کرتے رہے۔

اعلیٰ ثانوی امتحانات کے بعد حکومت کے وظیفہ پر وہ بیرون ملک نیوکلیئر سائنس کی اعلیٰ تعلیم کے لئے چلے گئے اور جب ڈاکٹریٹ کر کے واپس لوٹے تو ملک وملت کا سرمایہ بن چکے تھے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس دوران ان کے والد رفیق شاہ صاحب انتقال فرما گئے......

ڈاکٹر شاہ کو اپنی سرکاری اور غیر سرکاری مجبوریوں کی وجہ سے دارالحکومت میں سرکاری حفاظت میں رہائش اختیار کرنی پڑی لیکن انہوں نے اپنے والد کا مشن جاری رکھا اور اپنے گاؤں میں والد کے نام پر ایک تعلیمی ٹرسٹ قائم کر دیا۔ گو کہ وہ اپنی گونا گوں معروفیات اور سکیورٹی کے تقاضوں کے سبب ٹرسٹ کے معاملات پر باقاعدہ توجہ نہ دے سکے لیکن اس سے کبھی بے خبر نہیں رہے اور اب بھی اس کے چیئر مین تھے۔

ڈاکٹر شاہ نے نو ماہ پہلے میزائل ٹیکنالوجی میں جو کمال حاصل کیا تھا اس نے اس ملک کے دشمنوں کی راتوں کی نیند حرام کر دی تھی۔ چونکہ ان کا واسطہ بہت کمینے دشمن سے تھا اس لئے ان کے حفاظتی اقدامات سے متعلق بہت سختی کی جاتی تھی۔

ڈاکٹر شاہ کچھ تو طبعاً تنہائی پسند تھے اور کچھ سکیورٹی کے تقاضوں نے تو انہیں جیسے دنیا سے کاٹ کر ہی رکھ دیا تھا۔

آج زندگی نے انہیں ایک بڑی خوشی سے نوازا تھا۔ ان کے اس یتیم بھانجے کی شادی ہو رہی تھی جس کو ڈاکٹر صاحب نے خود گود لے کر پالا اور اعلیٰ تعلیم دلائی تھی اور جو اب کراچی میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے "مہربانوں" سے کہہ دیا تھا کہ ان کے لئے اس شادی میں شرکت ناگزیر ہے۔ یوں بھی وہ زندگی موت سے بے پرواہ تھے۔ انہیں شاید خود بھی اپنی زندگی کی اتنی فکر نہیں تھی۔

لیکن......

حکومت کے نزدیک یہ بہت اہم مسئلہ تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی حفاظت ایک قومی اثاثے کی طرح کی جاتی تھی۔

سکیورٹی کے اعلیٰ حکام اس بات سے شرمندگی محسوس کرتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب کی حیثیت ایک قیدی کی سی ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ ایک مخصوص ایریا میں مقید زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ ان کی حفاظت ایک لمحے کی غفلت ملک و قوم کا کتنا بڑا نقصان ثابت ہو سکتی ہے۔

❁❁

ڈی جی آئی کا حکم تھا کہ ڈاکٹر صاحب کو کانوں کان یہ خبر نہ ہونے پائے کہ ان کے قتل کی سازش ہو رہی ہے اور دشمن نے اس گھناؤنے مقصد کے لئے اپنے ایجنٹ بھی ملک میں داخل کر دیئے ہیں۔

انہوں نے اپنے تمام ماتحتوں کو سختی سے ہدایت کر دی تھی کہ ڈاکٹر شاہ کو بالکل نارمل طریقے سے شادی میں شامل ہونے دیا جائے البتہ ان کے ارد گرد ایسا حصار بنا دیا جائے جسے عبور کرنا دشمن کے لئے

ناممکن ہو......

ڈی جی آئی کو ایمان کی حد تک اس بات کا یقین تھا کہ ڈاکٹر شاہ کی حفاظت پر مامور سکیورٹی کے عملے کا کوئی بھی جوان اپنے جسم کو چھلنی کروائے بغیر ایک گولی بھی ان تک نہیں پہنچنے دے گا۔

اصل میں ان کا یہی وہ ایقان تھا جس نے انہیں اتنا بڑا خطرہ مول لینے پر آمادہ کیا تھا۔

اس کے علاوہ وہ یہ بات بھی جانتے تھے کہ ڈاکٹر شاہ نے گزشتہ چھ ماہ سے اپنی لیبارٹری، مارکیٹ اور گھر کے لان کے اور کچھ بھی نہیں دیکھا اور اب تو یوں بھی ضروری ہو گیا تھا کہ وہ اپنی بے پناہ معروفیات سے کچھ وقت نکال کر زندگی کی گہما گہمی سے لطف اندوز ہوں۔

ڈاکٹر صاحب صبح کی فلائٹ سے کراچی جا رہے تھے......انہیں تو بظاہر یہی علم تھا کہ ان کے ساتھ چار گارڈز جو ایک عرصے سے ان کی حفاظت کرتے آ رہے تھے، اب بھی وہی ان کی حفاظت کر رہے ہیں۔

لیکن......

وہ نہیں جانتے تھے کہ اس فلائیٹ میں ان کے آگے پیچھے کی سیٹوں پر کم از کم پچیس ایس ایس جی (کمانڈوز) کے مستعد جوان موجود ہیں۔ جن کے پاس جدید ترین آٹو میٹک اسلحہ موجود ہے۔ حالانکہ وہ خالی ہاتھ دس دس حملہ آوروں سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

ایئر پورٹ پر ڈاکٹر صاحب کو جو کار لینے آئی وہ "بلٹ پروف" تھی اور ان کی کار کے آگے پیچھے دائیں بائیں کم از کم دس کاریں اور پندرہ موٹر سائیکل سوار ان کی حفاظت کر رہے تھے۔

کرنل ملک کا کمال یہ تھا کہ وہ اس سارے آپریشن کی نگرانی کر رہا تھا۔ لیکن اس نے رازداری کا ایسا زبردست اہتمام کیا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کو ایک لمحے کے لئے بھی کچھ ابنارمل ہونے کا شک نہیں گزر رہا تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے جہاز سے سیدھے اپنے بھانجے کے گھر تک جانا تھا جہاں ان کی اکلوتی بہن اور عزیز و اقارب دیدہ و دل فرش راہ کئے ان کے منتظر تھے......

ڈاکٹر صاحب کو یہاں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد شام کو شادی میں شرکت کرنی تھی۔ وہ گھر والوں میں گھل مل گئے۔ یہاں پریس اور اجنبی لوگوں کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔ یوں بھی قومی پریس کے نمائندے بطور خاص ڈاکٹر شاہ کے معاملے میں اپنی حدود کو سمجھتے اور نیشنل سکیورٹی کے پیش نظر اس پر عمل پیرا رہتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب اپنے پرسنل گارڈز کے ساتھ گھر پر ٹھہر گئے جبکہ ان کی گاڑی پر ان کا ڈرائیور موجود تھا۔

ان کی سکیورٹی پر مامور جوانوں نے اس بنگلے کے ارد گرد ہر قابل ذکر جگہ کو اپنے حصار میں جکڑ لیا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اس گھر کے اندر پہلے ہی سے ملازمین کے روپ میں گارڈز کے علاوہ بھی لوگ موجود تھے۔ یہ سب لوگ اپنے اپنے کام میں یکتائے روزگار تھے۔ اور کسی بھی طرح کی ہنگامی صورت حال کا سامنا کرنے کی انہیں خصوصی تربیت بھی حاصل تھی۔

ڈاکٹر شاہ اپنے گھر والوں میں مکمل مل گئے تھے لیکن ان کی نقل و حرکت کو صدیقی برابر مانیٹر کر رہا تھا۔ ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک ان کی آمد ورفت بھی ان لوگوں کی نظر میں تھی۔

❁❁

سیٹھ دارو والا نے اپنے ساتھ ہونے والے ہر ستم کو اس لئے برداشت کر لیا تھا کہ شیریں اس کے ساتھ تھی۔

وہ سمجھتا تھا کہ شیریں کی شکل میں اسے زندگی میں ایک شاندار ساتھی اور سہارا مل گیا ہے۔

لیکن......

جب دوران تفتیش اسے وہ ٹیلی فون ریکارڈنگ سنائی گئی جو شیریں اور ان کے آقاؤں کے درمیان ہوتی رہی تھی تو سیٹھ دارو والا کو یوں لگا جیسے زندگی کا واحد سہارا بھی اس سے چھین لیا گیا ہو......

اس نے اپنی خاندانی روایات کے برعکس سب کچھ داؤ پر لگا کر شیریں کی خواہش پر اس سے نکاح کر کے اسے بیوی کی حیثیت سے رکھا ہوا تھا۔ جبکہ اس کی بیوی ایک فاحشہ اور غیر ملکی ایجنٹ تھی جو دراصل اسے بے وقوف بنا کر اپنا الو سیدھا کر رہی تھی۔

یہ علم ہونے کے بعد وہ مستقل پچھتاوے کا شکار ہو رہا تھا......

آج زندگی میں پہلی مرتبہ اسے احساس اور علم ہوا کہ ابھی تک اس میں ضمیر نام کی کوئی زندہ شے موجود ہے جو اسے مسلسل ملامت کر رہا تھا۔

اسے آج پہلی مرتبہ یہ بھی احساس ہوا کہ وہ ایک غدار ہے۔ جس نے محض ایک عورت کے جنسی حصول کے لئے اپنی فیکٹری کو دشمن کا اڈہ بنایا ہوا ہے۔

سیٹھ دارو والا کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اسے رہا کر دیا گیا ہے۔ کوئی طاقت بار بار اسے احساس دلا رہی تھی کہ اس کو چھوڑا نہیں گیا بلکہ اسے چارہ بنا کر دشمن کے سامنے ڈال دیا گیا ہے۔

اگر مقامی پارٹی والوں کو اس بات کا علم ہو جاتا کہ اس کو سکیورٹی والے پکڑ کر لے گئے تھے یا اس کی کسی حرکت پر ہی شک گزر جاتا کہ اس نے سکیورٹی والوں کو ان کے متعلق سب کچھ بتا دیا ہے تو وہ کبھی ان کے ہاتھوں بچ نہیں سکتا تھا۔

اسے اس بات کا علم تو اگلے روز ہوا کہ اس کی گرفتاری کے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہی بظاہر ایک

عملے کے روپ میں اس انٹیلی جنس ایجنسی نے فیکٹری پر چھاپہ مار کر بڑی مقدار میں اسلحہ اور گولا بارود برآمد کر لیا تھا۔

لیکن......

حیرت انگیز طور پر انہوں نے ضیائی کو گرفتار نہیں کیا تھا بلکہ ابتدائی تفتیش کے بعد اسے بے گناہ قرار دے کر چھوڑ دیا تھا کیونکہ اس نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اس فیکٹری میں ہونے والے اس گھناؤنے کاروبار کا اسے ہرگز علم نہیں ہے۔ البتہ انہوں نے ضیائی کی نشاندہی پر دو تین ملزموں کو شامل تفتیش ضرور کر لیا تھا۔

جن کو ایکسائز عملے کے لوگ گرفتار کر کے لے گئے تھے اور انہوں نے واقعی ہر ممکن طریقے سے اپنا یہ تاثر برقرار رکھا تھا کہ ان کا تعلق محکمہ کسٹم اینڈ ایکسائز سے ہے اور انہوں نے یہ چھاپہ معمول کی کارروائی کے مطابق مارا ہے۔ اس کا محرک کوئی بھی خصوصی رپورٹ یا واقعہ نہیں تھا۔

سیٹھ صاحب کی فیکٹری سیل کر دی گئی تھی۔ اس کے گرد پولیس کا پہرہ تھا اور اندر موجود ملازمین کو اپنے اپنے بیانات قلم بند کروانے سے پہلے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔

البتہ انہوں نے جنرل منیجر ضیائی اور اس کے عملے کے تین ملازمین کو جانے دیا تھا کیونکہ ان چاروں سے متعلق انہیں یقین تھا کہ یہ بے گناہ ہیں......

ضیائی نے پارٹی احکامات کے مطابق ایکسائز والوں کو دو ملزم دے دیئے تھے جن کو یقین دہانی کروائی جا چکی تھی کہ ان کا بال بھی بیکا نہیں ہو گا اور پارٹی والے انہیں مکھن سے بال کی طرح نکال لائیں گے......

❁❁

اس چھاپے کے ساتھ ہی پارٹی کی مقامی قیادت حرکت میں آ گئی تھی۔ انہوں نے اعلیٰ حکام سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

ان پر دباؤ بڑھنے لگا تھا......

پارٹی قیادت اس بات پر سخت ناراض تھی کہ ان کی اجازت کے بغیر ان کے حمایتی کی فیکٹری پر چھاپہ کیوں مارا گیا؟

ان کا موقف تھا کہ ایکسائز کا عملہ رشوت نہ ملنے پر ناراض ہے اور اس نے جان بوجھ کر یہاں سے اسلحہ برآمد کروایا ہے جبکہ یہاں اسلحہ اور گولا بارود موجود ہی نہیں تھا۔

پارٹی قیادت بضد تھی کہ ان کے گرفتار ہونے والے ورکروں کی تفتیش کسی اور ایجنسی کے بجائے ''مقامی پولیس'' ہی کرے کیونکہ انہیں مقامی پولیس کے علاوہ اور کسی پر اعتبار نہیں تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ان کے مطالبات اب دھمکیوں کی صورت اختیار کرنے لگے تھے۔ بالآخر حالات سے مجبور ہو کر وزیر اعلیٰ کو مرکزی حکومت سے درخواست کرنی پڑی تھی کہ وہ اس معاملے کا نوٹس لے ورنہ مقامی پارٹی ہڑتال کا اعلان کر دے گی اور ایک مرتبہ پھر شہر کا امن و امان خطرے میں پڑ جائے گا۔

مرکزی حکومت کو صوبائی حکومت سے زیادہ اس مسئلے کی فکر دامنگیر ہو گئی تھی انہوں نے بڑی مشکل سے کروڑوں روپے کی بھینٹ چڑھا کر مقامی پارٹی کی ہمدردیاں حاصل کی تھیں اور ان کی ہمدردیاں گنوانے کا مطلب تھا کہ ایک صوبے میں ان کی حکومت کا خاتمہ......

اور......

یہ بڑا مہنگا سودا تھا۔

جب مرکزی حکومت کے کرتا دھرتاؤں نے محکمہ ایکسائز کو ڈانٹ پلائی کہ اس نے یہ کیا حرکت کی ہے اور اس کے ڈائریکٹر جنرل کو اپنے حضور طلب کیا تو اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا کہ مائی باپ میں بے گناہ ہوں...... میرے تو فرشتوں کو بھی اس چھاپے کی خبر نہیں......

مرکزی حکومت نے جانا شاید ایکسائز کے مقامی حکام نے اپنے نمبر بنانے یا لمبا ہاتھ مارنے کے لئے خود ہی یہ کارروائی نہ کر ڈالی ہو تو سرکاری ہرکارے حرکت میں آئے۔

ٹیلی فون کی گھنٹیاں بجنے لگیں......

صوبائی ایکسائز کے آفیسر اعلیٰ کی تلاش کا سلسلہ شروع ہو گیا کہ اس نے یہ جرات رندانہ کیسے کر ڈالی اور مزاج شاہاں کے خلاف ایسا کرنے کی اسے ہمت کیسے ہوئی؟

لیکن......

حیرت انگیز طور پر دو گھنٹے تک اس کا سراغ نہ ملا......

گھر والوں نے بتایا کہ وہ دفتر گئے ہیں جبکہ دفتر والے ان کی اچانک ناسازی طبع کے باعث گھر کو روانگی کا عندیہ دے رہے تھے......

سرکاری ہرکاروں نے جنہیں مقامی پارٹی ورکرز کی مدد بھی حاصل تھی، صوبائی افسر اعلیٰ کی تلاش کے لئے شہر کا کونہ کونہ چھان مارا...... انہوں نے بالکل اشتہاری مجرم کی تلاشی کی طرح اس کی تلاش کا مشن جاری رکھا، اس کے ہر ممکنہ ٹھکانے اور ہر ملنے والے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ کہیں نرمی اور کہیں سختی سے اس کی بابت دریافت کیا۔

لیکن......

صوبائی افسر اعلیٰ کہیں ہوتا تو ملتا......

جہاں تک اس کے اچانک غائب ہونے کا تعلق تھا، یہ کوئی جرم بھی نہیں تھا۔ آج کا آفس ٹائم ختم ہو چکا تھا۔

کل سرکاری چھٹی تھی......

اب اسے پرسوں نو بجے صبح اپنے دفتر پہنچنا تھا۔

اور...... اس سے پہلے وہ کہاں جاتا ہے، کیا جھک مارتا ہے، اس سے حکومت کو کیا لینا دینا۔

رات دیر گئے تک مغز ماری کے بعد اچانک ہی ایک خبر نے انہیں بوکھلا کر رکھ دیا کہ یہ چھاپہ ایکسائز والوں نے مارا ہی نہیں تھا۔

پھر یہ حرکت کس نے کی؟

مرکزی قیادت سیخ پا ہو رہی تھی۔

ایک سیانے مشیر نے کہ جس کا "آئی۔ کیو" بظاہر ان سب سے کچھ زیادہ دکھائی پڑتا تھا، ان سے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا کہ حضور یہ کسی اور کا نہیں اپنے "مہربانوں" کا کیا دھرا ہے۔

اب کیا کریں؟

نئی مشکل آن کھڑی ہوئی تھی۔

مرکزی قیادت نے فوراً اپنا ایک نمائندہ جو "مہربانوں" کا مقرب سمجھا جاتا تھا، اس طرف روانہ کر دیا کہ انہیں سمجھائے اور بتائے کہ ان کی یہ حرکت جمہوریت کے لئے کتنی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

اس سے ملکی ہی نہیں بین الاقوامی سطح پر کیا کیا مشکلات کھڑی ہو جائیں گی۔ انہیں بتائے کہ فی الوقت مقامی پارٹی کو چھیڑنا سانپ کے بل میں ہاتھ دینے کے مترادف ہے اور عین ممکن ہے کہ اگر اس حرکت کا فوری ازالہ نہ ہوا تو مقامی پارٹی والے وہ کر گزریں گے جو ملک و ملت کے لئے تباہ کن ثابت ہو۔

مشیر صاحب بھاگم بھاگ مہربانوں کے پاس جا پہنچے جہاں انہیں علم ہوا کہ اس وقت ملاقات ممکن ہی نہیں کیونکہ ایک "فارن ڈیلی گیشن" اندر موجود ہے۔

مشیر صاحب کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی وہ اپنی دھن کے پکے اور مرکزی قیادت کے شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار تھے...... وہ دو گھنٹے انتظار گاہ میں دھوئیں کے مرغولے اڑاتے رہے۔ بالآخر خدا خدا کر کے رات کے دوسرے پہر ان کو ملاقات کا موقع ملا تو انہوں نے سارا مسئلہ گوش گزار کیا......

"آپ کے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہئے تھا اس اطلاع کے بعد کہ وہاں غیر ملکی دہشت گردوں نے اپنا اڈہ قائم کر لیا ہے...... اسلحہ اور گولا بارود موجود ہے جس کی مدد سے وہ لوگ آئے روز دھماکے کر کے بے گناہوں کے جان و مال سے خون کی ہولی کھیل رہے ہیں...... اس اطلاع کے بعد ہمیں کیا

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

خاموشی اختیار کر لینی چاہئے تھی......"

"مہربانوں" کے تیور تیکھے تھے......

"سر! وہ تو ٹھیک ہے لیکن!"

مشیر صاحب نے حلق میں تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

"بس مشیر صاحب...... یہ لیکن ہی سارا کام خراب کرتی ہے...... مجھے آپ کی اس لاجک کی سمجھ نہیں آتی کہ اگر ملک میں دہشت گردی ہوتی رہے تو کیا امن و امان کی حالت بہتر رہتی ہے؟ اگر ہم دہشت گردوں پر آہنی گرفت کرتے ہیں تو آپ کا امن و امان خطرے میں پڑ جاتا ہے...... آپ کے خیال میں آپ کی اس بات کا کیا مطلب لیا جائے؟"

مہربانوں نے ان کی بات ٹوک دی۔

"سر...... میں تو بس شرف ملاقات کے لئے حاضر ہوا تھا۔ یہ تو آپ جانتے ہیں ہم سیاسی لوگ ہیں...... سب کو خوش رکھنا پڑتا ہے ...... میں تو آپ کی بات اچھی طرح سمجھتا ہوں، مرکزی قیادت بھی سمجھتی ہے لیکن"

مشیر نے بے شرمی سے دانت نکالے۔

"پھر وہی لیکن......"

مہربانوں نے انہیں ڈانٹنے کے انداز میں ان کی بات کاٹ دی...... مشیر صاحب سمجھ گئے کہ ان تلوں میں تیل باقی نہیں رہا اور نہ ہی یہ لوگ اب ان کی کوئی بے ہودہ دلیل تسلیم کریں گے......

وہ بے نیل و مرام رات دیر گئے واپس لوٹ آئے جہاں ساری مرکزی قیادت بے چینی سے ان کی منتظر تھی۔

کیا بنا؟

کیا ہوا؟

بات بن گئی؟

بے قرار اور اپنے اقتدار کی ناؤ ڈوبنے کے خطرے سے لرزتے مقتدر حلقوں نے ان کی طرف حسرت طلب نظروں سے دیکھ کر اپنے شکوک کا ازالہ چاہا......

"کوئی بات نہیں، کچھ ہو جائے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ ذرا نظم وضبط اور اصول وقواعد وغیرہ کے بڑے سخت ہوتے ہیں...... آپ بے فکر رہئے کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔"

مشیر صاحب نے مرکزی قیادت کو اطمینان دلانا چاہا۔

اس بات کی تو وہ تنخواہ لیا کرتے تھے......

اس کے بعد انہوں نے مرکزی قیادت کو ایک الگ کمرے میں لے جا کر سمجھایا کہ اگر انہوں نے اس مرحلے پر کوئی پنگا ڈالنے کی کوشش کی تو اس کا خمیازہ ایسا بھگتنا پڑے گا جس کا ازالہ ممکن نہ ہو......

اب کیا کریں؟

متوحش چہروں اور خوفزدہ آنکھوں والی مرکزی قیادت کو اپنا سنگھاسن ڈانواں ڈول ہوتا محسوس ہوتا رہا تھا۔

"کمپلشن......"

مشیر صاحب نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

مرکزی قیادت کو کچھ حوصلہ ہوا لیکن تشویش قائم رہی۔

"سر! ابھی تین روز پہلے ہی تو مقامی پارٹی کے جنرل سیکرٹری صاحب نے وہ ٹھیکہ مانگا تھا......"

مشیر نے ان کی آنکھوں میں جھانکا۔

"وہ ڈیزل والا مسئلہ......"

مرکزی قیادت کو حوصلہ ہوا۔

"یس سر وہی...... بس وہ دے کر منہ بند کر دیجئے......"

مشیر نے کہا۔

"لیکن کیا وہ اس سے مطمئن ہو جائیں گے؟"

تشویش قائم تھی۔

"سر! آپ فائل تیار کروا کر مجھے دیجئے صبح کی فلائٹ سے میں جاتا ہوں ان کے پاس اور باقی معاملات مجھ پر چھوڑ دیجئے۔"

مشیر صاحب نے بڑے اعتماد اور مکاری سے کہا۔

"واہ مشیر صاحب...... واہ...... آپ واقعی بڑے کام کے آدمی ہیں......"

مرکزی قیادت نے بھی دانت نکال دیئے۔

تھوڑی دیر بعد متعلقہ وزارت کے سیکرٹری صاحب کو ان کے دفتر میں طلب کیا جا رہا تھا۔

رات ختم ہونے سے پہلے انہوں نے سرکاری مہریں لگا کر مقامی پارٹی کے جنرل سیکرٹری صاحب کی "ڈیزل کوٹہ" والی فائل کا پیٹ بھر دیا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

اور......

دوسرے روز پہلی پرواز سے مشیر صاحب مقامی پارٹی کے آفس میں موجود تھے جہاں انہوں نے اپنی وفاداریوں کا حلفاً یقین دلانے کے بعد اپنی مجبوریوں کا رونا روتے ہوئے فائل ان کی طرف بڑھادی۔

اور......یوں یہ مسئلہ بڑے آرام سے آپس کی گفتگو میں مل بیٹھ کر طے پاگیا۔

امن وامان قائم رہا۔

شہر اپنی جگہ موجود رہا......

مذاکرات کامیاب رہے......

حکومت قائم رہی......

دونوں پارٹیوں کا باہمی اتحاد قائم رہا......

اگلے روز جنرل سیکرٹری صاحب نے ایک دھواں دھار بیان بڑی پریس کانفرنس میں جہاں ملکی اور غیرملکی پریس کے نمائندے بڑی تعداد میں موجود تھا، جاری فرمایا جس میں انہوں نے ایکسائز کے چھاپے کے دوران گرفتار ہونے والے کارکنوں کا تعلق اپنی پارٹی کے باغی دھڑے سے بتایا اور اس ساری کارروائی کو ایجنسیوں کی سازش قرار دے کر گوہرفشانی کی کہ وہ ایسی کسی سازش کی پرواہ کئے بغیر حکومت سے تعاون جاری رکھیں گے اور دونوں مل کر باہمی اتحاد سے امن وامان اور ملکی سلامتی کے لئے کام کرتے رہیں گے۔

''الو کے پٹھے......''

کرنل ملک نے اگلے روز اخبارات کی سرخیوں پر نظریں دوڑا کر اخبار ایک طرف رکھا اور اپنا کمنٹ (Coment) صدیقی کی طرف اچھالا......جس نے انہیں اس سے بھی بڑے القاب سے نوازا تھا......

❁❁❁

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

ساری رات سیٹھ دارو والا نے کروٹیں بدلتے گزاری......

ساری رات اس کے فون کی گھنٹی بجتی رہی......

ساری رات سیٹھ صاحب کی بیوی لوگوں کو مطمئن کرتی رہی کہ ان کی فیکٹری میں جو کچھ ہوا اس سے سیٹھ صاحب کا کوئی تعلق نہیں۔

لیکن......

سیٹھ دارو والا کی فیکٹری سے اسلحہ کی برآمدگی ایسا سیدھا مسئلہ نہیں تھا کہ اس کی کمیونٹی اس پر دم سادھے رکھتی۔ اس کی ساکھ داؤ پر لگ گئی تھی اور تو اور اس کی بیوی نے اسے جی بھر کے صلواتیں سنائیں تھیں کہ اس کی عیاشیوں کی وجہ سے یہ دن انہیں دیکھنے پڑ گئے۔ اسے شاید اتنی ہی خبر تھی کہ شیریں نام کی کوئی سیکرٹری سیٹھ صاحب نے رکھی ہوئی ہے۔ اور آج پہلی مرتبہ اس نے سیٹھ صاحب کو اس کے نام کے طعنے دیئے تھے۔

سیٹھ سر نیچا کیے سب کچھ سنتا رہا۔

وہ جانتا تھا کہ اس کی بیوی کچھ بھی غلط نہیں کہہ رہی۔ سیٹھ صاحب کی دو بیٹیاں جوان ہو رہی تھیں اور انہوں نے ان کی طرف سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔

صبح ناشتہ زہر مار کرنے تک اس نے کسی کا کوئی فون اٹینڈ نہیں کیا تھا۔ تمام ٹیلی فون اس کی بیوی نے سنے تھے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کے لئے کہا اور زندگی میں پہلی مرتبہ اپنے لائسنس والے پستول کو اپنے قبضے میں کیا۔

سیٹھ صاحب نے آج سے تین سال پہلے لائسنس اور پستول حاصل کیا تھا لیکن سوائے اسے چلانے کی تربیت حاصل کرنے کے آج تک اس سے کوئی چڑیا بھی نہیں ماری تھی۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آج وہ کچھ خطرناک عزائم لے کر گھر سے نکل رہے تھے......!

سیٹھ صاحب کی گاڑی جونہی بنگلے سے باہر نکلی، انہیں علم نہ ہو سکا کہ ایک کار اور موٹر سائیکل نے اس کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی کنٹرول روم میں صدیقی کے سامنے رکھے سیٹ پر سیٹھ صاحب کی روانگی کی خبر ملنے لگی تھی۔

اس سفر کا اختتام سیٹھ صاحب کی نو بیاہتا دلہن شیریں کے بنگلے پر ہوا تھا، جو خود بہت پریشان دکھائی دے رہی تھی۔

رات کے آخری پہر اسے نیند آئی تھی اور صبح بہت جلدی اس کی آنکھ کھل گئی۔ لیکن ابھی تک خان صاحب کا کوئی نام و نشان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ شیریں نے سوچا کہ یہ شخص اتنی دیر تک سونے والا نہیں، پھر یہ سوچ کر مطمئن ہو گئی کہ آج شاید وہ زیادہ دیر تک اس لئے سویا ہو کہ اسے اپنا کام کرنا تھا۔

آج ڈاکٹر شاہ والا مشن انجام پانا تھا۔

لیکن......

دوسری طرف اس کے رات والے فقرے ابھی تک شیریں کے دل و دماغ میں گونج رہے تھے کہ وہ جتنی جلدی ممکن ہے اس چنگل سے نکل جائے ورنہ شاید یہ دلدل اسے کبھی باہر نہ نکلنے دے......

کیا یہ شخص ''را'' سے باغی ہو گیا ہے؟

کیا وہ اس سے ہمدردی کر رہا ہے؟

یا پھر ایسا تو نہیں کہ اس کے ماسٹرز اس کی وفاداریوں کا امتحان لے رہے ہیں؟

اس کا مافی الضمیر جاننے کے لئے انہوں نے اس کے سامنے یہ پانسہ پھینکا ہو۔ فی الوقت تو اسے آخری بات ہی صحیح دکھائی دے رہی تھی لیکن جس لہجے میں یعسوب نے اس سے باتیں کی تھیں، شیریں بھی زمانہ ساز تھی اور اندازہ کر سکتی تھی کہ وہ دھوکہ دینے والا انداز نہیں تھا۔

یوں بھی وہ اس مشن میں باقاعدہ حصہ نہیں لے رہی تھی۔ اسے تو ڈاکٹر شاہ کے قتل والے منصوبے کی خبر بھی نہ ہوتی یہ تو اچانک اس کے علم میں آیا تھا جب وہ اس کھیل کا حصہ ہی نہیں تھی تو اس کی وفاداریاں کیوں آزمائی جاتیں؟

اس کا مطلب یہ ہوا کہ واقعی یعسوب نیک نیت تھا؟

پھر وہ کیا کرے؟

کیا ایسا تو نہیں وہ لوگ پولیس کی نظروں میں آ چکے ہوں؟

اس سوچ نے ہی اسے لرزا کر رکھ دیا۔

صبح کے دس بج رہے تھے اور ابھی تک یعسوب نیچے نہیں آیا تھا۔ جبکہ وہ اس سوال کا جواب چاہتی تھی اور یعسوب کے علاوہ اور کون اس سوال کا صحیح جواب دیتا۔

یہی سوچتی وہ اس کے کمرے کی طرف جا رہی تھی......!

جب دو تین مرتبہ دستک دینے پر بھی دروازہ نہ کھلا تو اسے گھبراہٹ ہونے لگی۔ کچھ سوچتے ہوئے اس نے آخری مرتبہ دروازے پر دستک دی اور اندر سے جواب نہ آنے پر دروازہ آہستہ سے دھکیلا۔

دروازہ لاک نہیں تھا، کھل گیا۔

اچانک دروازہ کھلنے سے وہ منہ کے بل گرتے گرتے بچی۔ کمرے کے اندر کا منظر اس کے دل کی دھڑکنوں کو دوچند کرنے کے لئے کافی تھا۔

کمرہ خالی تھا......!

خود کو سنبھالتی وہ پلنگ کے ایک کونے پر بیٹھ کر اندر کے ماحول کا جائزہ لینے لگی......

اس کے مہمان کا سامان تو یہیں موجود تھا لیکن وہ خود غائب تھی۔ تیزی سے اٹھ کر اس نے باتھ روم کا دروازہ کھولا وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔

یہاں کوئی ایسا نشان بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا جس سے اندازہ کیا جا سکے کہ جانے والا اپنی مرضی سے نہیں گیا۔

سامنے کی کھڑکی البتہ کھلی تھی جو اسے یعسوب کے فرار کی کہانی سنا رہی تھی۔

اسے یاد آ گیا کہ یعسوب نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ وہ کسی بھی وقت یہاں سے چلا جائے گا اور شاید اس نے دم رخصت شیریں کو بھی اعتماد میں لینا مناسب نہیں جانا۔

کمرے کی کھڑکی دوبارہ بند کر کے وہ تیزی سے باہر نکل اور اس نے اگلے تین چار منٹ میں گھر کا کونہ کونہ چھان مارا۔

لیکن......

یعسوب یہاں تھا کب کہ اسے دکھائی دیتا۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ مصیبت آنے والی ہو اور وہ وقت سے پہلے فرار ہو گیا ہو؟

شاید اس لئے کہ اس نے کل رات اسے بھی نکل جانے کو کہا تھا۔ شاید وہ اس سے کھل کر اس موضوع پر بات نہ کر سکتا ہو؟

شیریں کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے تھے......

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یہ احساس کہ وہ پکڑی جانے والی ہے، اس کے لئے سوہان روح بنتا جا رہا تھا۔ اس کی بھوک پیاس سب ختم ہو گئی تھی۔

یہ بنگلہ اب اسے بھوت بنگلہ دکھائی دینے لگا تھا۔

کیا وہ بھی بھاگ جائے؟

اس نے سوچا۔

اور......

اس کے پریشان دل و دماغ نے اسے یہی راہ سجھائی۔

دوسرے ہی لمحے اس نے ایک بیگ کھولا اور دیوانہ وار اپنے سیف کی الماریوں سے تمام سونے کے زیورات اور نقدی اس میں پھینکنے لگی۔ اس نے اپنا پاسپورٹ سب سے پہلے قبضے میں کیا تھا۔

شیریں کا یہ ارادہ تھا کہ وہ سارا قیمتی سامان سمیٹ کر فوراً یہاں سے نکل جائے اور پہلی فرصت میں کسی بھی فلائٹ سے لندن واپس بھاگ جائے۔ اگر اسے لندن میں قید بھی کر دیا گیا تو یہ مہنگا سودا نہیں ہو گا۔

اس کے لئے اب یہاں ایک پل رکنا بھی ممکن نہیں رہا تھا۔ اس خوبصورت بنگلے کے درودیوار اسے ڈسنے کو آ رہے تھے۔

فریج سے اس نے دودھ کا گلاس نکال کر پیا تو اس کے اوسان قدرے بحال ہوئی۔

ابھی بمشکل اس نے گلاس میز پر رکھا ہی تھا جب انٹر کام کی گھنٹی بجنے لگی۔ یہ کسی کی آمد کی اطلاع تھی۔ بنگلے کا چوکیدار اس کی ہدایت کے مطابق ہر آنے والے کی اطلاع اسے ضرور دیا کرتا تھا۔

"اس وقت کون آن مرا......؟"

اس نے غصے سے دانت پیستے ہوئے فون اٹھایا۔

دوسری طرف گیٹ پر موجود گارڈ نے اطلاع دی کہ سیٹھ صاحب آ چکے ہیں۔

شیریں کا دل دھک سے رہ گیا۔

آج سیٹھ صاحب چار روز کے بعد اچانک آئے تھے اور وہ بھی اس وقت؟

"او کے" کہہ کر اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے انٹر کام رکھا اور چاہا کہ اپنے سامنے دھرا بیگ گھسیٹ کر سامنے رکھی میز کے نیچے چھپا دے......

لیکن......

اس کی یہ تمنا دل ہی میں رہ گئی......

اچانک ہی سامنے کا دروازہ کھلا اور سیٹھ دارو والا اندر داخل ہوا۔

شیریں نے انتہائی کوشش سے خود کو قدرے نارمل کیا اور یوں آگے بڑھی جیسے ان کی جدائی میں تڑپ رہی ہو......

لیکن...... خلاف توقع سیٹھ صاحب کا ردعمل بڑا ٹھنڈا اور قدرے بدلا ہوا تھا۔

"شاید کہیں جانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں؟"

انہوں نے سامنے بیگ پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"نہیں...... ذرا ایسے ہی کچھ سامان سنبھال رہی تھی۔"

شیریں کی حالت ایسے چور جیسی تھی جسے اچانک رنگے ہاتھوں پکڑ لیا گیا ہو۔

"ذرا ہم بھی تو دیکھیں کیا سنبھالا جا رہا تھا؟"

یہ کہتے ہوئے سیٹھ آگے بڑھا......

لیکن...... بجلی کی طرح لپک کر شیریں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کیا بات ہے سیٹھ صاحب آپ کو آج کیا ہو گیا ہے......؟"

اس نے بظاہر بڑی دل لگی کا مظاہرہ کیا۔

لیکن اسے اپنی اداکاری میں خود بڑا جھول دکھائی دے رہا تھا۔

سیٹھ کا ردعمل اتنا خلاف توقع تھا کہ وہ دنگ رہ گئی۔

سیٹھ صاحب نے اس کا ہاتھ جھٹک کر الگ کر دیا اور بیگ کھول کر اسے سامنے میز پر الٹا دیا۔

"تو تم یہ سب کچھ سمیٹ کر فرار ہو رہی تھیں۔ شاید تمہارا کھیل ختم ہو گیا ہے۔"

سیٹھ نے اس کی طرف کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"سیٹھ صاحب خدا کے لئے آپ خدا......"

اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن سیٹھ نے اسے سختی سے ڈانٹ دیا۔

"شٹ اپ، اب اگر اپنی گندی زبان سے کبھی دوبارہ خدا کا مقدس نام لیا تو......"

اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

"شاید آپ مجھ سے ناراض ہیں؟"

گھبراہٹ، خوف اور تاسف کے ملے جلے جذبات سے شیریں نے کہا۔

"حرام خور...... ذلیل عورت......"

سیٹھ کا لہجہ پھاڑ کھانے والا تھا......

www.iqbalkalmati.blogspot.com : مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"سیٹھ صاحب آپ آخر...... آخر آپ کو کیا ہو گیا......؟"

اس نے روہانسی آواز میں کہا۔

"کاش مجھے یہ کچھ عرصہ پہلے ہو گیا ہوتا۔ غدار، کمینی عورت، اگر مجھے تیری اصلیت کا علم ہو جاتا تو آج یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔"

سیٹھ نے قہر برساتی آواز میں کہا۔

"سیٹھ صاحب یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے...... آپ کو کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے کیا؟"

شیریں کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔

سیٹھ کبھی زندگی میں اس سے اس لہجے میں بات کرے گا، ایسا گمان اس نے نہیں کیا تھا۔

"میری غلط فہمی ختم ہو گئی ہے۔ میں نے تمہاری اصلیت جان لی ہے۔ تم جو میری ہمدرد بنی ہوئی تھی، دراصل ناگن ہو ناگن...... جو میرے ہی دودھ پر پل کر مجھے ہی ڈستی رہی۔ شیریں مجھے تمہارے، ضیائی اور قریشی کے ساتھ ہی نہیں تمہارے اصلی مالکوں کے ساتھ تعلقات کا علم ہو گیا ہے...... اب تمہارا کھیل ختم ہوا......"

یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا بریف کیس کھولا اور پہلے سے لوڈڈ پستول باہر نکال لیا۔

"خدا کے لئے میری بات سن لیجئے...... میں مجبور تھی، ان لوگوں نے مجھے بھی آپ کے ساتھ بلیک میل کیا...... میں نے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کیا......"

اس نے چاہا کہ آگے بڑھ کر سیٹھ کے پاؤں کو چھو کر معافی مانگے۔

لیکن......

سیٹھ پر تو جیسے جنون سوار تھا۔

اس نے شیریں کی کمر میں زوردار لات ماری اور وہ چیختی چلاتی پرے جا گری۔

"تو تم اب مجبوری کی وجہ سے سب کچھ سمیٹ کر بھاگ رہی تھی۔"

یہ کہتے ہوئے سیٹھ نے اس کی طرف پستول سیدھا کیا اور یکے بعد دیگرے سارا پستول اس پر خالی کر دیا۔

شاید فائرنگ کی آواز پر چوکیدار بھاگتا اندر آیا لیکن اس میں دروازہ کھولنے کی ہمت نہ ہوئی......

سیٹھ صاحب جب ہاتھ میں خالی پستول لہراتے جنونی حالت میں کمرے سے باہر نکل رہے تھے تو انسپکٹر کیانی، سعید اور ان کے دو ساتھی کوٹھی کے مین گیٹ سے اندر داخل ہو رہے تھے۔

فائرنگ کی آواز کوٹھی کی پشت پر باغبانی کرتے انسپکٹر سعید نے سنی اور دوسرے ہی لمحے صدیقی

سے رابطہ قائم کیا تھا جس نے انہیں خود اندر گھس کر صورت حال پر قابو پانے کا حکم دیا تھا۔ جس کے ساتھ ہی انہوں نے کوٹھی کے گیٹ پر رش کیا اور بوکھلائے ہوئے چوکیدار کو ایک طرف کھڑا کر کے ایک جوان کو سونپنے کے بعد وہ متعلقہ کمرے میں پہنچ گئے جہاں خون میں لت پت شیریں کی لاش پڑی تھی......

سیٹھ دارو والا کو انسپکٹر کیانی کے ساتھ آنے والے دو جوانوں نے قابو کر لیا تھا اور وہ اپنا سر جھکائے برآمدے میں دھری کرسی پر بیٹھا تھا......

انسپکٹر سعید نے ان کے فون پر ہی ہدایات وصول کی اور تھوڑی دیر بعد وہ سیٹھ کو پولیس کے حوالے کر کے واپس جا رہے تھے۔ اس درمیان انہوں نے گھر کے کونے کونے کی تلاشی لے لی تھی لیکن انہیں یعسوب کے کمرے میں بھی کوئی ایسی چیز نہیں ملی تھی جو اس کی شناخت پر روشنی ڈال سکتی۔

سیٹھ دارو والا کی ذہنی حالت قدرے بگڑ چکی تھی۔ پولیس موبائل اسے اپنے ساتھ تھانے لے گئی جبکہ کوٹھی پر فی الوقت پولیس والے قابض تھے اور لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے ہسپتال پہنچانے کا بندوبست کیا جا رہا تھا۔

❁❁❁

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

یعسوب کی گھڑی پر سہ پہر کے چار بج رہے تھے اور اب روبہ عمل ہونے کا وقت آ گیا تھا۔ اس نے اپنے ذہن میں سارا نقشہ تازہ کیا اور ان مقامات کو ازبر کیا جہاں جہاں ان لوگوں نے کارروائیاں کرنی تھیں۔

اپنے ہوٹل سے وہ پیدل ہی باہر آ گیا اور قریباً آدھ گھنٹہ میں اس بنکویٹ ہال سے قریباً ایک کلومیٹر دور اس جگہ پہنچ گیا جہاں قریشی اور ضیائی نے پولیس کو الجھانے کے لئے ایک اہم کارروائی کرنی تھی......

اس ''اہم کارروائی'' کی ہدایت بھی انہیں مقامی ''را'' کے آفس کی طرف سے ملی تھی۔ ان لوگوں نے بطور خاص ہمسایہ ملک کی ایک سفارتی وین کو نشانہ بنانے کا منصوبہ بنایا تھا۔

اس وین کے ڈرائیور تک، جو ''مقامی پارٹی'' کا نظریاتی کارکن تھا، رسائی حاصل کی تھی۔ اس ڈرائیور کو پھانسنے میں انہیں کچھ زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی تھی۔ چند ہزار روپوں کے عوض وہ ایک خاص مقام پر گاڑی میں پرابلم آ جانے کے بہانے اسے روک کر اور اس کا بونٹ کھول کر چیک کرنے پر رضامند ہو گیا تھا۔

اس کے انعام کی رقم اسے ایڈوانس دے دی گئی تھی اور یقین دہانی کروائی گئی تھی کہ کام مکمل ہونے کے بعد اسے اور انعام بھی دیا جائے گا کیونکہ یہ ساری ''ڈیل'' مقامی پارٹی کے ایک اہم لیڈر کے ذریعے ہوئی تھی اس لئے ڈرائیور ہر طرح مطمئن تھا۔

انہوں نے ڈرائیور کو جو منصوبہ بتاتا تھا اس کے مطابق انہیں اس وین میں سوار چھ سفارت کاروں میں سے صرف دو کو قتل کرنا تھا جبکہ اصل منصوبہ یہ تھا کہ ان سب کو ڈرائیور سمیت اڑانا تھا اور بطور خاص یہ طے کیا گیا کہ ڈرائیور تو ہرگز زندہ نہیں بچنا چاہئے، کیونکہ اس سازش کا صرف وہی ایک گواہ تھا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو دو خطرات موجود تھے۔

ایک تو یہ کہ وہ دوران تفتیش کہیں سچ ہی نہ اگلے دے اور دوسرا خدشہ یہ موجود تھا کہ جب اس سے متعلق کوائف اکٹھے ہوئے سب سے پہلا انکشاف یہی ہو گا کہ وہ مقامی پارٹی کا سرگرم کارکن ہے جس سے عین ممکن ہے اس پارٹی میں موجود ''را'' کے نیٹ تک ان لوگوں کی رسائی ہو جائے۔

''را'' کی سرگرمیاں یہاں چوہان کنٹرول کرتا تھا اور اس کی اب تک کامیابی کا راز یہی تھا کہ وہ کوئی ایسا امکان باقی نہیں چھوڑتا تھا جسے بنیاد بنا کر پاکستانی ایجنسیاں ان لوگوں تک پہنچ سکیں۔

یوں بھی ان کا اصول ''کام نکالو اور دفع کرو'' تھا......

وہ اپنے کسی ایجنٹ کو سوائے چند ایجنٹوں کے، جو ان کے لئے ناگزیر رہے ہوں، زیادہ عرصہ زندگی کا مزہ نہیں لوٹنے دیتے تھے۔ عموماً انہیں کام نکلنے پر مار دیا جاتا تھا۔

یہ الگ بات تھی کہ ان کی موت پر ہمیشہ اسرار کا پردہ پڑا رہ جاتا اور کوئی یہ نہیں جان سکتا تھا کہ انہیں آخر کیوں اور کس لئے مارا ہے؟

❁❁

منصوبے کی تفصیلات، مقام، وقت سب کچھ یعسوب کے علم میں تھا۔ کیونکہ اس منصوبے کی تیاری میں بہرحال اس نے بھی اہم کردار ادا کرنا تھا......

طے شدہ وقت سے قریباً دس منٹ پہلے وہ مقررہ جگہ پر پہنچ چکا تھا۔ اس کی ٹانگ سے وہ چھوٹی سی تباہ کن گن بندھی تھی جو ایک ہی وقت میں بندوق اور میزائل کا کام دیا کرتی تھی۔

یہ ''موساعد'' کا خاص ہتھیار تھا جسے پوائنٹ 22 کیلیبر بریٹا (Caliber Beretta-22) کہا جاتا تھا۔

یہی وہ خاص گن تھی جو اس کی خواہش پر بطور خاص یہاں پہنچائی گئی تھی۔ ان لوگوں نے بڑی شاندار جگہ کا انتخاب کیا تھا۔

قدرے غیر آباد سڑک تھی جس کے کنارے خوبصورت سفیدے کے درخت قطار اندر قطار کھڑے تھے اور ان کے درمیان ایک شاندار گرین بیلٹ موجود تھی۔ اس گرین بیلٹ میں جگہ جگہ پتھر کے بنچوں پر نزدیکی دفاتر کے ملازمین کبھی کبھی ستانے کے لئے بیٹھ جایا کرتے تھے یا پھر ان کے ملنے والے ملاقاتی یہاں بیٹھا کرتے تھے۔

دفاتر کو چھٹی ہو چکی تھی اور قریباً تمام بنچ خالی تھے......

آسمان پر ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے اور سہ پہر کو چلنے والی سمندری ہوا نے یہاں کا موسم بہت خوشگوار بنا رکھا تھا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

یعسوب اطمینان سے چلتا اس درخت کے نزدیک پہنچ گیا جس سے چند گز دور سڑک کے کونے پر ڈرائیور نے وین روکی تھی اور جہاں وین روکنے کے بمشکل تین چار منٹ بعد ایک سفید کار میں حملہ آوروں نے تباہی پھیلائی تھی۔ وقت مقررہ سے چند منٹ پہلے اسے وین دور سے آتی دکھائی دی تو وہ اپنی گود میں گن رکھ کر اپنی آنکھوں کے سامنے اخبار پھیلا کر بیٹھ رہا۔

اس نے اپنی آنکھوں پر بظاہر نظر کی عینک چڑھا رکھی تھی اور اپنا حلیہ ایسا بنا رکھا تھا کہ قریشی بھی اسے دیکھ لیتا تو پہچان نہیں سکتا تھا۔

وین اس سے چند گز دور جا کر رک گئی......

ڈرائیور باہر نکل کر سڑک پر پیٹ کے بل لیٹ کر بظاہر نیچے واقع ہونے والی کسی خرابی کا جائزہ لینے لگا۔

بمشکل تین منٹ بعد ہی اسے مخالف سمت سے ایک تیز رفتار کار اس طرف آتی دکھائی دی......

یعسوب چوکس ہو گیا۔

کار کے بریک زور سے چرچرائے۔ ڈرائیور نے وین سے بمشکل دس گز کے فاصلے پر اچانک ہی بریک لگائی تھی۔

اس کے ساتھ اگلی اور پچھلی سیٹ پر دو مسلح نوجوان سوار تھے۔

ابھی انہوں نے بمشکل اپنی بندوقیں سنبھالی ہی تھیں، جب برق کی طرح اپنی جگہ سے اٹھ کر یعسوب ان کے سامنے آ گیا۔ اس نے اپنی گن سے پندرہ گولیاں لگا تار ان کی طرف برسائیں اور تینوں کو موقع پر ڈھیر کر دیا۔ ان خاصی قوت کی حامل گولیوں سے کسی کے زندہ بچ رہنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے۔

اس نے اتنی بہتر، موثر اور شاندار فائرنگ کی تھی کہ مرنے اور وین کے زندہ بچ جانے والوں میں سے کوئی بھی اس کو نظر بھر کر دیکھ ہی نہیں پایا تھا۔

اگلے ہی لمحے جس برق رفتاری سے یہاں پہنچا تھا، اس سے کئی گنا زیادہ رفتار سے بھاگتا ہوا سامنے کی سڑک عبور کر کے زیر تعمیر بلڈنگ کے پیچھے سے بھاگتا ہوا پہلے سے محفوظ ٹھکانے پر پہنچ گیا۔

اب وہ ایک ذیلی سڑک پر کھڑا تھا جہاں ٹریفک کی ریل پیل تھی۔

ایک ٹیکسی کے ذریعے وہ یہاں سے بمشکل تین کلومیٹر دور ایک ٹیلی فون بوتھ پر اتر گیا اور اب وہ اس بوتھ سے کرنل ملک کا وہ موبائل نمبر ملا رہا تھا جو اسے ملک نے دیا تھا۔

”ہیلو......“

کرنل ملک کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

”میں جانتا ہوں تم کہاں جا رہے ہو...... لیکن وہاں جانے کی ضرورت نہیں، میں نے تمہارے حصے کا کام کر دیا ہے۔“

یہ کہہ کر اس نے ملک کو ساری تفصیلات سنا دیں۔

”مائی گاڈ......“

ملک نے کچھ کہنا چاہا، لیکن اس نے ملک کی بات کاٹ دی۔

”نہیں ملک صاحب، دماغ ٹھنڈا رکھیں۔ یہ منصوبہ انہوں نے آپ لوگوں کو الجھانے کے لئے بنایا تھا۔ ایک طرف تو وہ آپ کو اس طرف الجھا کر دوسری طرف سے میدان صاف کروانا چاہتے تھے...... دوسری طرف آپ کو یہ تاثر دینا مقصود ہو گا کہ ڈاکٹر شاہ کے قتل کی سازش طشت از بام ہونے اور آپ کے ہوشیار ہونے پر انہوں نے اس طرف سکور برابر کر لیا ہے...... مجھے اس منصوبے کا علم اب سے صرف پندرہ منٹ پہلے ہوا تھا۔ وہ لوگ اس وقت میرے ساتھ تھے اور اتنے کم وقت میں نہ تو آپ اس کھیل کو اچھی طرح کھیل سکتے اور نہ ہی میں اپنی دوستی ثابت کر سکتا...... بہر حال میں نے وین کا ڈرائیور آپ کے لئے چھوڑ دیا ہے...... اور آئندہ آپ ہمسایہ ملک کے سفارت کاروں کو ہرگز اکیلا نہ چھوڑیئے، خاص طور پر ان کے ڈرائیورز پر نظر رکھنا...... اب مجھے ڈھونڈنے کے چکر میں پڑنے کے بجائے اطمینان سے اپنی ساری توجہ بنکویٹ ہال پر مرکوز رکھئے۔ عین ممکن ہے کہ ان لوگوں نے کوئی اور دھماکہ بھی آپ کو دوسری طرف انگیج کرنے کے لئے تیار ہو، لیکن آپ اپنی جگہ چوکس رہئے۔ میرے علم میں جو بھی آیا نہ صرف آپ کو اس سے آگاہ رکھوں گا بلکہ اس سے نمٹ بھی لوں گا......“

اس نے اپنی بات ختم کی۔

”اینی وے...... تھینک یو...... Any Way...... Thankyou...... میری اب بھی یہی خواہش ہے کہ ہماری ملاقات ہو جائے...... ممکن ہے ہم مستقبل کے اچھے دوست ثابت ہوں۔“

ملک نے کہا۔

”خدا حافظ مسٹر ملک۔ مستقبل کا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔“

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

❁❁

ملک نے لمبی سانس لے کر خود کو قدرے ریلیف دی...... کیونکہ اس اچانک حادثے نے جو بنکویٹ ہال کے نزدیک ہوا تھا، اسے ہی نہیں بہت سے ذمہ داروں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آج بڑے حادثات اکٹھے ہو رہے تھے......

تھوڑی دیر پہلے اسے شیریں کی پوسٹ مارٹم رپورٹ ملی تھی، اس سے پہلے سیٹھ دارو والا کی طرف سے شیریں کے قتل کی خبر ملی تھی اور اب ایک کار میں تین آدمیوں کی فائرنگ سے موت...... اس نے صدیقی کو متعلقہ قونصلیٹ کے ڈرائیور سے نمٹنے کی ہدایات دے کر اسے فوراً کسی سیف ہاؤس پر منتقل کرنے کے لئے کہا تھا۔

اس وقت وہ ایک کھلی سٹیشن ویگن میں بینکویٹ ہال کے نزدیک آپریشن روم بنائے بیٹھا تھا۔ جبکہ ایک ایسا ہی آپریشن روم دوسری طرف صدیقی کے زیرِ نگرانی کام کر رہا تھا۔

❁❁

مائیکل اور ہمدانی اکٹھے ہی گھر سے نکلے تھے۔

مائیکل نے اپنی کھلی پتلون میں پائنچے کے ساتھ پستول اور دوسری طرف زہریلا خنجر باندھا ہوا تھا۔

شاندار سوٹ میں ملبوس وہ بظاہر کوئی بڑا پولیس آفیسر دکھائی دے رہا تھا۔ ہمدانی اس کے ساتھ اس کے سیکرٹری کی طرح چل رہا تھا۔ دونوں کے ہاتھ میں ایک ایک شادی کارڈ موجود تھا۔

یہ وہ کارڈ تھے جو کل ہی ہنگامی طور پر تیار کئے گئے تھے اور جن پر یہاں آنے والے ان لوگوں کے نام لکھے تھے جنہیں اس ہال میں ڈاکٹر شاہ کے بھانجے کی شادی میں شرکت کرنی تھی۔

اس کارڈ پر مائیکل کو ایک پروفیسر کے نام سے مدعو کیا گیا تھا اور اب دونوں بنکویٹ ہال کے نزدیک پہنچ چکے تھے۔

انہیں بطور احتیاط عین آخری لمحات میں یہاں داخل ہونا تھا تاکہ ڈاکٹر شاہ کی آمد کا انتظار نہ کیا جائے اور اس وقت ہال میں داخل ہوا جائے جب یعسوب اپنا کام مکمل کر چکا ہو۔

یعسوب کے فرار کے لئے ہال کے جس دروازے کا انتخاب کیا گیا تھا، جس سمت سے اس نے حملہ کرنا تھا اور جہاں جہاں اس کے لئے ممکنہ حفاظتی پوائنٹ بنائے گئے تھے، وہ سارے چوہان نے مائیکل کو سمجھا دیئے تھے۔ اب مائیکل کو اس ہال کے اندر کی تمام تفصیلات ازبر ہو چکی تھیں۔

''را'' کی پلاننگ کا کمال یہ تھا کہ انہوں نے ڈاکٹر شاہ پر کام کرنے والے دونوں گروپوں کو ایک دوسرے سے قطعاً بے خبر رکھا تھا۔

دونوں گروپوں نے اپنے الگ الگ انتظامات کئے ہوئے تھے اور دونوں اس کے لئے تیار تھے کہ اپنے راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو بزور دور کر سکیں۔

مائیکل اپنے مقامی گائیڈ ہمدانی کے ساتھ ایک قیمتی کار پر جائے واردات کی طرف جا رہا تھا۔

ہمدانی نے اسے سمجھا دیا تھا کہ دونوں کو ہال میں ایک ساتھ نہیں رہنا۔ اس لیے وہ خود کو ابھی سے ذہنی طور پر تیار کر لے۔ اس نے مائیکل کو اپنا کام مکمل ہونے کے بعد ایک دوسرے سے الگ ہونے کی صورت میں بھی ممکنہ ٹھکانوں سے آگاہ کر دیا تھا۔

ہمدانی ان کا پرانا گھوڑا تھا اور لمبے عرصے سے ''را'' کے لئے خدمات انجام دے رہا تھا۔ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ اس کا واسطہ اس مرتبہ کس شخص سے پڑ گیا ہے۔

مائیکل کی مجبوری یہ تھی کہ وہ شکار ہمیشہ اکیلا کھیلتا تھا...... شکار میں اسے کوئی بھی ساتھ پسند نہیں تھا۔ جانے یہ مصیبت کب تک اس کے گلے پڑی رہی، یوں بھی اس نے سوچا کہ اس شہر میں اسے ابتدا میں تو کسی مددگار کی ضرورت تھی۔

لیکن...... اب؟

اب اس کا کوئی جواز باقی نہیں رہا تھا۔

جانے یہ کون گدھا ہے جسے اس سے باندھ دیا گیا ہے اور جانے اس کی کوئی غلطی ہی اسے نہ مروا دے۔

یہی وجہ ہے کہ اس نے ہمیشہ ''فری ہینڈ'' لیا تھا۔

وہ اکیلا خود کو زیادہ محفوظ سمجھتا تھا اور دوسرے بھی شخص کی موجودگی کو اپنے لیے ہمیشہ خطرے کی گھنٹی سمجھتا تھا۔ گو کہ اسے ابتدا میں بتایا گیا تھا کہ ہمدانی شکار کو باندھ کر اس کے سامنے پیش کرے گا اور اسے ہال سے کچھ فاصلے پر یعسوب کو قتل کرنا ہے لیکن اس نے چوہان کے منصوبے پر عمل کرنے کے بجائے اپنا شکار خود کھیلنے کا فیصلہ کیا تھا۔

ہمدانی کے ساتھ کار کی اگلی سیٹ پر گاڑی خود چلاتے ہوئے اس نے کنکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''الو کا پٹھا...... مجھے ہدایات دے رہا ہے......''

اس نے دل ہی دل میں ہمدانی کو گالی دی۔

چوہان کی طرف سے اسے اپنی داڑھ گرم کرنے یا ہاتھ رواں رکھنے کے لئے دو چار ''سورس'' مار دینے کا لائسنس ملا ہوا تھا......

اسے اندازہ تھا کہ اب یہاں سے بنکویٹ ہال کا فاصلہ بمشکل تین چار کلو میٹر رہ گیا ہے۔

یہ سڑک قدرے ویران تھی۔

ایک موڑ پر جہاں سڑک سے کچھ فاصلے پر کسی عمارت کے ملبے کے ڈھیر لگے ہوئے تھے، اچانک

www.iqbalkalmati.blogspot.com

ہی اس نے گاڑی سڑک سے نیچے اتاری اور ہمدانی حیرت سے اس کا منہ دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے..... کیا ہوا؟"

"یار برا مت ماننا، مجھے پیشاب کی حاجت ہو رہی تھی۔"

اس نے ہمدانی کی طرف عجیب نظروں سے دیکھا اور ہمدانی کو گڑبڑا کر رکھ دیا۔

ہمدانی حیران تھا کہ یہ کون سا طریقہ ہے۔

عمارت کے ملبے کے پیچھے اس نے گاڑی کھڑی کر دی۔ اب انہیں سڑک سے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"ذرا باہر آنا....."

گاڑی سٹارٹ چھوڑ کر مائیکل نیچے اتر گیا۔

ہمدانی حیرت زدہ اس کا منہ دیکھ رہا تھا جیسے اچانک مائیکل پاگل ہو گیا ہو۔

"کیا بات ہے؟"

وہ آنے والی قیامت سے بے خبر نیچے اتر آیا۔

مائیکل نے اس کا ایک بازو پکڑ لیا۔

"کیا کیا مطلب ہے تمہارا....."

ہمدانی کی اچانک خوف سے گھگھی بندھ گئی تھی۔

اور.....

اپنے شکار کی یہ حالت ہی مائیکل کا آئیڈیل تھی۔ موت سے پہلے اپنے شکار کی آنکھوں میں اترنے والے موت کے خوف سے وہ بہت لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔

"تمہارا شکریہ یار، لیکن تم باتیں بہت کرتے ہو..... اور یوں بھی جب کوئی میرے حلیئے سے واقف ہو جائے تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ میری مجبوری ہے....."

اس نے ہمدانی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

موت کی زردی ہمدانی کے سارے چہرے پر یک لخت پھیل گئی تھی۔ تھوڑی دیر پیچھے تک اس کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کرنے والا مائیکل اسے خون پینے والا ڈریکولا دکھائی دے رہا تھا۔

"تت تمہارا دماغ خراب ہے کیا..... میں میں چوہان صاحب....."

ہمدانی خوف کے مارے ڈھنگ سے بات کرنے کے لائق بھی نہیں رہا تھا۔

"ہاں کہو کہو شاباش کیا چوہان..... کون سا چوہان..... ہاں..... کون سا؟"

اس نے ہمدانی کے بازو کو جھٹکا دیا اور اپنی طرف گرتے ہمدانی کے منہ پر ہاتھ جما دیا۔

"ہمدانی ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا....."

"آئی ایم سوری..... آئی ایم سوری..... پیارے دوست الوداع..... الوداع..... افسوس میں تمہیں قتل کر رہا ہوں..... لیکن کیا کروں، مجبوری ہے..... مجبوری ہے....."

اس نے وحشیوں کی طرح ہنستے ہنستے ہمدانی کی گردن کو جھٹکا دیا اور کڑک کی آواز کے ساتھ اس کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا۔

اس کے ساتھ ہی اس کی مدافعت بھی دم توڑ گئی.....

"مر گیا..... بس..... ہمت تیرے کی....."

اس نے ہمدانی کا مردہ جسم سامنے مٹی کے اس گڑھے کی طرف اچھال دیا جہاں شاید مزدور پانی ذخیرہ کیا کرتے تھے اور مسکراتا ہوا کار میں سوار ہوا.....

تھوڑی دیر بعد کار خود ڈرائیور کرتا مائیکل سیٹی پر کوئی دھن گنگناتا سیدھا بنکویٹ ہال کی پارکنگ میں پہنچ گیا جہاں چند منٹ پہلے ہی ڈاکٹر شاہ کی گاڑی پارک کی گئی تھی جس میں ابھی ان کا ڈرائیور موجود تھا۔

❀❀

علی الصبح ہونے والے آپریشن میں صدیقی نے قریشی اور ضیائی کو ایک خفیہ ٹھکانے سے قابو کر لیا تھا اور ان دونوں کی تفتیش ایک ماہر آفیسر کی زیر نگرانی ہو رہی تھی۔

قریشی کچھ زیادہ سخت جان ثابت ہوا، لیکن ضیائی نے دو تین گھنٹے بعد ہی ہتھیار ڈال دیئے تھے۔

اس نے یہ تو بتا دیا تھا کہ ڈاکٹر شاہ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا ہے لیکن اس کی تفصیلات نہیں بتائی تھیں۔

اگلے دو گھنٹے کی مار کے بعد اس نے یعسوب کے متعلق بھی بتا دیا اور جب اسے تفتیشی آفیسر نے بتانا شروع کیا کہ ان کا منصوبہ کیا تھا تو ضیائی نے ہاتھ پاؤں بالکل ہی ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

ان لوگوں کو تو اس سے زیادہ ہر تفصیل کا علم تھا وہ حیران تھا ان باتوں کا سوائے قریشی، خان اور اس کے تیسرے کسی شخص کو علم نہیں تھا، پھر انہیں کس نے بتایا.....

خان نے؟

اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ "را" کی طرف سے جس آدمی کو اتنی زیادہ اہمیت دے کر بھیجا رہا ہے، وہ کیسے "ڈبل کراس" کر سکتا ہے۔

شیریں کو ان تفصیلات کا علم نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ ان لوگوں کو قریشی نے سب کچھ بتا دیا ہے۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

"الو کے پٹھے...... گدھے...... بیوقوف کیوں اپنی ہڈیاں تڑوار ہے ہو، یہ سب کچھ تو ہمیں قریشی نے بتا کر اپنی جان چھڑوالی ہے اور اس کا کہنا ہے کہ وہ تمہارا ماتحت تھا...... سیٹھ والی فیکٹری کے اڈے کے انچارج بھی تم تھے اور اس مشن کے انچارج بھی تم تھے۔"

تفتیشی آفیسر نے ہوا میں تیر چلایا جو عین نشانے پر لگا۔

"بکواس کرتا ہے سالا...... یہ سب اس کا کیا دھرا ہے۔ مجھے بھی اس نے پھنسایا ہے۔"

ضیائی نے چیختے ہوئے کہا۔

اور......

اس نے قریشی کے گزشتہ پانچ سال کی ساری کہانی مکمل تفصیلات کے ساتھ انہیں سنا دی۔ یہ بھی بتا دیا کہ ہمسایہ ملک کے قونصلیٹ کی گاڑی پر حملہ کرنے کا منصوبہ بھی اس کے شیطانی ذہن کی اختراع ہے......

"دیکھو مسٹر ضیائی...... تمہارے جرم نا قابل معافی ہیں۔ عدالت کے سامنے تمہیں لے جا کر ہم تماشا بننے والے نہیں...... ہم تمہیں کسی بھی لمحے گولی مار سکتے ہیں۔ البتہ ایک امید ہے جو تمہاری جان بخشی ہم سے کروا دے...... عدالتوں سے تم نمٹ ہی لو گے......"

تفتیشی آفیسر نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"کیا......؟"

بے ساختہ ضیائی کے منہ سے نکلا......

"تمہیں اس کے علاوہ سب کچھ بتانا ہوگا...... یہ سب تو ہمارے علم میں ہے......" تفتیشی آفیسر نے کہا۔

اور......

ضیائی چکرا کے رہ گیا۔

صبح سے مار کھاتے کھاتے اس کی ہڈیوں کا گودا بھی درد کرنے لگا تھا اور اس کی جان نہیں چھوٹ رہی تھی۔ اب وہ انہیں اور کیا بتائے اور اسے کس بات کا علم ہی نہیں تھا۔

بالآخر ایک خیال اس کے لئے امید کی کرن بن گیا۔ اس نے اپنی جان بخشی کے لئے ایک ایسا جھوٹ بولنے کا فیصلہ کیا تھا جس پر اس کے خیال سے یہ لوگ یقین کر سکتے تھے۔

"دیکھئے جناب...... میں آپ کو اب آخری بات بتا رہا ہوں جو اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ میں آپ سے مخلص ہوں اور میرا دعویٰ ہے کہ آپ کو اس کا علم ہی نہیں ہوگا......"

اس نے لمبی سانس لے کر کہا۔

"بتاؤ......"

آفیسر نے ٹیپ ریکارڈ کا سوئچ آن کر دیا۔

"آپ جانتے ہیں کہ چوہان سے میرے بہت زیادہ تعلقات ہیں۔ اس نے ایک مرتبہ مجھے بتایا تھا کہ وہ ہر منصوبے کے متبادل انتظامات رکھتے ہیں۔ اس بات کا علم سوائے میرے اور کسی کو نہیں۔ اس حرام خور قریشی کو بھی نہیں کہ ڈاکٹر شاہ کے قتل کا متبادل منصوبہ بنایا گیا ہے۔ جیسے ہی خان ڈاکٹر شاہ کو قتل کرتا...... فوراً اسے قتل کر دیا جاتا اور اس مقصد کے لئے "را" کا دوسرا آدمی بھی یہاں پہنچ چکا ہوگا...... لیکن مجھے اس کا علم نہیں۔ مجھے صرف اس بات کا علم تھا......"

اس نے اپنی بات مکمل کی۔

تفتیشی آفیسر چونک اٹھا......

اس نے اپنے دو ماتحتوں کو اس کام پر لگا دیا کہ وہ ہر ممکن طریقے سے اس بات کی تسلی کر لیں کہ ضیائی کو اس نئے حملہ آور کا علم ہے یا نہیں؟ اور اس نے اب بھی کچھ چھپایا ہوا تو نہیں۔

چیختے چلاتے ضیائی کو وہ دونوں گھسیٹ کر اپنے کمرے میں لے گئے جبکہ اس نے دوسرے ہی لمحے کرنل ملک سے رابطہ کر کے اسے نئی ڈویلپمنٹ (Development) سے آگاہ کر دیا تھا۔

❁❁

کرنل ملک کو اس انکشاف نے پریشان کر دیا تھا......

وہ فوراً بنکویٹ ہال پر مامور ڈاکٹر شاہ کے سکیورٹی چیف کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"کسی شخص کو کارڈ چیک کئے بغیر اندر نہ جانے دینا...... کسی کو بھی......"

اس نے سختی سے ہدایت کی اور اپنی کمانڈ ایک ماتحت کو سونپ کر خود ایک تیز رفتار کار کے ذریعے بنکویٹ ہال کی طرف روانہ ہو گیا......

اس نے مائیکل کے وہاں پہنچنے سے بمشکل دو تین منٹ پہلے ہی کار پارک کی تھی اور اب بنکویٹ ہال کے اس مین داخلے کے دروازے کی طرف جا رہا تھا جو یہاں کی واحد انٹرنس تھی۔

سکیورٹی والوں نے باقی تمام دروازے بند کر رکھے تھے......

وہ تمام ممکنہ پوائنٹس جن کی نشاندہی یعقوب نے کی تھی، ان کی نظروں کے حصار میں جکڑے ہوئے تھے۔

مین گیٹ پر مستعد جوان ہر آنے جانے والے سے اس کا کارڈ بڑی معذرت کے ساتھ طلب

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

کرتے اور پھر انہیں اندر جانے دیتے۔ ڈاکٹر شاہ اندر موجود تھے اور شادی کی رسومات جاری تھیں۔

ابھی ملک کو وہاں ٹھہرے بمشکل چند منٹ ہوئے تھے جب مائیکل اس طرف آتا دکھائی دیا۔

وہ بڑے اعتماد سے چلتا ہوا یہاں تک آیا تھا اور اب انہیں اپنا کارڈ دکھا رہا تھا "معاف کیجیے سر! آپ کو زحمت تو ہوگی ہم لسٹ میں بھی آپ کا نام دیکھیں گے......"

ڈیوٹی پر موجود ایک دوسرے جوان نے وہ نفسیاتی حربہ استعمال کیا جو کرنل ملک کی طرف سے ہر اکیلے مہمان کے لئے استعمال کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔

ان لوگوں کے پاس ایسی کوئی لسٹ نہیں تھی۔

لیکن......

کرنل ملک نے یہ شاندار نفسیاتی حربہ آزمایا تھا جو بالآخر کام آ گیا۔ جیسے ہی ایک جوان کارڈ پکڑ کر کچھ فاصلے پر دوسرے کی طرف بڑھا جس کے ہاتھ میں کچھ کاغذات پکڑے ہوئے تھے۔

کرنل ملک نے مہمان کے رویے میں کچھ بے چینی سی محسوس کی۔ اس نے آنکھ سے اس جوان کو مخصوص اشارہ کیا اور اس نے جان بوجھ کر لسٹ چیک کرنی شروع کر دی۔

شاید مائیکل کو خطرے کا احساس ہوا تھا، کیونکہ وہ اچانک ہی ایک طرف ہٹا اور اس نے چاہا کہ جھک کر اپنا پستول جو ٹانگ کے ساتھ بندھا تھا، نکالے۔ اسے اس بات کا علم نہیں تھا کہ کرنل ملک نے اس پر نظریں جمائی ہوئی ہیں۔

جیسے ہی مائیکل جھکا، اچانک اسے "ہینڈز اپ" کی آواز سنائی دی۔

لیکن......

اس نے اس اثناء میں پستول پر ہاتھ ڈال لیا تھا اور اب اپنا ہاتھ سیدھا کر رہا تھا کہ اچانک ہی کرنل اور اس کے ماتحت کی چلائی گولیاں اس کی کمر اور پیٹ میں لگیں......

مائیکل نے ابھی شکست تسلیم نہیں کی تھی یا جانے وہ کس مٹی کا بنا تھا، اس نے اپنا پستول والا ہاتھ بلند کیا۔ لیکن وہاں صرف ملک نہیں چار پانچ اور جوان بھی موجود تھے۔

ان سب نے ایک ساتھ مائیکل پر فائرنگ کی تھی اور چند سیکنڈ میں درجنوں گولیاں اس کے جسم سے پار ہو گئیں۔

"اسے اٹھاؤ...... ہری اپ...... جلدی کرو...... جلدی کرو......"

ملک نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا جنہوں نے بمشکل دو منٹ میں مائیکل کی لاش وہاں پہلے سے موجود وین میں پھینکی اور اسے اڑا کر لے گئے۔

جب تک ہال کے اندر سے پریشان لوگ باہر نکلتے اور صورتحال کا پتہ لگاتے، باہر میدان صاف ہو چکا تھا۔

ملک کے ساتھی تمام مہمانوں سے ایک ہی بات کہہ رہے تھے کہ ایک ساتھی کی گن غلطی سے چل گئی تھی جس سے ان کا ایک اور ساتھی زخمی ہو گیا ہے۔ کوئی تشویش کی بات نہیں......

سب لوگ پلک جھپکتے ہی نارمل ہو گئے تھے......

شادی کی تقریب جلد اپنے انجام کو پہنچ گئی......

ڈاکٹر شاہ سے آخری لمحات تک سکیورٹی کے جوان چپکے رہے تھے۔

جب تک وہ "نائٹ کوچ" سے واپس اسلام آباد نہیں چلے گئے، کرنل ملک اور اس کے ساتھی ایک لمحے کے لئے نہیں چوکے تھے۔

اس دوران انہوں نے دونوں آپریشن کامیابی سے کر لیے تھے۔ ڈاکٹر شاہ کو بحفاظت اور کوئی زحمت یا بدمزگی پیدا ہوئے بغیر واپس بھیج دیا تھا۔ دوسری طرف شہر کے مختلف حصوں میں آپریشن کے دوران پندرہ ایجنٹ گرفتار کر لیے تھے۔

صبح تک وہ لوگ صورتحال پر قابو پا چکے تھے۔

انہوں نے گزشتہ چار روز اعصاب شکن جنگ لڑی تھی جس میں بالآخر فتح نے ان کے قدم چومے تھے......

مائیکل کی کار سے اس کے مالک ہمدانی کا پتہ لگا اور اس کی لاش بھی مل گئی تھی۔ کرنل ملک نے اندازہ کر لیا تھا اسے اس شخص نے مارا ہو گا جو ان کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔

مائیکل کی لاش یا سامان سے کوئی ایسا نشان نہیں ملا تھا جس سے اس کی اصلیت کا اندازہ لگایا جا سکتا۔

اب کرنل کو اپنے اس "دوست" کی تلاش تھی جس نے نہ صرف انہیں بروقت معلومات فراہم کیں بلکہ سفارتی وین پر حملہ کرنے سے پہلے حملہ آوروں کو ٹھکانے لگا کر اپنی "دوستی" کا مکمل ثبوت دے دیا تھا۔

کرنل ملک اور اس کے درمیان جو "شریفانہ ڈیل" ہوئی تھی، اس کے ایک حصے پر عمل ہو چکا تھا۔

دوسرے حصے پر کرنل ملک نے عمل کرنا تھا......

جس کے لئے وہ گزشتہ ایک ہفتے سے روزانہ ایئرپورٹ کے چکر لگا رہا تھا۔

❁❁

آج بھی اسی ضمن میں یہاں آیا تھا......!

اور......

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

www.iqbalkalmati.blogspot.com

آج اسے اپنی محنت کا پھل یعقوب کی صورت بالآخر دکھائی پڑ گیا جس نے میک اپ سے اپنی شکل خاصی تبدیل کی تھی لیکن ایک مرتبہ کرنل ملک کی عقابی نظروں سے اس کا چہرہ بہر حال گزر چکا تھا اور اس نے کمپیوٹر ایئر پورٹ لاؤنج کے کیمرے کی فلم سے یعقوب کا چہرہ الگ کر کے اسے قریباً ہر زاویے سے دیکھ لیا تھا......

یعقوب نے اس ایک ہفتے میں نہ صرف اپنی شکل تبدیل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی بلکہ ایک اور جعلی شناخت بھی بنالی تھی اور اب انہی کاغذات پر تھائی لینڈ کی ایک پرواز کے ذریعے سفر کرنے جا رہا تھا۔

سائقر مشین پر اس نے اپنا معمولی سا بیگ رکھا اور دوسری طرف جا کر اٹھا لیا۔

اب وہ نپے تلے قدموں سے بظاہر صوتحال سے بے نیاز لیکن بہت چوکنے انداز میں کاؤنٹر کی طرف جا رہا تھا۔

ٹکٹ کاؤنٹر پر لگی لائن میں وہ بھی کھڑا ہو گیا......اور اپنا بورڈنگ کارڈ حاصل کر کے اندر لاؤنج کی طرف جانے لگا۔

لاؤنج کی طرف جانے والے دروازے سے گزرتے ہوئے اچانک ہی ملک اس کے سامنے آ گیا۔

"گڈ لک......تھینک یو......"

ملک نے اپنے ہاتھ میں پکڑا چھوٹا سا گلدستہ اس کی طرف بڑھایا۔

یعقوب نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

"بالآخر آپ نے پکڑ ہی لیا......"

اس نے مسکراتے ہوئے پھول تھام لیے۔

"نہیں مسٹر خان...... ہم جنہیں پھول دیتے ہیں ان کو دھوکہ نہیں دیتے......اپنے اپنے اصول ہیں......"

ملک نے مسکراہٹ برقرار رکھی۔

"زندگی نے کبھی مہلت دی تو آپ سے بہت اچھے حالات میں ملاقات ہوگی۔ میں نے اس کہانی کا آخری حصہ ایک خط میں لکھ کر آپ کو پوسٹ کر دیا ہے......کل مل جائے گا......"

یعقوب نے کہا۔

"اور......میں نے "ڈیل" کے دوسرے حصے پر عمل کر دیا......"

ملک نے ایک طرف ہٹتے ہوئے اس کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میں اس احسان کو یاد رکھوں گا......"

یعقوب نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

"اور میں بھی......"

ملک نے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا اور صدیقی کی طرف مڑ گیا جس نے اپنے جذبات چھپانے کے لئے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا تھا۔

❀❀

آٹھ سال بعد ایک دن......

بمبئے کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر لفتھانسا ایئر لائن کی پرواز کی آمد کا اعلان ہوا تو عارفہ کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔

"شکر الحمدللہ......"

اسلم عباس نے بے ساختہ اللہ کا شکر ادا کیا چونکہ عارفہ نے اب تک درجنوں مرتبہ اس سے پرواز کی آمد سے متعلق دریافت کر لیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک ایک کر کے مسافر باہر آنے لگے......

قریباً آدھ گھنٹے بعد خدا خدا کر کے وہ باہر آیا اور محمد صالح کی شکل پر نظر پڑتے ہی دونوں بہن بھائی دیوانہ وار اس کی طرف لپکے......

یہ یعقوب تھا......

ماضی کا یعقوب ان کے سامنے محمد صالح کی شکل میں اپنی نومسلم بیوی اور بچے کے ساتھ موجود تھا۔

وہ لوگ فرانس سے انہیں ملنے آئے تھے۔ ان دس سالوں میں اس نے کبھی ان دونوں سے رابطہ نہیں توڑا تھا۔

زاغرب میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر کروشیا کے وحشیوں سے جہاد سے لے کر لندن اور پھر فرانس میں مستقل رہائش اختیار کرنے کی ساری کہانی اس نے خطوط اور ٹیلی فونوں کے ذریعے انہیں سنا دی تھی......

اسے خالہ اماں کی موت کی اطلاع کافی عرصہ بعد ملی تھی ورنہ وہ پہلے انہیں ملنے آ جاتا......

عارفہ کی دونوں بیٹیاں بڑے غور سے محمد صالح کی داڑھی کی طرف دیکھ رہی تھیں جس نے اس کے چہرے پر روحانیت کی عجیب بہار جگا دی تھی......

اس کی بیوی حنیفہ کو سوائے فرانسیسی یا پھر تھوڑی بہت انگریزی اور عربی کے اور کوئی زبان نہیں آتی

www.iqbalkalmati.blogspot.com

تھی۔ لیکن وہ ایسے گرم جوشی سے عارفہ اور اس کی بچیوں کو گلے لگا رہی تھی جیسے وہ ان کی بہت قریبی رشتہ دار ہو......

اس کی آنکھوں میں پیدا ہوئی چمک سے اس کے دلی جذبات کا اندازہ با آسانی لگایا جا سکتا تھا۔ عارفہ کو آج پہلی مرتبہ اس بات کا یقین ہوا تھا کہ محبت کی کوئی مخصوص زبان نہیں ہوتی۔

❁❁❁

مئی 1998ء

لاہور

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com